اپنی اولاد کی قرآن وسنّت کے مطابق تربیت کرنے کیلئے رہنما کتاب

تربیّت اولاد

مصنّف

محمّد الیاس عادل

اپنی اولاد کی قرآن و سنت کے مطابق تربیت کرنے کیلئے رہنما کتاب

تربیت اولاد

مصنف

محمد الیاس عادل

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	☆	تربیت اولاد
مصنف	☆	محمد الیاس عادل
ناشر	☆	مشتاق احمد
بااہتمام	☆	سلمان خالد
پروف ریڈنگ	☆	قاری نجم الصبیح
پرنٹرز	☆	اسد نیئر، پرنٹرز لاہور۔
کمپوزنگ	☆	گل گرافکس
قیمت	☆	150 روپے

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔ شکریہ

Marfat.com

فہرست

صفحہ	عنوان
9	ابتدائیہ
12	نیک اور صالح اولاد کی تمنا
13	اسقاط حمل کی ممانعت
13	حدیث مبارکہ
14	بچہ کی ولادت
14	گھٹی دینا
14	نام رکھنا
15	عقیقہ کرنا
16	ختنہ کروانا
16	دودھ پلانا
17	لڑکی کی پیدائش پر ناراض نہ ہو
18	بچے کی ابتدائی تربیت میں ماں کا کردار
22	پابندی وقت کی عادت ڈالنا
23	توجہ طلب بات
24	بچوں کی دیکھ بھال اور والدین کی ذمہ داری
24	بچوں کو اچھالنا

Marfat.com

۞ بچے کو بٹھانے کی کوشش کرنا ---------- 25
۞ ایک ہاتھ سے بچے کو اُٹھانا ---------- 25
۞ بچے کو کھڑا کرنے کی کوشش کرنا ---------- 26
۞ بچے کو اُٹھانے میں خیال نہ رکھنا ---------- 27
۞ بچے کی پیاس کا خیال نہ کرنا ---------- 28
۞ بچے کو اکیلا چھوڑنا ---------- 28
۞ بچے کو ہر وقت گود میں چڑھائے رکھنا ---------- 29
۞ غذائی احتیاط ---------- 30
۞ بچے کے دانتوں کا خیال رکھنا ---------- 31
۞ بچے کی اچھی تربیت کے لیے بچے کی اچھی صحت کا ہونا ضروری ہے --- 32
۞ بچوں کی اچھی تربیت کرنا ---------- 34
۞ اولاد سے پیار کرنا ---------- 35
۞ اولاد سے ناانصافی نہ کرو ---------- 35
۞ لڑکیوں کی تربیت کا اجر ---------- 36
۞ اولاد کو اچھے آداب واخلاق سکھانا ---------- 37
۞ سچائی کی اہمیت کے متعلق بتانا ---------- 38
۞ گالیاں نکالنے کی عادت نہ پڑنے دیں ---------- 46
۞ بچوں کو چوری کی عادت نہ پڑنے دیں ---------- 47
۞ تربیت اخلاق ---------- 50
۞ تمام اخلاقی خوبیاں پیدا کرنا ---------- 56
۞ بچوں کو کھیلنے کے لیے مناسب وقت دیں ---------- 60
۞ جسمانی وذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ---------- 62
۞ عمر کے لحاظ سے بچوں کی کھیلوں میں دلچسپی ---------- 63

Marfat.com

- کھیل سے اجتماعیت کا احساس پیدا ہوتا ہے ---------- 64
- کھیل بچوں کی زندگی کا لازمی حصہ ہے ---------- 64
- کھیل کا بچے کی زندگی پر اثر ---------- 65
- سادگی کی عادت ڈالنا ---------- 67
- حق کی پہچان کرانا ---------- 71
- معاشرتی آداب کی تربیت ---------- 75
- کھانے پینے کے آداب سکھانا ---------- 75
- بسم اللہ پڑھ کر کھانا ---------- 76
- دائیں ہاتھ سے کھانا پینا ---------- 76
- کھانے پینے سے قبل دعا مانگنا ---------- 77
- کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا ---------- 78
- کھانے میں نقص نہ نکالنا ---------- 79
- کھانا اپنے سامنے سے کھائیں ---------- 79
- کھانا ٹیک لگا کر نہ کھائیں ---------- 80
- بہت زیادہ کھانا نہ کھائیں ---------- 80
- ڈکار پر قابو پائیں ---------- 80
- کھانے کے بعد بھی دعا مانگیں ---------- 81
- کھڑے ہو کر پانی نہ پیا جائے ---------- 81
- پانی پینے کا صحیح طریقہ ---------- 82
- سونے کے آداب ---------- 82
- لیٹنے کے آداب ---------- 83
- بیٹھنے کے آداب ---------- 84
- مجلس کے آداب ---------- 84

Marfat.com

- عیادت کے آداب ---------- 86
- چھینک اور جمائی کے آداب ---------- 88
- دیگر معاشرتی آداب ---------- 90
- اپنے بچوں کو برے ماحول سے بچائیں ---------- 93
- ماحول کا اثر ضرور پڑتا ہے ---------- 94
- انسانی فطرت ---------- 96
- بُرے ماحول کا بُرا اثر اچھوں پر بھی پڑ سکتا ہے ---------- 97
- بُرے ماحول کا مفہوم ---------- 100
- بُرے ماحول کی پہلی قسم ---------- 101
- بُرے ماحول کی دوسری قسم ---------- 102
- بُرے ماحول کی تیسری قسم ---------- 102
- بُرے اقسام کی چوتھی قسم ---------- 103
- بُری صحبت کا نقصان ---------- 103
- توجہ طلب بات ---------- 105
- اچھی صحبت کے فوائد ---------- 106
- فرمانبرداری کی عادت ڈالنا ---------- 111
- مستقل مزاجی پیدا کرنا ---------- 114
- بچے کو ذہین بنانا ---------- 119
- اولاد کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ---------- 123
- نماز کی تاکید کرنا ---------- 124
- تعلیم وتربیت کی اہمیت ---------- 125
- اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کا انعام ---------- 128
- لڑکیوں کو تعلیم دلوانا ---------- 129

Marfat.com

⊛ بچوں کو ادب واحترام کرنا سکھائیں ---------- 133
⊛ بچے کے سوالوں کے جواب ضرور دیں ---------- 134
⊛ گھر بچے کی درسگاہ ہوتی ہے ---------- 136
⊛ بچہ کی عادات کو سنواریں ---------- 138
⊛ اپنے بچے کو ایک مثالی انسان بنائیں ---------- 139
⊛ بچے کی دلچسپیوں کا خیال رکھیں ---------- 142
⊛ بچے کے ساتھ اچھے رویے سے پیش آئیں ---------- 143
⊛ بچوں کو سخت جسمانی سزا نہ دیں ---------- 145
⊛ دیکھ شیر کی نگاہ سے ---------- 148
⊛ بچے کو ڈرپوک نہ بنائیں ---------- 156
⊛ ماں باپ کے جھگڑنے سے بچے کی تربیت متاثر ہوتی ہے ---------- 158
⊛ سزا کا خوف ---------- 160
⊛ بچوں میں خوف کی وجوہات ---------- 162
⊛ بچوں کو بہادر بنائیں ---------- 163
⊛ بچے کے فطری رجحان کو نہ دبائیں ---------- 164
⊛ بچوں میں احساس کمتری کی وجہ ---------- 165
⊛ یتیم بچہ ---------- 166
⊛ یتیم کو مت جھڑکو ---------- 168
⊛ یتیم کے ساتھ بھلائی کرو ---------- 168
⊛ یتیم کے ساتھ حسن سلوک ---------- 169
⊛ یتیم کو بلاوجہ نہ ڈانٹو ---------- 169
⊛ بہترین اور برا گھر ---------- 170
⊛ یتیم کی کفالت کا اجر ---------- 171

Marfat.com

حکایت	171
یتیم کے حقوق کا احترام کرو	172
دل کی سختی دور کرنے کا طریقہ	172
یتیم بچوں کی پرورش کا بیوہ کو اجر	173
جسمانی نقص والا بچہ	173
اولاد کی تربیت کا غلط انداز	175
بچے کے جذبات کا خیال رکھیں	177
بچوں کو ضدی اور چڑچڑا نہ بنائیں	179
بچوں کو ٹیلی ویژن کے نقصانات سے بچائیں	182
کیبل کے بُرے اثرات سے بچوں کو بچائیں	186
بچوں کو خود غرضی کی عادت نہ ڈالیں	188

Marfat.com

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے پیارے محبوب سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم وتربیت ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

اس طرح ایک حدیث پاک میں آتا ہے سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ اُن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں تیسرے نیک لڑکا جو اس کے لیے دُعا کرتا رہے۔" (مسلم شریف)

صدقہ جاریہ اس صدقہ کو کہا جاتا ہے جس کا فائدہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے یعنی کوئی ہسپتال بنادے یا ڈسپنسری بنادے یا کنواں کھدوا دے یا مسافروں کے لیے سرائے بنوادے یا راستہ پر درخت لگوادے یا کسی دینی درسگاہ میں کتابیں وقف کر جائے وغیرہ۔ تو جب تک اس کے کام سے لوگ فائدہ اُٹھائیں گے اسے ثواب ملتا رہے گا اسی طرح وہ کسی کو تعلیم دے یا دینی کُتب لکھ جائے تو اس کا بھی ثواب ملتا رہے گا۔ تیسرا عمل جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا وہ اس کا اپنا لڑکا ہے جس کو اس نے شروع ہی سے عمدہ تربیت

Marfat.com

دی ہے اور اس کی کوشش کے نتیجہ میں وہ متقی اور پرہیزگار بنا ہے تو جب تک یہ لڑکا دنیا میں زندہ رہے گا اس کی نیکیوں کا ثواب اس کے باپ کو ملتا رہے گا مزید یہ کہ وہ چونکہ نیک ہے اس لیے وہ اپنے ماں باپ کے حق میں دعائیں کرے گا۔

ایک اور حدیث پاک ہے کہ سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

''تم میں سے ہر ایک نگران ومحافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے گا' ان لوگوں کی بابت جو تمہاری نگرانی میں ہوں گے حاکم بھی نگران ہے اس سے بھی اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور خاوند اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اور نوکر اپنے آقا کے مال کا نگران ہے تو تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے جبکہ خاوند اپنی بیوی کو صرف کھلانے پلانے کا ہی ذمہ دار نہیں ہے اس کے دین واخلاق کی حفاظت ونگرانی بھی اس کے ذمہ ہے اور بیوی کی ذمہ داری دُوگنی ہے وہ خاوند کے گھر اور مال کی نگران تو ہے ہی اس کے بچوں کی تربیت کی خصوصی ذمہ داری بھی اس پر ہے کیونکہ خاوند تو معاش کے حصول کی غرض سے زیادہ تر گھر سے باہر رہتا ہے اور گھر میں بچے اپنی ماؤں سے ہی زیادہ تر مانوس ہوتے ہیں اس لیے بچوں کی نگرانی اور تعلیم وتربیت کی دوہری ذمہ داری ان کی ماں پر آجاتی ہے۔

اولاد کی اچھی تربیت کی ذمہ داری ماں اور باپ دونوں پر عائد ہوتی ہے اولاد اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ایک امانت اور نعمت ہے ان کی صحیح پرورش نگہداشت اور اچھی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ نے بھی والدین کو قرار دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ والدین اپنے بچوں کے مستقبل کو بہتر سے بہتر بنانے کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ ان سے زیادہ سمجھدار' ان سے زیادہ با اخلاق' ان سے زیادہ تعلیم یافتہ اور

Marfat.com

معاشرے کا ایک اچھا فرد بنے' لیکن صرف آرزو اور خواہش سے اولاد کا مستقبل تابناک نہیں بن سکتا جب تک عملی طور پر کوشش نہ کی جائے اور اس ضمن میں بچے پر بھرپور توجہ نہ دی جائے اور ہر معاملے میں اس کی تربیت ورہنمائی نہ کی جائے۔

اکثر والدین ابتدائی چند سالوں میں بچے کی تربیت کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے اور اس طرف کوئی خاص دھیان نہیں دیتے اور بچہ کو اپنی من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دے دیتے ہیں اور روکتے اور ٹوکتے نہیں۔ ایسے والدین بہت بڑی غلطی کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ بچے کا پڑھ لکھ جانا اور بڑا ہونے پر خود ہی ٹھیک ہو جانا اس کے مستقبل کو اچھا بنانے کے لیے کافی ہے وہ بچے کو سکول میں داخل کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ خیال کر لیتے ہیں حالانکہ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے بچے کو قدم قدم پر رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے اور ماں باپ سے زیادہ اچھی رہنمائی اور اچھی تربیت اس کو اور کوئی نہیں دے سکتا۔ پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک بچوں کو والدین کی تربیت ونگرانی کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا والدین کو بچوں کی اچھی تربیت سے کسی بھی لمحہ غافل نہیں رہنا چاہیے۔

بلاشبہ اولاد کی تربیت نہایت اہم فریضہ ہے' اولاد کی تربیت کس طرح سے کرنی چاہیے والدین کو اس بارے میں مکمل طور پر آگاہی ہونی چاہیے تاکہ وہ بہتر انداز سے اولاد کی تربیت کی ذمہ داری نبھا سکیں زیر نظر کتاب اسی نقطہ نظر کے تحت والدین کی سہولت کی غرض سے ترتیب دی گئی ہے بچے کی ولادت کے ساتھ ہی بچے کی تربیت کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور والدین پر اس حوالے سے ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے بچے کو صحیح معنوں میں مسلمان اور ملک ومعاشرہ کا مفید شہری بنانے میں اس کی اچھی تربیت کریں جو بچے کے اپنے مفاد میں بھی ہے اور اس کا فائدہ والدین اور ملک ومعاشرہ کو بھی ہوتا ہے اس لیے کہ اچھے لوگوں سے ہی اچھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

کتاب ھذا تربیت اولاد کے حوالے سے ایک بہترین کتاب ہے اس کا مطالعہ ہر ماں باپ کو کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنی اولاد کی بہتر اور اچھی تربیت آسانی سے کر سکیں۔

محمد الیاس عادل

Marfat.com

نیک اور صالح اولاد کی تمنا

اللہ تعالیٰ جن کو نیک اور صالح اولاد کی نعمت سے نوازتا ہے۔ ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور جو بے اولاد اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں اُن کو چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد بارگاہِ الٰہی میں صدق دل سے نیک اور صالح اولاد کے لیے دُعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے برگزیدہ پیغمبروں نے بھی نیک اور صالح اولاد کے حصول کے لیے دعائیں مانگی ہیں اور پروردگار عالم نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

''اے پروردگار! تو عطا فرما اپنی جانب سے نیک اولاد تو ہی تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔'' (آل عمران)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو کہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی یہ ہے

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

''اے پروردگار! تو ہمیں نیک اولاد عطا فرما۔ (الصافات)

Marfat.com

اسقاط حمل کی ممانعت

کسی بھی صورت میں اولاد کو ضائع نہ کریں اور نہ ہی ان کو پیدائش کے بعد قتل کریں اس کی شدید ممانعت آئی ہے یہ بدترین سنگدلی اور ظلم کی انتہا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝

''اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔''

(بنی اسرائیل)

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

''وہ لوگ انتہائی خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو ناسمجھی میں اپنی حماقت سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔'' (الانعام)

حدیث مبارکہ

ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا شرک پوچھا اس کے بعد' ارشاد فرمایا' والدین کی نافرمانی' پھر پوچھا اس کے بعد' ارشاد فرمایا' تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔

Marfat.com

بچہ کی ولادت

بچے کی ولادت کے بعد اسے نہلا دُھلا کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ (طبرانی)

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں بچے کی پیدائش ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو وہ بچہ اُم الصبیان کے مرض سے محفوظ رہے گا۔ (ابو یعلی۔ ابن سنی)

گھٹی دینا

اذان و اقامت کے بعد بچے کے منہ میں میٹھی چیز سے گھٹی دے۔ اس کو تحنیک بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سنت مبارکہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہؓ انصاری رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں ان کو لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت اپنے اونٹ کو دوا لگا رہے تھے میرے ساتھ بچے کو دیکھ کر مجھ سے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ میں نے عرض کیا' ہاں اور چند کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں آپ نے ان میں سے ایک کو لے کر چبایا اور اپنا لعاب مبارک بچے کے منہ میں ڈال دیا بچہ مزے لے کر لعاب مبارک کھانے لگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا' انصار کھجوروں کو کس قدر پسند کرتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری شریف)

نام رکھنا

بچے کا اچھا اور پیارا سا نام رکھنا بھی والدین کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم کو تمہارے نام اور تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔ (احمد۔ ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے ناموں میں بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا میرے نام پر نام رکھو۔ (بخاری و مسلم شریف)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا' جس گھر میں ان تینوں ناموں احمد' محمد' عبداللہ میں سے کسی نام والا شخص ہو اُس گھر میں فقر نہیں آتا۔

اگر کبھی لاعلمی کے باعث بچے کا غلط نام رکھا گیا ہو تو اسے بدل کر اچھا نام رکھ دیا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام برے نام کو (اچھے نام سے) بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاصی' عزیز' عتلہ۔ شیطان۔ حکم۔ غراب۔ حباب نام تبدیلی فرما دیے۔ احرام کا نام بدل کر زرعہ رکھا۔ عاصیہ کا نام جمیل اور برہ کا نام زینب رکھا۔ (سنن ابوداؤد)

عقیقہ کرنا

ساتویں دن بچے کا عقیقہ کرنا سنت ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے۔ ساتویں دن اس کی جانب سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی)

Marfat.com

حضرت ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ اس میں حرج نہیں کہ نر ہوں یا مادہ۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی شریف)

ختنہ کروانا

ختنہ کرانا اسلامی شعائر ہے اس لیے لڑکے کا ساتویں دن ختنہ کروا دیا جائے اگر کسی وجہ سے جلد نہ کروا سکے تو سات برس کی عمر کے اندر اندر ضرور کروایا جائے کہ یہ سنت ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ختنہ ساتویں دن کروا دیا تھا۔

دودھ پلانا

بچے کی ولادت کے بعد اسے دو برس تک دودھ پلانا ماں کی ذمہ داری ہے اگر کسی وجہ سے ماں دودھ نہ پلا سکتی ہو یا ماں انتقال کر جائے یا کوئی بھی وجہ ہو تو اس صورت میں بچے کو دودھ کوئی بھی صالح عورت پلا سکتی ہے اور یہ بچے کی رضاعی ماں ہوگی۔ بچے کو دودھ پلانے کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

"جو باپ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیئے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں اس کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔

(البقرہ:۲۳۳)

Marfat.com

لڑکی کی پیدائش پر ناراض نہ ہو

لڑکی کی پیدائش پر ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی کی ولادت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگہداشت اور پرورش کرے گا قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔ (طبرانی)

Marfat.com

بچے کی ابتدائی تربیت میں ماں کا کردار

بچے کی ابتدائی تربیت میں ماں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے''۔

دنیا کے کسی بھی دین مذہب اور معاشرے میں ماں کے درجے و مرتبے سے انکار نہیں کیا گیا ماں اپنے بچے کی تربیت میں جو کردار ادا کرتی ہے یا کرسکتی ہے اس کے اس کردار کی عظمت کو کسی بھی صورت جھٹلایا نہیں جاسکتا تمام مذاہب عالم کے جید لوگوں نے ماں کی شان و عظمت کے حوالے سے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

......گہوارے میں ماں جو گیت سناتی ہے وہ کفن تک ساتھ چلتا ہے۔ (ٹیپو سلطان شہید)

......ماں تمہارے دکھ کو اس وقت پہچانتی ہے جب تم نے اسے محسوس بھی نہیں کیا ہوتا (ظہیر الدین بابر)

......ماں ایک ایسی ہستی ہے جس کا آپ جب چاہیں سہارا لے سکتے ہیں لیکن وہ سہارا ڈھونڈنے کو بے ضرورت بنا دیتی ہے۔ (ڈوروتھی کین فیلڈ فشر)

......میں نے جو کچھ سیکھا در حقیقت ماؤں سے سیکھا (ڈاکٹر بنجمن سپاک)

......میری ماں خوبصورت ترین عورت تھی جو میں نے دیکھی میں اپنی ہستی کے لیے ماں کا شکر گزار رہوں گا۔ زندگی میں مجھے جو بھی کامیابیاں ملیں وہ میری والدہ کی اخلاقی

Marfat.com

ذہنی اور جسمانی تعلیم کی وجہ سے ملیں۔(جارج واشنگٹن)

......ماں کا دل بچے کا کلاس روم ہوتا ہے۔(ہینڈری والٹ بیچر)

......میں جو ہوں اور جو کچھ بننے کی امید کر سکتا ہوں اس کیلئے میں اپنی فرشتہ سیرت ماں کا مرہونِ منت ہوں۔(ابراہام لنکن)

......ایک ماں کی اپنے بچے کے لیے محبت ایسا جذبہ ہے جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں۔نہ یہ کسی قانون کی پابند ہوتی ہے نہ کوئی خوف اس کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔(اگاتھا کرسٹی)

......تم دراصل کچھ نہیں سمجھے جب تک کوئی معاملہ اپنی ماں سے بیان نہ کر سکو۔ (البرٹ آئن سٹائن)

......ہند کی ملکہ کی حیثیت میں نے بہت شان و شوکت دیکھی ہے لیکن دور کٹیا میں رہنے والی وہ غریب عورت مجھ سے بہتر ہے جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔(ملکہ ہند رضیہ سلطان)

......ننھے بچے اپنی ماں کو کبھی دیوی کے روپ میں دیکھتے ہیں تو کبھی پریوں کے رنگ میں (جوہن گوئٹے)

......دنیا کی خوبصورت چیزیں درجنوں اور سینکڑوں میں اچھی لگتی ہیں۔بہت سے گلاب بہت سے ستارے بہت سے طلوع و غرب اور دھنک' بہن بھائی' رشتے دار لیکن ماں صرف ایک کافی ہوتی ہے (ملکہ نور جہاں)

......جوانی ڈھل جاتی ہے' محبت سرد ہو سکتی ہے' دوستی کے پتے جھڑ سکتے ہیں لیکن ایک ماں کی امید ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔(زرغونہ بی بی والدہ احمد شاہ ابدالی درّانی)

لوگ وہی ہوتے ہیں جو انہیں اُن کی ماؤں نے بنایا ہے۔(شیخ سعدیؒ)

......ایک ماں کہے نہ کہے لیکن وہ ٹھیک ٹھیک سمجھتی ہے جو خامی آپ میں ہے اس لیے ماں سے کبھی بحث نہ کیجئے۔(بنجمن فرینکلن)

......اس شخص سے نفرت بالکل جائز ہے جس نے تمہاری ماں کو ایذا پہنچائی ہو۔ (ماہم انگہ' مغل اعظم کی دایہ)

Marfat.com

......میں جنگ ہارا لیکن عزت کے ساتھ ہارا۔ اگر میری ماں نے حوصلہ نہ دیا ہوتا تو میں لڑے بغیر جنگ ہارتا اور بہت بے عزتی کے ساتھ ہارتا (رانا سانگا)

......میں محمود غزنوی سے تین بار جنگ ہارا ہوں اور اب شرمندگی سے آتما ہتھیا کر رہا ہوں۔ غزنوی کو اس کی ماں نے دودھ پلایا تھا اور میرے باپ نے اپنے حرم کی کنیزوں سے مجھے دودھ پلوایا (راجہ جے پال)

......میں نے اپنی ماں کی قدر نہ کی۔ قدرت نہ میری تخلیق فیاضی سے نہ کی (مہاتما گاندھی)

......قدرت نے اگر ماؤں کو خاص قوت برداشت نے بخشی ہوتی تو دنیا کے پاگل خانے ماؤں سے بھرے ہوتے۔ (ایڈگرائین پوپ)

......ماں کے دل کی اتھاہ گہرائیوں تک صرف اس کی محبت پہنچ سکتی ہے (پبلو پکاسو)

......ماؤں کے بغیر یہ دنیا ایسا باغ ہوتی جس میں کبھی کوئی پھول نہیں کھلتا (سرسید احمد خان)

......ایک فرزند کی سب سے عمدہ دوست اس کی ماں ہوتی ہے۔ (ارسطو)

......کتنی عظیم تھی میری ماں! میری خاطر کتنے دکھ جھیلتی اور پھر میں اسے تنگ کرتا لیکن وہ میرے لیے مسکراتی رہتی۔ (مارک ٹوین)

......ٹیلی فون پر کبھی ایسی بات نہ کہیے جو آپ اپنی ماں کے سامنے نہ کہہ سکیں (تھامس ایڈیسن)

......ایک ماں سے زیادہ بہتر آپ کو کوئی نہیں سمجھتا (بادشاہ غیاث الدین بلبن)

......بچے کو بہترین نیند ماں کے بازوؤں میں آتی ہے (زیب النساء دختر اورنگ زیب عالمگیر)

......ماں کی مسکراہٹ ایسی ہے جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ وہ مسکراہٹ جو اس کے لبوں پر اپنے ننھے منے بچے کو دیکھ کر آتی ہے (ٹونی موریسن)

Marfat.com

مختلف الخیال اور مختلف المزاج رکھنے والے اور دین و مذہب کا اختلاف رکھنے والے سبھی لوگ اس ایک بات پر ضرور متفق ہیں کہ ماں کی عظمت اور شان بہت بلند و بالا ہے اور بچے کی تربیت میں ماں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

ابھی بچہ ماں کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے کہ اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے اور اس کی حرکت کا اثر اس پر ہوتا ہے۔ جس طرح کھانے پینے وغیرہ کی بے احتیاطیوں سے بچہ بیمار اور کمزور پیدا ہوتا ہے' اسی طرح ماں کی بری حرکتوں اور باتوں وغیرہ سے بچہ اخلاقاً کمزور اور بیمار ہوتا ہے' مثلاً ٹھس پڑے رہنے سے بچہ بھی سست طبیعت ہوگا' ماں کی خود غرضانہ حرکتیں بچے کا دل بودا کرتی ہیں' ماں کی چیخ و پکار کی عادت بچے کو خوفزدہ بنا دیتی ہے۔ پس شروع سے اگر واقعی اولاد سے محبت اور سچی محبت ہے' تو ماں اور نہ صرف ماں بلکہ باپ کو بھی اپنی اصلاح کرنی لازمی ہے' خوش مزاجی' چلنا پھرنا' غصہ وغیرہ اور اس قسم کی باتوں سے پرہیز چیخ چلا کر نہ بولنا' کوئی کام اخلاق سے گرا ہوا نہ کرنا پیٹ کے بچے کے واسطے جتنا مفید اور ضروری ہے اسی قدر پیدائش کے بعد بھی ہے' کیونکہ اللہ عزوجل نے جو چیز جس وقت عطا فرمائی' اس وقت سے قابل کام ہے' مثلاً آنکھ' کان' ناک' وغیرہ۔ یہ سب پیدا ہوتے ہی اپنا اپنا کام کرنے لگتے ہیں' یعنی بچہ دنیا میں آتے ہی اپنی آنکھ کان' ناک وغیرہ سے کام لینے لگتا ہے۔ گو شروع شروع میں زیادہ دور کی چیز نہ دکھائی دیتی ہے' نہ سنائی دیتی ہے' مگر جوں جوں دن بڑھتے جاتے ہیں' قوت زیادہ ہوتی جاتی ہے' اور بچہ آواز پر ادھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے روز کے آنے جانے والوں کو پہچاننے لگتا ہے' ماں کی خوشبو ناک میں بس جاتی ہے' کوئی کتنا ہی منہ چھپائے مگر وہ فوراً پہچان لے گا ماں ہے یا نہیں اور رونے لگے گا۔ ہر چیز کو غور سے دیکھے گا۔ اور جوں جوں بڑھتا جائے گا۔ جیسا دیکھے گا خود بھی کرنے کی کوشش کرے گا' یہ زمانہ احتیاط کا ہے کہ بچہ کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جو بری ہو' چیخنا چلانا تو خود ماں کے دودھ کو نقصان پہنچاتا ہے' دوسرے بچہ جو نہایت نازک ہوتا ہے اس غل اور شور کو برداشت نہیں کر سکتا اور اکثر اس کی بدولت اپنے کان جیسی چیز کھو دیتا ہے یعنی بہرہ ہو جاتا ہے' اور جو بچپن سے بہرہ ہوا وہ بات چیت یعنی بولنے سے بھی محروم ہوا۔ کیونکہ بچہ وہی بولتا ہے' جو سنتا

Marfat.com

ہے' اردو بولنے والے کا بچہ اُردو بولے گا۔ انگریز کا بچہ انگریزی عرب کا بچہ عربی۔ جس سے ثابت ہے کہ جو اس کے کان میں پڑے گا اسی پر زبان کھلے گی' اور جب کان ہی جاتے رہے تو کیا سُن کر بولے گا۔ علاوہ اس کے بچہ کے دل کو زور کی آواز دہلا دیتی ہے۔ جو آئندہ اس کے بزدل اور بودے پن کا باعث ہوتی ہے' پس بچوں کے سامنے زور سے بولنا' غصہ کرنا' کوئی خلاف اخلاق بات کرنی یا کسی کو کرنے دینا گویا ان کے حق میں کانٹے بونا ہے اور ان کو آگ کی طرف دھکیلنا ہے۔

پابندی وقت کی عادت ڈالنا:

اگر بچہ کو وقت مقرر کر کے دودھ پلایا جائیگا' اسی طرح اس کو پیشاب وغیرہ کرایا جائیگا' سلایا جائیگا' نہلایا جائے گا' غرض تمام کام اس کے مقررہ وقت پر کرائے جائیں گے تو اول تو ماں کو آرام ملے گا' دوسرے بچہ شروع سے پابند ہو جائیگا گویا یہ اس کی پہلی تربیت ہوگی' جو اس کو تربیت سے ہر کام کرنا سکھائے گی۔

شروع سے بچہ کو اس کا عادی کیا جائے تو وہ اس قدر ہر چیز کو پابند ہو جائیگا۔ آئندہ کسی چیز میں تکلیف نہ ہوگی' ہر چیز اپنی جگہ پر رہے گی' اور ہر چیز کے واسطے جگہ ہوگی' گویا اس طرح اس کو نہ صرف پابندی وقت کی تعلیم ہوگی بلکہ ہر چیز کی ترتیب سیکھے گا۔ اس ترتیب کے واسطے جو باتیں بچے کو سکھانی چاہئیں وہ اختصار کے ساتھ نیچے لکھی جاتی ہیں:۔ (۱) جاگتے ہوئے بچہ کو وقت مقررہ پر سونے کے لیے لٹانا۔ (۲) وقت مقررہ پر سوتے ہوئے اُٹھنا (۳) صبح ہی اُٹھانا اور ہوا خوری کھلی ہوئی ہوا میں۔ (۴) وقت مقررہ اور جگہ مقررہ پر کھانا کھانا۔ (۵) خاص جگہ پر مقررہ وقت پر روزانہ نہانا۔ (۶) بار بار کھانا نہ کھانا یعنی کھانے کے وقت کے علاوہ نہ کھانا۔ (۷) دو برس کی عمر کے بعد خود کھانا کھانا' خود ہاتھ منہ دھونا۔ (۸) صفائی سکھانا۔ ہر وقت ہاتھ منہ صاف رکھنا۔ (۹) دوسروں کی چیز بلا اجازت نہ چھونا۔ (۱۰) دوسروں کی چیز کے بارے میں نہ پوچھنا۔ (۱۱) ہر چیز کے واسطے ایک جگہ مقرر کرنا اور ہر چیز کو اس کی مقرر شدہ جگہ پر رکھنا۔ (۱۲) اِدھر اُدھر نہ پھرنا۔

یہ تمام باتیں بہت آسانی سے ہوسکتی ہیں' اگر کوشش کی جائے اور بچہ کو سکھایا

Marfat.com

جائے تو وہ بڑی خوشی سے ہر بات کو سیکھنے کو آمادہ ہے' بشرطیکہ محبت سے سکھائی جائے' اور ڈانٹ ڈپٹ مار پیٹ بالکل نہ ہو' بچہ ہمیشہ ہر ایک کام اپنے ہاتھ سے کرنا چاہتا ہے' اس عادت کو ترقی دینی چاہیے' اگر معقول کھلونے بچہ کے پاس ہوں تو وہ ادھر اُدھر مارا مارا نہ پھرے گا' اور نہ وہ بے ڈھنگا اُٹھے گا' کیونکہ جب وہ ان کھلونوں کو کھیل کر اپنی جگہ پر رکھے گا' تو اس کا سلیقہ اور ڈھنگ آئے گا۔ یہ کام ماں باپ کا ہے کہ جب وہ کھیل چکے تو پیار محبت سے اسی طرح ان کھلونوں کو اسی سے رکھوا دیں' جس طرح وہ اُٹھاتے وقت رکھتے تھے ہر گھر میں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ایک کمرہ یا ایک کونہ اس کے واسطے ہونا چاہیے' جہاں وہ الگ اپنی چیزیں رکھے۔

توجہ طلب بات:

آپ نے ایسے غیر ذمہ دار والدین بھی دیکھے ہوں گے جو اپنے بچوں کو مناسب وقت' توجہ' شفقت و محبت نہیں دیتے۔ اس کے باوجود آرزو سبھی کی یہ ہوتی ہے کہ ان کے بچے برائیوں سے محفوظ رہیں۔ خوبیاں اپنائیں۔ اچھے اور کامیاب انسان بنائیں۔ بڑے لوگ کہلائیں لیکن چاہنے سے سب کچھ نہیں ہو جاتا۔ آج کی دنیا میں ایک بڑا سانحہ یہ برپا ہوا ہے کہ ماؤں کو بھی اپنے ننھے ننھے بچے بے بی سٹرز کے حوالے کر کے تلاش روزگار میں گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ ایسا اکثر بحالت مجبوری ہوتا ہے لیکن کئی بار زیادہ مال کمانے کی دھن میں۔ آج کی معاشرت نے یہ ظلم بھی ڈھایا ہے کہ گھریلو خاتون کو کمتر سمجھا جاتا ہے اور ملازمت کرنے والی ماؤں کو برتر۔ کیا گھر کی دیکھ بھال زیادہ مقدس فریضہ نہیں ہے؟ تصویر کر دوسرا رخ یہ بھی دیکھئے کہ بچے کا پہلا مدرسہ ماں کی گود بہت اچھا مدرسہ تھی۔ اس کے باوجود بچے ذرا بڑے ہوئے تو ماں کی لوریوں کے ساتھ ساتھ اس کے پڑھائے ہوئے انمول سبق بھی بھول گئے۔ مغربی ماحول اور خراب صحبت کے دیوانے ہو کر خود بھی برباد ہوئے اور اپنے بزرگوں کے خوابوں کی تعبیر خاک میں ملا گئے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ننھے بچوں کو تین چار برس کی عمر ہی سے اچھی تربیت دینی چاہیے۔ اگر کوئی بچہ یا بچی بغیر اچھی تربیت کے بارہ برس کے ہو گئے تو سمجھئے کہ بہت دیر ہو گئی۔ گاڑی چھوٹ گئی۔ روز اول سے ان کے لیے رول ماڈل بن جایئے کہ بچے دیکھتے زیادہ ہیں' سنتے کم ہیں۔

Marfat.com

بچوں کی دیکھ بھال اور والدین کی ذمہ داری

بچوں کی تربیت کے ضمن میں ضروری ہے کہ والدین چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھائیں اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ بچہ کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہونے پائے کسی بے احتیاطی اور غفلت ولا پرواہی سے بچے کی صحت یا اس کے جسمانی اعضاء متاثر نہ ہوں اس حوالے سے درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے جو کہ بچے کی صحت وتندرستی سے تعلق رکھتی ہیں اگر بچہ صحت منداور تندرست ہوگا تو اسے اعلیٰ تربیت کے سانچے میں آسانی سے ڈھالا جاسکے گا۔

بچوں کو اُچھالنا:

اکثر لوگ اپنی طبیعت کو خوش کرنے کے لیے بچوں کو اُچھالتے ہیں' جس سے بچے سسکیاں لینے لگتے ہیں۔ جو ڈرنے کی علامت ہے' اس سے ان میں بودا پن پیدا ہو جاتا ہے' اور ہمت پست ہو جاتی ہے' علاوہ اس کے اندرون جسم کے حصہ اوپر تلے ہونے لگتے ہیں۔ جس سے اکثر جی متلانے لگتا ہے اور اس میں جو کچھ تکلیف ہوتی ہے وہ بڑا آدمی خوب جانتا ہے تو کیا اس تکلیف سے بچے کو بری سمجھا جاتا ہے جبکہ وہ ڈرتا ہے تو چنداں خیال نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ بڑے آدمی کی یہ حالت ہو تو۔ سب دوڑ پڑتے ہیں۔ پھر جو تکلیف بڑے کو ہوتی ہے کیا وہ بچے کو نہیں ہوتی؟

بچوں کو آرام تمام اُٹھانا اور لٹانا چاہیے' اللہ اکبر چند روپے کے پھولوں کے ہار کی

Marfat.com

وہ احتیاط ہوتی ہے کہ پھول نہ دب جائیں ملگجے نہ ہوجائیں الگ نہ ہوجائیں' مگر افسوس یہ پھولوں کا ہار کہ جس کی خوشبو سے کیا تعجب ہے کہ تمام عالم مہکنے کو ہو اس بے غوری بے پرواہی سے اُٹھایا بٹھایا جائے کہ آج یہ پھول (ہاتھ) ڈھیلا ہوگیا' کل وہ دب گیا حالانکہ یہ اس چند روپے والے سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔

بچے کو بٹھانے کی کوشش کرنا:

بعض ماں باپ چھوٹے بچے کو اپنے طور پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر چونکہ بچے میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکے اس لیے کبھی وہ آگے کو لڑھکتا ہے اور کبھی دائیں اور بائیں اور کبھی پیچھے کی طرف گر پڑتا ہے اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں ہوتا اس لیے کہ جن بچوں کو اللہ بزرگ و برتر قوت دیتا ہے وہ خود بیٹھنے لگتے ہیں اور جو نہیں بیٹھ سکتے ان کو بٹھانے کی کوشش کرنا' گویا خلاف قدرت کرنا ہے جس سے ان کی کمر جھک جاتی ہے کمر میں ریڑھ کی ہڈی چھوٹی چھوٹی ہڈیوں سے بنی ہوئی ہے اور ایک دوسرے کے اوپر رکھی ہوئی ہیں جب ان میں پوری قوت ہوجاتی ہے تو کمر سیدھی ہونے لگتی ہے' پس قبل از وقت بٹھانے سے یہ ہڈیاں کمزور ہوجاتی ہیں' اور جسم کا بوجھ پوری طرح نہیں سنبھال سکتیں جس سے کمر آگے کو جھک جاتی ہے' اور اکثر لوگ وقت سے پہلے ہی کُبڑے ہوجاتے ہیں' پس بچے جب تک خود نہ بیٹھیں اُن کو نہ بٹھانا چاہیے۔"

ایک ہاتھ سے بچے کو اُٹھانا:

بچے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھا لینے سے بعض اوقات بچے کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے

اکثر آدمی بچوں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا لیتے ہیں' جس سے بچہ کا کندھا یا ہنسلی جاتی رہتی ہے۔ اگر انسان کی ہڈی کا غور سے معائنہ کیا جائے تو معلوم ہو کہ بازو کی ہڈی کندھے کی ہڈی کے ایک بہت ہی کم گہرے پیالے نما چھید میں یونہی سی لگی ہوئی ہے اور اگر خالق کائنات اُس کو رگوں اور پٹھوں سے نہ جماتا تو ایک لمحہ بھی نہ رُکتی چونکہ بچپن میں پٹھے کمزور

Marfat.com

ہوتے ہیں ذرا ہاتھ گھسیٹنے سے یہ ہڈی اس چھید سے نکل جاتی ہے اور اسی کو مونڈھا جانا کہتے ہیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ ملنے سے یہ اپنی جگہ پر آجاتی ہے' اور آرام ہو جاتا ہے۔ مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر دفعہ جب ہڈی اپنی جگہ سے بے جگہ ہوتی ہے۔ ہاتھ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کسی کیل کو کسی لکڑی کے ٹکڑے میں ایک دفعہ ٹھونک دیا جائے تو وہ پیوست رہے گی۔ مگر نکال کر پھر وہیں ٹھونکا جائے تو وہ پہلی سی مضبوط نہ رہے گی اور بار بار اس طرح کرنے سے ڈھیلی ہو جائیگی یہ تو ہڈی کے واسطے مثال ہوئی۔ دوسری مثال لو ایک ربڑ پتلی سی لے کر اس کو بار بار کھینچا جائے تو وہ لمبی ہو جائے گی اور اس کی سکڑنے کی قوت جاتی رہے گی۔ یہ مثال رگوں اور پٹھوں کے واسطے ہوئی جو بار بار کھینچ کر ڈھیلے ہو جائیں گے اور ہاتھ کو کمزور کر دیں گے' لہٰذا بچوں کو بھول کر بھی ہاتھ پکڑ نہ اُٹھانا چاہیے۔ نہ ان کا ہاتھ پکڑ کر اتنا اونچا کرنا چاہیے کہ مونڈھے سے اوپر نکل جائیں۔ یہی حال پاؤں کا ہے کہ اکثر لوگ پکڑ کر بچے گھسیٹ لیتے ہیں' یا گولا لاٹھی کرتے ہیں' خود ایک چیز کے کرنے میں اور دوسرے کے کرنے میں بڑا فرق ہے' بچہ جو ہاتھ پیر ہلاتا ہے وہ ایک حد کے اندر ہلاتا ہے اور دوسرا آدمی اس بات کو جان نہیں سکتا' ممکن ہے کہ اس سے باہر نکل جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بچہ ہلانا نہ چاہتا ہو اس حالت میں اس کی وجہ سے عام جگہ کے پٹھے اکڑ جائیں گے۔ لہٰذا بچوں کو خود کھیلنے کے واسطے چھوڑ کر تماشہ دیکھنا چاہیے اور خدا کی قدرت کے کاموں میں دخل نہ دینا چاہیے۔

بچے کو کھڑا کرنے کی کوشش کرنا:

اکثر ماں باپ چھوٹے بچے کو جبکہ وہ کھڑا نہیں ہو سکتا اس کو سہارے کے ساتھ یا ویسے ہی کھڑا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسا کرنا بعض اوقات بچے کے جسمانی اعضاء پر برے اثرات بھی ڈال سکتا ہے لہٰذا والدین کو اس بارے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

بچے کے ہاتھ پیروں میں جتنی طاقت آتی جاتی ہے ویسے ہی کام وہ اُن سے لیتا جاتا ہے' بچے کی ہڈیاں ملائم ہوتی ہیں اور سہارے سے زیادہ بوجھ پڑنے سے کچل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جب پیر کی ہڈیاں مضبوط ہو جاتی ہیں تو اللہ جل شانہ کا قانون خود بخود بچے

Marfat.com

کو کھڑا کر دیتا ہے اور جوں جوں قوت بڑھتی جاتی ہے وہ چلتا جاتا ہے' برخلاف اس کے اگر قبل از وقت یعنی بچے کے قدرتی طور سے کھڑے ہونے اور چلنے سے پہلے ہی اس کو کھڑا کیا جائے اور چلایا جائے تو اس کا اثر ہڈیوں میں ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور تھوڑی بہت کجی یعنی جھکاؤ دونوں پیروں کی پنڈلیوں کی ہڈیوں میں ضرور ہو جائیگا اگر زیادہ کمزور ہے تو ٹانگیں ضرور بے نما ہو جائیں گی' اور کمزوری تو پھر ہوگی ہی' بعض کا خیال ہے کہ بچوں کو اگر بیٹھنا یا کھڑا ہونا نہ سکھایا جائے گا تو ان کو کس طرح آئیگا یہ خیال غلط ہے کیونکہ بچے جو کام کرتے ہیں دیکھ کر کرتے ہیں اور اس کے کرنے کی حسب قوت کوشش کرتے ہیں۔ ان باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا قانون ان کا رہنما ہے اور ہوتا ہے۔ اس کا ذاتی تجربہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا وقت سے پہلے بچوں کو نہ کھڑا کرنا چاہیے اور نہ چلانا چاہیے۔ جب ان کے پیروں میں کافی طاقت آ جائے گی' وہ خود ان کاموں کو کرنے لگیں گے'

بچے کو اُٹھانے میں خیال نہ رکھنا:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے نہایت خوشی سے ذرا بڑے بچوں کے حوالہ کر دیئے جاتے ہیں' گویا کہ وہ ان کے واسطے کھلونے یا گڑیاں ہیں ان سے خود اپنا آپ تو سنبھلتا نہیں' مگر بڑے اپنے نفس کو خوش کرنے کے واسطے بچے ضرور ان کو دے دیں گے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آج ہنسلی جاتی رہی' کل کندھا' علاوہ ان کے جو اندرون جسم میں نقصان ہوتا ہے وہ الگ۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ننھا سا بچہ اس قدر طاقت نہیں رکھتا کہ ہچکولوں کو برداشت کر سکے اور اس جسم کی دیگچی میں جو کچھ دال چاول یعنی اندر کے اعضاء ہوتے ہیں ان ہچکولوں سے جو نہ سنبھلنے کی وجہ سے بار بار اس کو دیئے جاتے ہیں' اوپر نیچے ہوتے ہیں اور اس طرح اس کے ہاضمہ میں فتور پیدا کر کے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ انسان اپنی ایک معمولی سے معمولی چیز کا اس طرح خیال رکھتا ہے کہ کہیں کسی بچے کے ہاتھ نہ پڑ جائے کہ وہ اسے خراب کر دے' مگر خدا کی اس نعمت کی قدر جس کے واسطے لوگ منتیں مانتے ہیں' روپیہ خراب کرتے ہیں' حتیٰ کہ دین و ایمان جیسی چیز کی اس کے سامنے پرواہ نہیں کرتے یہ کی جاتی ہے کہ معمولی چیز کی احتیاط ہو مگر اس کی نہ ہو'

Marfat.com

چاہے اس ننھی سی جان کو جس کی ہڈی ابھی اس قابل نہیں کہ وہ اس کو بٹھا سکیں' کوئی بٹھائے' اچھالے یا جو جی چاہے کرے' یہ خدا کی امانت ہے' اور اسی کے پاس زیادہ تر رکھی جاتی ہے' جو اس کے رکھنے کے قابل ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثروں کو یہ داغ مفارقت برداشت کرنا پڑتا ہے کہ قدر نہیں کی جاتی' پس چاہیے کہ ایسے بچہ کے حوالہ بچہ نہ کریں جس میں سمجھنے کی قوت نہ ہو یا ابھی پیدا نہ ہوئی ہو۔

بچے کی پیاس کا خیال نہ کرنا:

بہت سی مائیں اس بات سے لاپرواہی برتتی ہیں کہ بچے کی پیاس کا خیال نہیں رکھتیں خاص طور پر گرمیوں کے موسم میں بچے کی پیاس کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے۔

پیاس انسان کو ہر وقت لگتی ہے جب اندر کا پانی اپنی مقدار سے کم ہو جاتا ہے پس ایسے موقع پر تھوڑا بہت پانی پلا دینا ہرگز نقصان دہ نہیں ہو سکتا۔ مگر عام رواج ہے کہ چاہے بچہ بلک بلک کر بھر جائے' مگر پانی نہ دیا جائیگا۔ گرمی کے دنوں میں جبکہ بڑے پیاس کے مارے پریشان ہوتے ہیں تو اس ننھی سی جان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ جس کے واسطے دنیا میں پہلی ہی گرمی ہو' جو مائیں اس سے واقف ہیں کہ ان کے گھر کا اُجالا پیاس کی شدت سے نڈھال نہ ہونے پائے وہ شروع گرمی سے اس قسم کی غذا استعمال کرتی ہیں کہ ان کے گھر کا اُجالا پیاس کی شدت سے نڈھال نہ ہو' اور پانی کی کمی نہ ہو' علاوہ اس کے اپنے پیارے بچے کے واسطے اس قسم کی ٹھنڈائیاں تیار رکھتی ہیں اور استعمال کراتی رہتی ہیں کہ پیاس کی شدت نہ ہونے پائے۔

بچے کو اکیلا چھوڑنا:

یہ عادت نہایت غلط ہے بچوں کو اتنی عقل نہیں ہوتی کہ وہ اپنا بھلا بُرا سمجھ سکیں اگر بچہ اکیلا ہوگا تو جو چیز اس کا جی چاہے گا اُٹھا لے گا ممکن ہے کہ وہ چیز بھاری ہو اور چھوٹ کر اس کے ہاتھ یا پیر پر پڑے۔ ممکن ہے کہ وہ چیز مثل چاقو قینچی وغیرہ کے تیز ہو اور اپنے جسم کو اس سے زخم پہنچائے' ممکن ہے کہ وہ چیز مضر ہو اور وہ اس کو کھائے بہر حال اکیلا چھوڑنا خالی

Marfat.com

نقصان سے نہیں، مگر بعض جگہ جہاں مجبوری ہو کہ سوائے ماں کے اور کوئی نہ ہو اور ماں کو گھر کے کام دھندوں کی وجہ سے اکیلا چھوڑنا پڑے اس وقت ضروری ہے کہ بچے کے آس پاس اور اس کی پہنچ کے اندر کوئی چیز ایسی نہ چھوڑی جائے کہ جس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، بلکہ چند بے ضرر کھلونے اس کے آس پاس اس کی مصروفیت کے واسطے رکھ دینے چاہئیں۔ چھوٹے سے چھوٹا نقصان جو بچپن میں پہنچ جاتا ہے، آئندہ کے بڑے سے بڑے نقصان سے زیادہ مضر ثابت ہوتا ہے کہ بچے کے دل میں ڈر بیٹھ جاتا ہے جس کا اثر دل و دماغ کو کمزور کیے بغیر نہیں رہتا۔ بچوں میں اپنے بچے کو اکیلے چھوڑ دینا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے کہ بچے کو اکیلا چھوڑ دیا جائے اکثر اس قسم کے قصے سننے میں آئے ہیں کہ بچوں نے ایک کا گلا دبا دیا یا دھکا دے دیا اور چڑھ کر بیٹھ گئے، جس سے نہ صرف چوٹ بلکہ جان کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ ننھے ننھے بچوں کے ماں باپ یہ سننے پر بھی کچھ زیادہ پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے بچوں میں سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کا خیال رکھیں گے حالانکہ کھیل ہی کھیل میں دوسرے بچے اسے تکلیف پہنچا سکتے ہیں ننھے ننھے بچوں کی ماؤں کو ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ کہ بچوں میں شیر خوار بچے کو نہ چھوڑا جائے۔

بچے کو ہر وقت گود میں چڑھائے رکھنا:

بعض مائیں بچے کو ہر وقت گود میں چڑھائے رکھتی ہیں خود بھی تنگ ہوتی ہیں اور بچے کی عادت کو بھی خراب کرتی ہیں۔ ہر وقت گود میں چڑھائے رکھنے سے بچہ کمزور ہوتا ہے، ایک تو بڑے آدمی کے بدن کی سہار نہیں ہوتی دوسرے گود میں رہنے سے اس کو موقع نہیں ملتا کہ وہ اپنے ہاتھ پیر آزادی سے ہلا سکے۔ جو اس کے واسطے اتنا ہی ضروری ہے، جتنا بڑے آدمی کے واسطے چلنا پھرنا، بعض لوگ بچوں کو ہاتھ پاؤں چلاتے دیکھ کر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ گود میں آنے کے واسطے ہمک رہا ہے یہ خیال ان کا بالکل غلط ہے اور اپنا دل خوش کرنے کے واسطے ان کو اس ننھی سی جان کی آزادی میں خلل نہ ڈالنا چاہیے، جو ان کے بس میں ہے۔ اور بے زبان ہے اور جہاں تک ممکن ہو بغیر ضرورت کے ہرگز گود میں نہ لینا چاہیے۔ جس طرح انسان کو ورزش جسمانی کی ضرورت ہے، اسی طرح بچوں کو بھی ہے اور اس

Marfat.com

کمی کو ہاتھ پاؤں ہلا کر پوری کرتے ہیں۔

غذائی احتیاط:

بچے کو غذا دینے کے معاملے میں نہایت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے بچے کی جسمانی ضرورت کے مطابق بچے کو غذا دی جائے تو اس سے بچے کو فائدہ ہوگا چونکہ یہ بچے کی صحت کا معاملہ ہے لہٰذا ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ ایسی غذا بچے کو نہ دی جائے جو بجائے فائدہ پہنچانے کے بچے کی صحت پر منفی اثر ڈالے بچے کو تو جو بھی چیز ہاتھ میں کھانے کی پکڑائی جائے گی وہ لازمی طور پر اسے اپنے منہ میں ڈالے گا اور اس کو کھانے کی کوشش کرے گا خواہ اس کو چبا سکے یا نہ چبا سکے۔

اللہ جل شانہٗ نے جس کو جس قابل بنا دیا ویسے ہی اس کے واسطے سامان مہیا کر دیئے' جب تک دانت نہ تھے وہ غذا عطا فرمائی جو بغیر دانت کی مدد کے کھائی جا سکے' اور ہاضمہ میں فرق نہ آئے۔ جب دانت دیئے تو دنیا کی تمام کھانے کی چیزیں کھلائیں' مگر حضرت انسان ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کے خلاف دانت نکلنے سے پہلے ہی روٹی کا ٹکڑا یا اس قسم کی غذا مل دل کر کھلانی شروع کر دی جس کے واسطے دانتوں کا ہونا ضروری اور لازمی تھا۔ کہنے کو تو یہ ہے کہ دانت سے چبایا ہی تو جاتا ہے' بس اس کام کو ہاتھ سے کر دیا کہ مل دل کر چبا لے کے برابر ہی کر دیا' تو پھر اب کیا نقصان ہے۔ اس کی کیا خبر کہ چبانے سے منہ میں ایک رطوبت یا تھوک پیدا ہوتا ہے۔ جو نوالے میں مل کر اس کو جلدی ہضم کرتا ہے' مل دل تو لیا۔ مگر اس رطوبت کو کہاں سے لایا جائیگا مگر یہ باتیں ایسی ہیں۔ جن کو ہر شخص نہیں جانتا حالانکہ ان کا جاننا ہر شخص پر فرض ہے' جیسا کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كل مسلم و مسلمة یعنی سب مسلمانوں پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

اللہ رب العزت نے تو ایسا قانون بنا دیا ہے کہ جس جس قابل بچہ ہوتا ہے ویسے ہی سامان بہم پہنچتے جاتے ہیں' سب سے پہلے آگے کے دانت نکلتے ہیں جو کترنے کے کام آتے ہیں' جن سے یہ مطلب ہے کہ معدہ اس قابل ہو گیا ہے' کہ وہ چیزیں بچہ کھا سکے' جو کتر کر کھانے کی ہیں۔ جیسے نرم نرم پھل جو واقعی خون پیدا کرنے کے واسطے بہت ہی عمدہ ہوتے

Marfat.com

ہیں، روٹی وغیرہ یعنی جو چیزیں ڈاڑھ سے چبانے کی ہیں وہ بچہ کو اس وقت ہرگز ہرگز نہ دینا چاہیے، جب تک ڈاڑھ نکل نہ آئے، ورنہ بے شک خلاف قانون قدرت ہوگا، اس قسم کی بے احتیاطیوں کا اثر ایسا ہے کہ ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا، مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بچوں کی اکثریت بڑے ہو کر کند ذہن اور جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے۔

بچے کے دانتوں کا خیال رکھنا:

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بچے کے دانت نکل جاتے ہیں تو ان کی حفاظت سے غفلت اور لاپرواہی سے کام لیا جاتا ہے بچے کے دانت نکلنے کے زمانے میں جو احتیاط کرنی چاہیے اس کا علم بھی ایک ماں کو ہونا چاہیے بچے کے دانت نکلنا کوئی بیماری نہیں ہے، مگر انسان نے اپنی لاپرواہی اور بے احتیاطی سے اس کو بیماری سے زیادہ مہلک بنا دیا ہے، اللہ بزرگ و برتر کسی کو سہار سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

جانوروں کے سینگ بھی کھال پھوڑ کر نکلتے ہیں، مگر ان کی آنکھیں دکھتی ہیں نہ دست آتے ہیں، وہ کھیلتے کودتے چھلانگیں مارتے پھرتے ہیں۔ اور سینگ بڑے بڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے دانت بھی اسی طرح نکل آتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ حسب منشاء قانون الٰہی کام کرتے ہیں، اسی کے مطابق کھاتے پیتے ہیں، جن جانوروں کے بچوں کو پکڑ کر پالا جاتا ہے وہ قانون الٰہی کی منشا کو پورا نہیں کر سکتے، اور ان کو جو دیا جاتا ہے وہی کھاتے پیتے ہیں تو وہ بھی ایسے موقعوں پر مر ہی مر کے بچتے ہیں، اگر اپنے پیارے بچے کو شروع ہی سے جب تک دانت نہ نکلیں کوئی ایسی چیز نہ دی جائے۔ جس کے واسطے دانتوں کی ضرورت ہوتی ہے، یا کوئی سخت کھلونا نہ ہو کہ جس سے وہ مسوڑوں کو رگڑیں اور اس طرح ان کو سخت بنالیں، قبض کا خیال رکھا جائے کہ یہ نہ ہونے پائے اور دانت نکلنے پر تو قبض کا بہت ہی خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس وقت میں اس قبض کی بدولت بچوں کو وہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ جس کو کیڑے کہتے ہیں یعنی ہاتھ پیر اکڑنے لگتے ہیں، اور منہ سے جھاگ نکلنے لگتے ہیں۔ اگر یہ مرض زیادہ ہو گیا تو بچے کم بچتے ہیں۔ اگر ان سب امور کا خیال رہے تو انشاء اللہ بچوں کے ہنستے کھیلتے دانت نکل آئیں گے اکثر انگریزی تقلید کے دلدادہ مسوڑوں پر نشتر لگوا دیتے ہیں

Marfat.com

تو اگر واقعی اس کی ضرورت ہو تو دوسری بات ہے کہ جان بچانا فرض ہے۔ اور اس کے ساتھ کوشش کرنا لازم ہے مگر خواہ مخواہ نشتر لگوانا دانتوں کو کمزور کرتا ہے' اس سے جلد دانت کمزور ہو جاتے ہیں' اور اگر زیادہ احتیاط نہ کی تو مسوڑے دانتوں کی جڑیں چھوڑ کر ان کو جلد گرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

دانت نکل آنے پر ان کی صفائی اچھی طرح کرنی چاہیے' کوئی کھانے کا ٹکڑا لگا نہ رہے' کہ سڑ کر خرابی پیدا کر دے خیال ہوتا ہے کہ دودھ کے دانت ٹوٹ کر نکلیں گے تو ان کی حفاظت کریں گے' یہ خیال غلط ہے' کیونکہ اول تو جب شروع ہی سے صفائی کی بچہ کو عادت نہ ڈالی تو پھر کیا صفائی ہو گی۔ دوسرے کھانے کے ذروں کے سڑنے سے جو مرض پیدا ہو جائے گا وہ پکے دانتوں کو بھی لگے گا۔ لہٰذا شروع ہی سے دانت صاف کرنے چاہئیں۔

سب سے بڑی چیز تو پیٹ کی ہے کہ جس کا اثر بدن کے ہر حصہ پر پہنچتا ہے اور سرسری دانت بھی محفوظ نہیں رہتے' یہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں پیٹ کا اثر دانت پر اور دانت کا پیٹ پر ہوتا ہے' اگر دانت نہ ہوں تو انسان دنیا کی بہت سی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور اگر ان کا بغیر دانت کے مل دل کر کھائے تو وہ پیٹ میں رنگ لائے بغیر نہیں رہتیں' اس وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ بوڑھا اور بچہ برابر ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں صرف وہی غذا کھانے کے قابل رہ جاتا ہے جس کے واسطے دانتوں کی ضرورت نہ ہو جیسے دودھ جو بچے کی بھی غذا ہے' اور اس درجہ میں وہ بچہ کے برابر ہو جاتا ہے۔

سخت برش استعمال نہ کرنا چاہیے کہ یہ دانتوں کے روغن کو چھیل ڈالتی ہے۔

بچے کی اچھی تربیت کے لیے بچے کی اچھی صحت کا ہونا ضروری ہے:

ان سطور کے لکھنے کے بعد ہم توقع کرتے ہیں کہ تمام بہنیں اس طرف توجہ کریں گی اور دنیا کے ذخار اور طوفانی بحر نا پیدا کنار کے جھکولوں کا مقابلہ کرنے کے واسطے اپنی پیاری اولاد میں کافی قوت پیدا کرنے کی کوشش کریں گی۔ کیونکہ جب تک بدن میں طاقت اور تندرستی ٹھیک نہ ہو گی' نہ تو حافظہ ہی ٹھیک رہ سکتا ہے اور نہ دل میں پڑھنے کی اُمنگ پیدا ہو سکتی ہے' تعلیم کے واسطے دونوں چیزیں اتنی ہی ضروری ہیں جتنی پیٹ بھرنے کے لیے غذا'

Marfat.com

پیاس بجھانے کے لیے پانی۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ تندرستی اور قوت کا آج کل بالکل بھی خیال نہیں کیا جاتا اور چند برس کے بچے کو جس کی صحت پہلے ہی سے خراب ہے اپنے سکون اور آرام کی خاطر سکول میں بھیج دیا جاتا ہے بچے کی صحت' دماغی وجسمانی حالت اتنا بڑا بوجھ برداشت کرنے کی بالکل بھی طاقت نہیں رکھتی لامحالہ اس کا اثر بچے کے دماغ پر اچھا نہیں پڑتا اور اس کی وجہ سے حافظہ خراب ہوتا ہے' سبق یاد نہیں ہوتا' اور استاد کو مارنے سے کام چاہے سر پر لگے یا کہیں اور' کیا جب تک اس کی صحت درست نہ ہو اس مار پیٹ سے بچہ پڑھے گا۔ اس کے اوسان رہے سہے تو مار کے ڈر سے غائب ہوئے۔ اگر شام تک رٹا کرے تو کیا مگر برخلاف اس کے جن کی صحت اچھی ہے' اور پہلے ہی اچھی رہی وہ ذہین کہلاتے ہیں طباع کہے جاتے ہیں۔ اصل میں ایک حد تک نہ وہ کند ذہن ہیں' نہ یہ طباع جیسا جس کے ماں باپ نے کر دیا ہو گیا۔

علاوہ اس کے جب بچے کمزور اور مریض رہیں گے تو ان کی اولاد اور بھی نحیف ونزار ہوگی' اور اس طرح وہ قوت اور علم دونوں چیزیں گھٹتے گھٹتے ایک دن معدوم ہو جائیں گی۔ ان کو سنبھالنا ہمارا کام ہے اور یہ اسی حالت میں ہو سکتا ہے' جبکہ شروع سے بچے کی صحت اور تندرستی کا خیال رکھا جائے کمزور بچہ یا کمزور آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتے اور چونکہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی اور جائے عمل ہے صحت وتندرستی ہوگی تو آخرت کے لیے کچھ نیک اعمال ذخیرہ کرنے کی کوشش کرے گا اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ جو بچوں کی تندرستی اور تربیت جسم کی پرواہ نہیں کرتے' وہ ان بے بسوں کی نہ صرف دنیا بلکہ آخرت بھی خراب کرتے ہیں۔

یہاں ایک قصہ بیان کرنا غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حکیم افلاطون کے ایک دوست نے اپنا لڑکا حکیم کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ اس کو اپنا لڑکا سمجھ کر تعلیم وتربیت فرمائیں' میں پانچ برس کے بعد آپ کے پاس سے اس کو لے جاؤں گا حکیم نے اس بچہ کو بغور دیکھا تو اس کو کمزور پایا۔ فوراً اپنے نوکر کو بھیج کر جو سب سے زیادہ مشہور پہلوان تھا' اس کو

Marfat.com

بلوایا اور تین برس کے واسطے اس بچے کو اس کے سپرد کر کے کہا اس کو خوب کثرت کراؤ' عمدہ عمدہ غذا کھاؤ جو خرچ ہوگا ہم دیں گے' مگر تین برس کے بعد اس کا کوئی عضو کمزور نہ رہ جائے۔ وہ پہلوان اس بچے کو لے کر چلا گیا' مگر اس کا باپ جو یہ سب باتیں سن رہا تھا بہت حیران ہوا' اور کہا کہ جناب میں نے اس بچے کو تعلیم کے لیے آپ کے سپرد کیا ہے نہ کہ پہلوانی سیکھنے کو حکیم نے کہا کہ ''جو باتیں تم جانتے نہیں ان میں دخل کیوں دیتے ہو۔ تم نے پانچ برس کے واسطے میرے سپرد کیا ہے۔ اس کے بعد تم مجھ پر اعتراض کرنا۔ اس سے پہلے اس معاملہ میں بات نہ کرو۔'' چونکہ دوست کو حکیم صاحب پر پورا بھروسہ اور اعتقاد تھا اور افلاطون کی عقل مندی مانی ہوئی تھی' وہ سن کر چلا گیا' ادھر حکیم نے تین برس میں جو جو بچے کمزوریاں تھیں وہ نکال دیں' تین برس کے بعد وہ بچہ ہٹا کٹا تندرست اور طاقتور بن گیا' تو دو برس میں سب پڑھا دیا' جب اس کا باپ آیا تو اس سے کہا کہ امتحان لے لو اور لے جاؤ' تم ایک کمزور بوری میرے پاس لائے میں اگر اس میں مال بھرتا تو وہ پھٹ جاتی۔ تو میرے واسطے لازم بھی تھا کہ اس بوری کو اتنا مضبوط کر دوں کو جو کچھ بھی اس میں بھرا جائے وہ اس میں سے گرنے نہ پائے۔ جب اس قدر مضبوطی اس میں آ گئی تو پڑھنا آسان تھا۔

اس حکایت سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ جسم میں قوت ہوگی تو سب چیز کی سمائی ہوگی' سب کچھ اچھا معلوم ہوگا عقل بھی تیز ہوگی' دماغ سے باتیں بھی خوب خوب نکلیں گی اور اگر صحت خراب ہے تو آج سر میں درد ہے اور کل پیٹ میں' آج زکام ہے تو کل بخار ذرا کتاب پر نظر جمائی اور سر چکرایا' ذرا کسی چیز پر غور کیا اور سر میں درد ہو گیا' نہ کچھ سوچا جا سکتا ہے' نہ سما سکتا ہے نہ پڑھنے کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے مزاج چڑچڑا بات کریں تو کاٹنے کو دوڑیں۔

بچوں کی اچھی تربیت کرنا:

بچے کی اچھی تربیت کرنا والدین کی ذمہ داری ہے تا کہ بچہ بڑا ہو کر معاشرے کا مفید شہری اور ایک اچھا مسلمان بنے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ''جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سکھا

Marfat.com

دو پھر مت پرواہ کرو کہ کب مرے اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دو۔"

(ابن سنی)

"حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

اولاد سے پیار کرنا

والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد سے پیار و شفقت کریں اور ان کے ساتھ بلاوجہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار کر رہے تھے یہ دیکھ کر اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں' میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی ایک کو بھی پیار نہیں کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نگاہ مبارک اٹھائی اور فرمایا' اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

اولاد سے ناانصافی نہ کرو

اولاد کے ساتھ برابری روا رکھی جائے اور ان سے انصاف کیا جائے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے والد مجھے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک غلام تھا میں نے اس لڑکے کو بخش دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کیا اپنے سب لڑکوں کو دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

Marfat.com

کہ تو اس غلام کو واپس لے لے۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ کیا تو نے اپنے سب لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری و مساوات کا معاملہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ ارشاد فرمایا تو پھر مجھے گواہ مت بناؤ میں ظلم کا گواہ نہ بنوں گا۔ (بخاری و مسلم)

لڑکیوں کی تربیت کا اجر

لڑکیوں کی اچھی تربیت کرنے کا اجر بہت زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنے کھانے پینے میں اسے شریک کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی سوائے اس کے کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل معافی نہ ہو۔ اور جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی اور انہیں تعلیم و تربیت دی اور ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو ایسے شخص کے لیے اللہ نے جنت واجب کر دی۔ اس پر ایک شخص نے کہا اگر دو ہی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو لڑکیوں کی سرپرستی پر بھی یہی اجر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے اُس کی دو بہتر چیزیں لے لیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو بہتر چیزیں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا اس کی دو آنکھیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

Marfat.com

اولاد کو اچھے آداب واخلاق سِکھانا

اولاد کو اچھے آداب اخلاق سکھانا ماں باپ کی ذمہ داری میں شامل ہے اور اس کا اجر بھی اللہ رب العزت نے مقرر کیا ہوا ہے جس کا فائدہ ماں باپ کو دنیا اور آخرت میں ہوگا ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"کوئی شخص اپنی اولاد کو ادب سکھائے تو وہ اس کے لیے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔" (ترمذی شریف)

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے،

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔" (ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تربیت اولاد کو کس قدر ضروری خیال کرتے تھے۔ اور اگر سچ پوچھو تو واقعی تربیت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے بچے کو اشرف المخلوقات بنا دے۔ اگر کسی چور لٹیرے قزاق کو اعلیٰ علم پڑھایا جائے تو وہ اس علم سے اپنی چوری قزاقی ہی میں فائدہ حاصل کرے گا اور طرح طرح کے طریقے اس کے نئے سوچے اور بنائے گا اور اس قدر زبردست چور ہوگا کہ کم ہی اس کا مقابلہ وغیرہ کر کے اس کو پکڑ سکیں گے یہ تربیت ہی ہے جو علم سے جائز اور ناجائز فائدہ حاصل کرنا سکھا سکتی ہے کسی نے کیا خوب لکھا ہے کہ دس میں نو آدمی تعلیم کی وجہ سے بگڑ جاتے ہیں،

Marfat.com

جس کا مطلب یہ ہی ہے کہ عادتیں تو پہلے ہی خراب ہو چکی تھیں اب جو ملی تعلیم تو ان ہی عادتوں کو جلا کرتی چلی گئی، قلعی کا کام چمکا دینا ہے خواہ برتن تانبے کا ہو یا پیتل کا لوٹا ہو یا کٹورا، یہ اس کا کام نہیں کہ لوٹے کو کٹورا بنا دے یا اس کا ٹپکنا بند کر دے، جیسا بھی ہوگا اس ہی کی جلا ہوگی، مگر یہاں یہ لکھ دینا ضروری ہے کہ علاوہ تربیت کے تعلیم اور طریقہ تعلیم ضروری چیزیں ہیں ایک قلعی گر برے سے برے برتن پر اعلیٰ درجہ کی قلعی کر کے اس کو چمکا دیتا ہے اور دوسرا صاف سے صاف برتن پر بھی عمدہ سے عمدہ قلعی نہیں کر سکتا، ایک کی قلعی دیر پا ہوتی ہے، دوسرے کی جلد اڑ جاتی ہے تو اس میں ایک تو اعلیٰ سامان قلعی کی ضرورت ہے، اور اس سے زیادہ عمدہ اور ماہر قلعی گر کی، یعنی عمدہ کتابیں لائق اور خلیق استاد کی جو گہرا نقش کر سکے صرف بدن پر نہیں بلکہ دل پر جو کبھی محو نہ ہو، لہٰذا اپنی پیاری اولاد کے واسطے روپیہ پیسہ کا لالچ نہ کرنا چاہیے، اور لائق استاد کے سپرد کرنا چاہیے مگر یہ تو بعد کی باتیں ہیں، پہلے تو تربیت ہی ہے، جو ماں کی آغوش میں حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہاں ان باتوں اور طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے بچوں کو بچانا ضروری ہے یا جن کا ان میں پیدا کرنا لازمی ہے۔

سچائی کی اہمیت کے متعلق بتانا:

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ ایک سچائی ہی ہے، جس کو چھوڑ کر آج مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں ایک یہی وہ زبردست سکون ہے جس پر اسلام کی بناء ہے قرآن حکیم کی سورۃ المؤمن آیت ۲۸ میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝

(اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا بہت جھوٹے بولنے والا ہو)

اسی طرح مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اور خلط ملط مت کرو سچ کو جھوٹ کے ساتھ اور مت چھپاؤ سچ کو جس حالت میں کہ تم جانتے ہو۔" (البقرہ-42)

Marfat.com

جھوٹے کے لیے وعید کر ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے تباہی ہے۔'' (الجاثیہ۔7)

بچوں کو ابتداء سے ہی دین کی طرف رغبت کرنے کی تعلیم دینی چاہیے اور ان کو پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں جو اخلاق کو سنوارنے اور ہر معاملے میں سچ بولنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں بتائیں اور گاہے بگاہے اُن کو احادیث مبارکہ سناتے رہا کریں اس سے بچوں کی تربیت میں مدد ملتی ہے بچوں کو جھوٹ سے نفرت اور سچ بولنے کی ترغیب حاصل ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں جو سچ بولنے کی ضمن میں بچوں کی تربیت میں بہترین معاون ہیں۔

حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھوٹ سے بچنے اور سچائی کو لازم پکڑنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''سچائی کو لازم کر لو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی راہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف فرما تھے کہ میری والدہ نے مجھے بلایا کہ آؤ تمہیں دوں۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا" کیا چیز دینے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کھجور دوں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اگر تو نہ دیتی تو تیرے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔'' (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

"ہلاکت ہے اس کے لیے جو بات کرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے اس کے لیے ہلاکت ہے۔" (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"بندہ پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ کو نہ چھوڑے اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑے اگر چہ سچا ہو۔" (احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"جھوٹ سے منہ کالا ہے اور چغلی سے قبر کا عذاب۔" (بیہقی)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان سے مخالف ہے۔" (احمد)

حضرت سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بڑی خیانت کی بات یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔" (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جوان دونوں آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔" (بخاری شریف)

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بچوں کو ایسے اسلامی واقعات سنایا کریں جن سے ان کو سچ

Marfat.com

کی اہمیت اور جھوٹ بولنے کے نقصان کے بارے میں پتہ چلے اور چونکہ بچے قصوں اور واقعات کو دلچسپی سے سنتے ہیں اس لیے احادیث مبارکہ کی روشنی میں ایسے واقعات ان کو گاہے بگاہے سناتے رہا کریں کہ جس سے ان کی سچ کی طرف راغب ہونے کی تربیت ہو جائے وہ اپنی زندگیوں میں ہمیشہ سچائی کو شامل رکھیں اور جھوٹ سے ہر ممکن طور پر اجتناب کریں چنانچہ اس حوالے سے ذیل میں دو مشہور واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

تفسیر عزیزی میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ میں چار بری عادات ہیں ایک یہ کہ میں بدکار ہوں دوسری یہ کہ میں چوری کرتا ہوں تیسری یہ کہ شراب نوشی کرتا ہوں چوتھی یہ کہ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ آپ ان میں سے ایک کے بارے میں ارشاد فرمائیں جسے میں آپ کی خاطر چھوڑ دوں۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"جھوٹ نہ بولا کرو۔"

اس شخص نے اس بات کا وعدہ کیا کہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو اس کا دل شراب پینے کے لیے چاہا اور پھر بدکاری کی طرف مائل ہوا تو اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر صبح کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پوچھیں گے کہ رات کو تم نے شراب پی اور بدرکاری کی؟ تو میں کیا جواب دوں گا اگر ہاں کہوں گا تو شراب نوشی اور زنا کی سزا دی جائے گی اگر نہ کہوں گا تو یہ بات عہد کے خلاف ہوگی۔

یہ بات سوچ کر وہ شخص ان دونوں کاموں سے باز رہا جب ذرا مزید رات گزری اور خوب اچھی طرح اندھیرا چھا گیا تو اس نے چوری کے ارادے سے گھر سے باہر نکلنا چاہا اسے پھر یہی خیال آ گیا کہ اگر کل حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گا اگر ہاں کروں گا تو چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ اور اگر انکار میں جواب دوں گا تو یہ عہد کی خلاف ورزی ہوگی چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ اس جرم کو کرنے سے بھی باز آ گیا جب صبح ہوئی تو وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت

Marfat.com

اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بری عادتیں مجھ سے چھوٹ گئیں یہ سن کر حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش ہوئے۔

صحیح بخاری میں ایک قصہ بیان ہوا ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس قصے کا تعلق زمانہ جاہلیت سے ہے' مگر اس سے واضح ہوتا ہے کہ جھوٹی قسم کس طرح زندگی ہی میں وبال لے آتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان رکتے ہیں کہ خاندان بنو ہاشم کے ایک آدمی کو قریش کے کسی اور خاندان سے تعلق رکھنے والے شخص نے مزدوری پر رکھا۔ وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں میں جا رہا تھا کہ اس کے پاس سے ایک اور ہاشمی گزرا' جس نے اپنے ٹوکرے کا کنڈا باندھنے کے لیے اس ہاشمی مزدور سے ایک بندھن مانگا۔ ہاشمی مزدور نے مالک سے پوچھے بغیر اسے اونٹ باندھنے کا ایک بندھن دے دیا۔ جب انہوں نے پڑاؤ کیا تو سب اونٹوں کو باندھ دیا گیا مگر ایک اونٹ نہ باندھا گیا۔ مالک نے پوچھا کہ اس اونٹ کو کیوں نہیں باندھا گیا' تو ہاشمی مزدور نے کہا کہ اس کی رسّی نہیں ہے۔ مالک نے پوچھا کہ اس کی رسّی کہاں گئی اور یہ معلوم ہونے پر کہ رسّی دے دی گئی ہے' اُسے اتنا غصہ آیا کہ اس نے ہاشمی مزدور کے ایک لاٹھی ماری جو مہلک ثابت ہوئی۔

جب وہ مزدور زخمی پڑا تھا' اس کے پاس سے یمن کا کوئی شخص گزرا۔ ہاشمی مزدور نے اس سے پوچھا کہ کیا تم میرا ایک پیغام پہنچا دو گے۔ اس شخص نے ہامی بھر لی' تو ہاشمی مزدور نے کہا کہ جب تم حج کے لیے جاؤ تو وہاں پکارنا کہ اے آلِ قریش جب وہ تمہیں جواب دیں تو پھر پکارنا کہ اے بنو ہاشم جب وہ بھی تمہیں جواب دیں تو پھر جب ابو طالب کا پوچھنا اور انہیں بتا دینا کہ اس شخص نے مجھے ایک رسّی کے عوض قتل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ہاشمی مزدور مر گیا۔

جب اس کا مالک مکہ مکرمہ واپس گیا تو جناب ابو طالب سے ملا۔ انہوں نے پوچھا کہ ہمارے آدمی کا کیا بنا۔ مالک نے کہا کہ وہ تو بیمار پڑ گیا تھا۔ میں نے اچھی طرح اس کی

Marfat.com

دیکھ بھال کی تھی مگر وہ مر گیا تو پھر میں نے اس کا کفن دفن کا بندوبست کر دیا۔۔۔۔ کچھ دیر گزری تو وہی یمنی، جس کو ہاشمی مزدور نے پیغام دیا تھا' موسم حج میں وہاں آ گیا۔ اس نے آ کر پکارا کہ اے آلِ قریش۔ جواب ملا کہ یہ ہیں قریش پھر اس نے پکارا کہ اے بنو ہاشم۔ کہا گیا کہ یہ ہیں بنو ہاشم۔ پھر اس نے کہا کہ ابو طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں ابو طالب۔ یمنی نے جناب ابو طالب کو بتایا کہ مجھے فلاں شخص نے کہا تھا کہ میں آپ کو یہ پیغام پہنچادوں کہ اسے اونٹ باندھنے کی ایک رسّی کے عوض قتل کر دیا گیا ہے۔

اب جناب ابوطالب اس شخص کے پاس آئے جس نے ہاشمی مزدور کی جان لی تھی' اور اس کے سامنے تین باتیں رکھیں کہ تینوں میں سے کوئی ایک منظور کرلو۔ جناب ابوطالب نے کہا کہ یا تو تم خون بہا کے طور پر سو ۱۰۰ اونٹ دو کیونکہ تمہیں نے اسے قتل کیا ہے یا پھر تمہارے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھالیں کہ تم نے اُسے قتل نہیں کیا یا پھر ہم تمہیں اس کے عوض قتل کر دیں گے۔

وہ شخص پھر اپنے قبیلے والوں کے پاس آیا اور ان سے بات کی تو وہ جھوٹی قسم کھانے کو تیار ہو گئے۔ پھر جناب ابوطالب کے پاس ایک عورت آئی جو خود بنو ہاشم میں سے تھی' مگر اس کی شادی قاتل کے قبیلے کے کسی شخص سے ہوئی تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ اس نے جناب ابوطالب سے درخواست کی کہ میرے اس بیٹے کو قسم لینے سے مستثنیٰ کر دیجیے۔ جناب ابوطالب نے اس کی درخواست کو قبول کرلیا اور اس کے بیٹے کو مستثنیٰ کر دیا۔ پھر ایک اور شخص جناب ابوطالب کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے سو ۱۰۰ اونٹوں کے مقابلے میں پچاس آدمیوں کی قسم رکھی ہے۔ تو گویا ایک شخص کی قسم کے مقابلے میں دو اونٹ ہوئے۔ تو آپ یہ دو اونٹ لے لیجیے اور مجھ سے قسم نہ لیجیے۔ جناب ابوطالب نے اس کی بات مان لی۔ باقی اڑتالیس آدمیوں نے آ کر جھوٹی قسم کھالی کہ ہمارے آدمی نے اس ہاشمی مزدور کو قتل نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قصے کو بیان کر کے آخر میں فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ ایک سال کے

Marfat.com

بعد اُن اڑتالیس آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔'' (ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اور فسق وفجور جہنم میں لے جاتا ہے۔'' (مسلم شریف)

یعنی جھوٹ آدمی کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے اس لیے ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی پیاری اولاد کو جہنم کی طرف جانے سے بچائیں اور بچوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں کہ جس سے ان میں سچ بولنے کی خوبی پیدا ہو جائے اس ضمن میں والدین ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

(۱) کبھی بچوں سے جھوٹ نہ بولیں

(۲) چھوٹے بچے سے کبھی یہ نہ پوچھو کہ یہ کس نے دیا' یا کس نے مارا کیونکہ نہ تو اس کی یاد اتنی ہے کہ وہ ٹھیک بتا سکے اور نہ وہ ٹھیک ٹھیک بتا ہی سکتا ہے' مگر وہ بتائے گا ضرور' اور کسی نہ کسی کا نام جس کا یاد ہو گا لے دے گا' کیونکہ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب کہ بچہ بولنا سیکھتا ہے' اور اس کو اس کا شوق ہوتا ہے۔''

(۳) بعض لوگ کوئی چیز بچے کے ہاتھ سے لے کر چھپا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوکو لے گئی' یا کوا لے گیا' کیا یہ سچ بولا جاتا ہے' اور پھر جب بچہ اس طرح کہتا ہے کہ کوکو لے گئی یا کوا لے گیا' تو مارے خوشی کے لوگ لوٹ جاتے ہیں۔

(۴) بچوں سے کبھی مشکوک سوالات نہ کرنا چاہئیں' یعنی ایسا سوال یا ایسی بات نہ پوچھنی چاہیے کہ جس کے جواب میں اس بات کا شبہ ہو کہ شاید وہ ٹھیک نہ بتا

Marfat.com

سکے۔

(۵) اگر بچہ کوئی جھوٹ بات بولے تو اس کو خوش مزاجی سے صحیح کر دینا چاہیے۔

(۶) جو غلط بات ان کی زبان سے نکلے اس کو بعض وقت سنی ان سُنی کر دینا چاہیے گویا کچھ دھیان ہی نہیں کیا۔

(۷) بچوں کے سامنے جھوٹ کا نام ہی نہ لینا چاہیے یعنی نہ کہنا چاہیے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ تم غلطی کر رہے ہو یا پھر سوچو وغیرہ وغیرہ مگر احتیاط رہے کہ جو بات کہو خوش مزاجی سے کہو۔

یہ باتیں اُس وقت شروع کرنا چاہئیں جب بچہ دو ڈھائی برس کا ہو یعنی بولنے کے قابل ہو اور نہایت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ اس وقت جو بچہ بولنا سیکھ رہا ہے بہت شوق سے بولتا ہے اور اس وقت جو عادت پڑ گئی تو مشکل سے نکلے گی۔

یہ احتیاط پانچ برس کی عمر تک ضروری ہے کہ اتنے عرصہ میں سچائی اس کی طبیعت میں پکی ہو جائے گی اور پھر کبھی نہ نکلے گی پس لازم ہے کہ ہر وہ بات جو سچی نہیں ہے نہ خود کہنی چاہیے اور نہ بچہ سے کہلوائی جائے اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا خود گئے ہی مگر اس معصوم کو بھی دونوں ہاتھوں سے آگ میں دھکیل دیا اور دنیا میں جھوٹ کی بدولت جو مصائب و تکالیف پیش آئیں وہ الگ۔

بسا اوقات بچے کو بہلانے کی خاطر یا اُسے کسی شرارت سے روکنے کے لیے یا ایسے ہی کسی اور مقصد کے لیے مائیں بچوں سے بے تکلف جھوٹ بول دیتی ہیں اور اس نے جھوٹ شمار بھی نہیں کرتیں۔ حالانکہ جھوٹ بہر حال ہے جھوٹ ہے چاہے بڑے سے بولا جائے یا بچے سے اس لیے ہر صورت جھوٹ سے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے بچوں کو بھی بچایا جائے۔

Marfat.com

گالیاں نکالنے کی عادت نہ پڑنے دیں

اکثر بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کو گالیاں دینے کی عادت پڑی ہوتی ہے اس کی وجہ بھی والدین کی ان کی تربیت کے معاملے میں غفلت اور لاپرواہی ہوتی ہے والدین کا فرض ہے کہ اگر بچے کے منہ سے گالی سنیں تو اسے اسی وقت سختی سے ٹوکیں اس کے علاوہ ضروری ہے کہ گھر کے افراد بھی اپنی زبان کی حفاظت کریں اور کسی کو بھی گالی دینے سے اجتناب کریں اس لیے کہ گھر کے ماحول کا اثر بچے پر ضرور پڑتا ہے؛ گر اس کے باوجود بچے کو گالیاں دینے کی عادت پڑ گئی ہے تو دیکھیں کہ بچہ باہر کے ماحول میں کن دوستوں کے ساتھ اپنی مجلس رکھتا ہے بچے کو سکول یا گلی کے ایسے بچوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے منع کریں جو والدین کی غلط تربیت کے باعث بگڑ چکے ہیں اور دوسرے بچوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

> ''تنہائی برے ساتھی سے بہتر ہے اور اچھا ساتھی بہتر ہے تنہائی سے اور بھلائی کا سکھانا بہتر ہے خاموشی سے اور خاموشی بہتر ہے برائی کی تعلیم سے۔'' (بیہقی، مشکوۃ)

بچوں کو بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گالیاں دینے کو بہت سخت ناپسند کیا ہے اور ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ گالیاں دینا اور فحش کلام کرنا مسلمان کی شان کے لائق نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Marfat.com

مروی ہے کہ سیّدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'

''مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'

''مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے۔'' (بخاری۔ مسلم)

بے ہودہ گفتگو کرنے والے اور گالیاں دینے والے کو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا اس کو بدتمیز اور بے حیا خیال کیا جاتا ہے دوسرے لوگ ایسے بدتمیز سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں اور اس سے تعلقات رکھنا معیوب خیال کرتے ہیں ایک حدیث پاک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیم وسلم نے فرمایا'

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب لوگوں میں بدتر مرتبہ اس کا ہے کہ اس کے شر سے بچنے کے لیے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس کے فحش سے بچنے کے لیے چھوڑ دیا ہو۔'' (بخاری۔ مسلم)

بچوں کو چوری کی عادت نہ پڑنے دیں:

ابتدائی عمر میں بچہ میں چوری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب ذرا کھلونوں سے کھیلنے لگتا ہے تو دوسرے بچہ کا کھلونا اس کے ہاتھ سے چھین کر قبضہ کر لیتا ہے اور واپس دینے پر قطعاً آمادہ نہیں ہوتا' اس وقت تک یہ جذبہ صرف ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا' اور اگر بچہ کو تحمل اور بردباری کے ساتھ دوسروں کی چیزوں کا احترام کرنا سکھلایا جائے تو بچہ دوسروں کی چیزوں پر قبضہ نہیں جماتا۔ بددیانتی یا چوری کے بہت سے محرکات ہیں مثلاً بعض بچے محض مذاق یا دوسروں کو تنگ کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ بعض بچے اپنی کسی ضرورت کے تحت ایسا کرتے ہیں اور بعض بچے صرف ایک نہ معلوم سی

Marfat.com

لذت حاصل کرنے کی غرض سے چوری کرتے ہیں۔ بعض بچے اپنی کسی کمزوری کو چھپانے کی غرض سے چوری کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کو خوب کھلاتے پلاتے ہیں تاکہ وہ سخی کہلائیں۔ والدین ابتدائی موقعوں پر اصل محرکات سے آگہی حاصل کر کے ان کی اس عادت کا انسداد کر سکتے ہیں۔ چوری کے نقائص اور دیانت کے فوائد اس کے ذہن نشین کیے جا سکتے ہیں۔

بچہ کا ابتداء ہی سے دیانت دار ہونا اُسے زندگی میں بہت سے مواقع پر مختلف فوائد سے متمتع کرتا ہے۔ اس لیے آپ اخلاق کے اس جز کو بھی فراموش نہ کیجیے۔ یہ خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ بچہ بڑا ہو کر خود ہی چھوڑ دے گا۔ اُس وقت تک چھوڑنا تو درکنار یہ چیزیں اس کی زندگی کا لازمہ بن چکی ہوں گی۔

اگر بچپن میں ہی بچے کی تمام حرکات پر نگاہ رکھی جائے اور اس میں اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کرنے کا شعور بیدار کیا جائے اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دل میں بٹھایا جائے چوری کے برے انجام کے بارے میں ڈرایا جائے تو یقیناً بچہ اس برائی سے اپنے آپ کو دُور رکھنے کی کوشش کرے گا۔

والدین کا فرض ہے کہ اگر وہ اپنے بچوں کو چوری کی عادت سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو پھر بچوں پر اس طرح کی کڑی نظر رکھیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ایسی چیز نظر آئے جس کے متعلق آپ کو علم نہ ہو کہ یہ چیز بچے کے پاس کہاں سے آئی ہے تو اس بارے میں اپنی آنکھیں بند نہ کریں اور فوراً پوچھیں کہ یہ چیز کہاں سے لی ہے اس ضمن میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور پوری طرح تسلی کریں کہ کہیں بچہ جھوٹ تو نہیں بول رہا اگر بچے نے کسی دوسرے بچے کی چیز اُٹھا کر اپنے بیگ میں رکھ لی ہے تو گاہے بگاہے اس کا بیگ چیک کرتے رہنے سے آپ کو پتہ چل جائے گا اگر ایسی بات ہو تو بچے کو سرزنش کریں اور چوری کی عادت نہ پڑنے دیں جو والدین بچوں کے پاس نت نئی چیزیں دیکھ کر ان کو پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے وہ بہت بڑی غلطی کرتے ہیں والدین کی یہ لاپرواہی بچوں کو چوری کی عادت ڈال دیتی ہے۔ ایک نوجوان چور کا واقعہ بہت مشہور ہے جس کو چوری کرتے ہوئے رنگے

Marfat.com

ہاتھوں پکڑ لیا گیا اس کو گرفتار کر کے قاضی کی عدالت میں لے جایا گیا جرم ثابت ہونے پر قاضی نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ سنایا تو اس نوجوان نے کہا کہ ہاتھ کاٹنے سے پہلے میں ایک مرتبہ اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں چنانچہ اُس کی ماں کو بلایا گیا نوجوان نے کہا کہ میں نے اپنی کے کان میں کوئی بات کہنی ہے اس کی ماں نے اپنا کان اپنے بیٹے کے منہ کے پاس کیا تو اس نے اپنی ماں کا کان چبا ڈالا اور کہا کہ اگر بچپن میں میری ماں مجھے چھوٹی چوریاں کرنے سے منع کرتی اور مجھے روکتی تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور میرا ہاتھ نہ کاٹا جاتا۔

Marfat.com

تربیت اخلاق

والدین کی تربیت اولاد کے ضمن میں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے اخلاق کو سنوارنے اور تمام اخلاقی خوبیاں اُن میں پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن طریقے سے کوشش کریں اچھے اخلاق کی تعمیر کرنے کی غرض سے اولاد کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی محبت پیدا کریں بچوں کو ایسا لٹریچر پڑھنے کے لیے دیں جس سے اخلاق کا درس ملتا ہو اخلاق سوز لٹریچر سے بچوں کو دور رکھیں اور اس ضمن میں بچوں کی مصروفیات کا بغور جائزہ لیتے رہیں یعنی بچوں پر اپنی نگرانی سے کبھی غافل نہ ہوں۔ بچوں کو بچپن ہی سے اخلاق کی بنیادی باتیں اس طرح بتائیں کہ اخلاقیات ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائیں بچوں کے سامنے گالی گلوچ' فحش گفتگو اور ہر طرح کی غیر اخلاقی باتوں سے اجتناب کریں اگر ماں باپ اس بات کا خیال رکھیں گے تو بفضل باری تعالیٰ ان کے بچے بھی گالی گلوچ اور مخرب اخلاق گفتگو کرنے سے پرہیز کریں گے اور اپنے اخلاق و کردار کو پاکیزہ رکھنے کی سعی کریں گے۔

اولاد کی تربیت ہر ماں باپ پر فرض ہے کیونکہ اس پر مستقبل میں ترقی اور کامیابی کا دارومدار ہے اور جب سے اس کی طرف سے ڈھیل ہوئی ہے بچوں کے اخلاق بھی بگڑنا شروع ہو گئے ہیں پہلے تو مائیں اپنا بہت سا وقت تربیت اولاد میں صرف کرتی تھیں اور رات کو عمدہ عمدہ کہانیاں اُن کو سنائی جاتی تھیں بچوں کی ہر بری بھلی بات پر نظر رہتی تھی اور اس کی دُرستی کی کوشش کی جاتی تھی لیکن آج کل ان باتوں کو معیوب سمجھا جانے لگا ہے مائیں اپنے

Marfat.com

فرصت کے لمحات ٹیلی ویژن پر ڈرامے اور اپنی پسند کے پروگرام دیکھتے ہیں گزارتی ہیں اولاد کی تربیت کی طرف کم ہی دھیان دیا جاتا ہے۔ اپنی اولاد میں اخلاق کی صفت پیدا کرنے اور ان کے اخلاق و کردار کی تعمیر کرنے کا فائدہ نہ صرف اولاد کو ہوتا ہے بلکہ ماں باپ بھی فائدے میں رہتے ہیں ہمارا پیارا دین اسلام بھی ہمیں اخلاق کی تمام خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کا درس دیتا ہے سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز تھے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق عظیم کی عظمت یوں بیان فرمائی ہے۔

"بے شک آپ کو خلق عظیم عطا کیا گیا۔" (پارہ ۲۹ سورۃ قلم آیت ۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق قرآن پاک ہے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں مکارم و اخلاق کے تمام اوصاف موجود تھے آپ کے اخلاق حسنہ میں یہ بات شامل تھی کہ آپ دنیا کی چیزوں پر کبھی غصہ نہ فرماتے جب کوئی کسی کا حق دباتا تو اس پر خفا ہوتے اور مظلوم کے لیے انصاف مہیا کرتے اگر اپنا حق نہ ملتا تو خفا نہ ہوتے بلکہ بخش دیتے گفتگو ہمیشہ بوقت ضرورت فرماتے دوران گفتگو کبھی فضول اور بے ہودہ بات نہ کرتے تحفہ کی بڑی قدر فرماتے خواہ وہ حقیر اور تھوڑا ہی پیش کیا جاتا کبھی کسی کے تحفہ کی برائی نہ فرماتے اور لوگوں کے عیب بیان کرنے کی بجائے تعریفی کلمات فرماتے جب آپ کو غصہ آتا صرف چہرہ اقدس پھیر لیتے جب خوش ہوتے تو مسکراتے آپ کا ہنسنا بس مسکرانا ہی تھا آپ کھل کر ہنستے تو صرف سامنے کے ایک دو دندان مبارک ہی دکھائی دیتے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں کبھی دنیاوی خوف یا لالچ نہیں آیا تھا قریش نے آپ کے سامنے مال و منال، جاہ و منصب ریاست و حکومت پیش کی مگر آپ

Marfat.com

نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ آپ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام یا اہل بیت میں سے اگر کوئی بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے تھے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر رہا میری عمر اُس وقت صرف آٹھ سال تھی جو کام بھی میں نے کیا آپ نے مجھے کبھی نہیں ٹوکا اگر کوئی چیز ٹوٹ جاتی تو مجھے سرزنش نہیں کرتے تھے اگر کوئی دوسرا ڈانٹ دیتا تو ارشاد فرماتے چھوڑو تقدیر میں ایسے ہی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ میں یہ بات شامل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی بات توجہ سے سنتے ان کی رائے کا احترام کرتے فرمایا کرتے میں جو کچھ کہتا ہوں اس کا تعلق دین اور شریعت سے ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرماتے تم لوگ ایسے لوگوں کی حاجات میرے سامنے پیش کیا کرو جو براہِ راست مجھے اپنا کام کہنے سے ہچکچاتے ہیں جو کسی کے کام کو آسان بنانے میں مدد دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن ثابت قدم رکھے گا۔ آپ لوگوں سے اُن کی تکلیفوں اور حالات کے بارے میں خود بھی دریافت فرمایا لیا کرتے اور ان کے حل کے لیے کوشاں رہتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک صحابی سے اس قدر پیار اور شفقت فرماتے کہ ہر ایک کو یہ گمان ہوتا کہ میں ہی محبوب ترین دوست ہوں۔ جو کوئی آپ سے بحث یا تکرار کرتا تو آپ صبر فرماتے حتیٰ کہ وہ خود اپنی باتوں سے خاموش ہو جاتا جو کوئی آپ کی خدمت اقدس میں اپنی حاجت لے کر آتا اُس کی حاجت کو پورا فرماتے اگر فی الوقت ممکن نہ ہوتا تو اتنی اچھی گفتگو فرماتے کہ حاجت مند کا دل خوش ہو جاتا۔

آپ نے کبھی بھی کسی کھانے میں کوئی نکتہ چینی نہیں فرمائی جب کھانا سامنے پیش کیا جاتا تو اگر کھانے کی رغبت ہوتی تو تناول فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے جو آسانی سے مل جاتا تناول فرما لیا کرتے کبھی پر تکلف دستر خوان کی خواہش نہیں کی۔ کھانے کے برتنوں کو اچھی طرح صاف فرمایا کرتے کھانا کھانے کے بعد دست مبارک کی انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ صاف فرماتے اس کے بعد دست مبارک اچھی طرح دھوتے پانی اطمینان سے پیتے غٹاغٹ نہ

Marfat.com

پیتے تھے پانی پیتے تو تین بار پیتے پہلے سانس میں بسم اللہ پڑھتے دوسرے میں الحمد اللہ اور تیسرے سانس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے ایک مرتبہ آپ کی خدمت اقدس میں شہد اور دُودھ ایک ہی پیالے میں ملا کر پیش کیا گیا تو آپ نے نوش فرمانے سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا' دو پینے والی چیزوں کو یکجا کر دیا ہے دو سالن ہیں جنہیں ایک برتن میں جمع کر دیا گیا ہے میں نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے مگر اس طرح پینا مکروہ ہو جاتا ہے مجھے دنیا کی چیزوں سے کل قیامت کے دن حساب دینا ہے اور مجھے تو اضع زیادہ عزیز ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ مدینہ منورہ کی گلیوں میں انصاری بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو ان کے سروں پر محبت وشفقت سے دست مبارک رکھتے اور انہیں سلام کہتے ان کے لیے دعا فرمایا کرتے اگر کوئی صحابی آدھی رات کے وقت بھی مہمان بناتا تو آپ تشریف لے جاتے اور آرام کا عذر نہ فرماتے۔ سواری پر تشریف فرما ہوتے تو کسی کو رکاب کے ساتھ دوڑانا پسند نہ فرماتے اگر ہو سکتا تو اسے ساتھ سوار فرمالیتے ورنہ اسے فرماتے کہ فلاں مقام پر پہنچ جاؤ میں بھی آرہا ہوں۔

ہر ایک کے ساتھ حُسن سلوک کا برتاؤ کرتے ایک مرتبہ ابولہب کے چند قریبی عزیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے اُمتی ابولہب کو گالیاں دیتے ہیں جس سے ہمارا دل دُکھتا ہے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ مردوں کو گالیاں نہ دو تا کہ زندوں کے دل نہ دکھیں۔ آپ کی ذات اقدس جملہ اخلاق کریمانہ کا سرچشمہ تھی آپ فرمایا کرتے مجھے اللہ تعالیٰ نے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا ہے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمام لوگوں سے بلند اخلاق رہنے کا حکم فرماتے۔ آپ مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے کسی کو مجلس میں تنگ جگہ نہ دیتے لوگوں کے لیے کھلی جگہ رکھتے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر بھر کسی کو گالی نہیں دی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کنیت یا لقب کے قابل احترام ناموں سے بلاتے اور اچھے ناموں سے پکارتے۔ بُرے لوگوں سے بھی اچھا سلوک فرماتے معافی مانگنے والوں کا عذر قبول فرماتے کسی غریب کو

Marfat.com

رُعب سے نہ جھڑکتے اور کسی امیر آدمی کو اس کی دولت کی وجہ سے تعظیم نہ دیتے تمام لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاملات میں نرم خرچ کرنے میں اول سلام کہنے میں اول تھے۔ مریض کی عیادت میں پیش پیش ہوتے مریض خواہ نیک ہوتا یا برا آپ اُس کی دلجوئی فرماتے حق ہمسائیگی بجالاتے ہمسایہ خواہ کافر ہوتا اُس سے بھی حُسن سلوک فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے کپڑے خود سیتے' نعلین مبارک کو مرمت فرمالیتے اونٹ کو اپنے دست مبارک سے پانی پلاتے۔ بکریوں کا دودھ دوہ لیتے اپنی ضروریات زندگی کی چیزیں بازار سے خود خرید کرلے آتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ میں یہ بات شامل تھی کہ اگر کوئی نیک کام کرتا تو اس کی تعریف فرماتے اور خوش ہوتے اگر کوئی بُرا کام کرتا تو اُسے روکتے آپ خود بھی نیکی میں جلدی کرتے آپ کے نزدیک نیک انسان وہ تھے جو نیکی سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے۔ آپ جب نصیحت فرماتے تو تمام لوگوں کو مخاطب فرماتے آپ کا حلم بردباری اور خوش اطواری تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ یکساں تھی جو کوئی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا مایوس نہ لوٹتا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزاج مبارک میں طبعاً یا تکلفاً فحش نہ تھا آپ نے کبھی بھی کسی برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیا بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرمادیا کرتے اپنے لیے نہ تو کبھی غصہ میں آئے اور نہ ہی زیادتی کے باوجود اپنی ذات کی خاطر بدلہ لیا۔ البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدُود کو توڑ دیتا تو اُس وقت غیظ وغضب کا اظہار فرماتے آپ نے ساری زندگی کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی غلط کام کا ارتکاب نہیں کیا آپ سخاوت میں اعلیٰ درجے کے مالک تھے سخاوت کی انتہا آپ پر ختم ہوتی ہے آپ کی شفقت و رحمت مخلوق باری تعالیٰ کے لیے عام تھی آپ کی مجلس پاک صبر وحیا' علم وحکمت کی مجلس ہوا کرتی تھی آپ کی مجلس پاک میں دوسروں کے عیوب نقائص بیان کرنے کی اجازت نہ تھی

Marfat.com

اگر کسی کا عیب ظاہر ہو جاتا تو آپ پردہ پوشی فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے گفتگو کرتے وقت سلام سے ابتداء فرماتے آپ کے چہرہ انور پر اس قدر حیا تھی کہ آپ کسی کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے وقت دوزانو اس طرح بیٹھتے کہ جیسے نماز کے تشہد میں بیٹھا جاتا ہے مگر ایک گھٹنہ بلند رکھتے اور ارشاد فرمایا کرتے ہیں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ کے بندوں کی طرح کھاتا ہوں میں اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح اللہ کے بندے بیٹھتے ہیں۔ آپ زیادہ گرم کھانا تناول نہیں فرمایا کرتے تھے' ہمیشہ اپنے آگے سے لقمہ اُٹھاتے کھانا تناول فرماتے وقت عام طور پر تین انگلیوں کا استعمال فرماتے کبھی کبھی چوتھی انگشت مبارک کو بھی ملا لیتے دو انگلیوں سے کبھی نہ کھاتے فرماتے کہ دو انگلیوں سے شیطان کھاتا ہے۔ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کوئی چیز تقسیم فرماتے تو ہر ایک کو مساوی حصہ عطا فرماتے اور کسی کو محروم نہ فرماتے حتیٰ کہ کسی ایک کو بھی یہ گمان نہ ہوتا کہ فلاں زیادہ پسندیدہ ہے ہر ایک کو یہ گمان ہوتا کہ وہی پسندیدہ ہے۔

میدان جنگ میں اکثر مشرکین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کرتے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تنگ کرتے تو صحابہ کرام کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان مشرکین پر لعنت بھیجیں آپ ارشاد فرماتے، میں تو رحمت بن کر آیا ہوں لعنت بھیجنے کے لیے نہیں آپ نے کسی کو اپنے دست اقدس سے نہیں مارا تاوقتیکہ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ پر آمادہ نہیں ہو گیا آپ کبھی کسی سے ناراض نہ ہوتے اگر ہوتے تو صرف اور صرف اللہ کی خاطر۔ بے شمار احادیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُسن اخلاق کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

''میں حُسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے یمن بھیجتے وقت جو آخری وصیت

Marfat.com

رکاب پر پاؤں رکھتے وقت فرمائی وہ یہ تھی لوگوں کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آنا۔

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے اور نہ بے حیائی کا کام کرتے اور نہ دوسروں کو برا بھلا کہتے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ

"کہ تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔"

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مسلمانوں میں کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔" (ابو داؤد شریف)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کو مٹاؤ اور لوگوں سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آؤ۔" (ترمذی شریف)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "تم میں سے مجھے اس شخص سے محبت ہے۔ جس کا اخلاق اچھا ہو۔" (بخاری شریف)

تمام اخلاقی خوبیاں پیدا کرنا:

اخلاق کی اس قدر اہمیت کے پیش نظر ہر ماں باپ کے لیے یہ بہت ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد میں تمام اخلاقی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں اولاد کو اس بات کی تربیت دیں کہ وہ ہر ایک کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آئے کبھی ایسی حرکات نہ کریں کہ جو اخلاق کے رویوں کے منافی ہوں۔ اولاد کو بچپن سے ہی سچائی، تحمل مزاجی، ایثار، پیار، عفو و درگزر اور دیگر اخلاقیات کی تربیت دیں تا کہ بچے بڑے ہو کر اعلیٰ اخلاقی اقدار کے

Marfat.com

مطابق اپنی زندگی کامیابی سے گزاریں۔ بچوں میں یہ شعور پیدا کریں کہ وہ اخلاق کے منافی مثلاً گالی گلوچ' ناجائز غصہ' تکبر' غیبت' چغلی بے راہ روی اور اسی طرح کی دیگر اخلاقی برائیوں میں مبتلا نہ ہوں۔

اخلاق تمام اعلیٰ صفات کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور کل تربیت کا مقصد اعلیٰ یہی ہے' اس کو بچے میں کس طرح پیدا کیا جائے تو حسب ذیل اُمور غالباً اس مقصد کے حصول میں بہت کچھ مدد و معاون ہوں گے۔

(۱) اگر ہم کسی بچہ کی عادات زندگی کے زمانہ کا مشاہدہ کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اس کا ہر کام بڑی حد تک بڑوں کی مرضی اور ہدایات کے بموجب سرانجام پاتا ہے' تو پہلا کام ہمارا یہ ہے' کہ ہم اس کو اطاعت سکھائیں' اس کام کیلئے ہم کو بچے کے مزاج اور عادات کا مشاہدہ ضروری ہے' کیونکہ ہر بچہ یکساں طبیعت کا نہیں ہوتا' کہیں ہم کو اُن کے کاموں میں مداخلت کرنی پڑے گی' کہیں حوصلہ افزائی' کہیں نصیحت سے کام نکل جائے گا۔ کہیں حکم سے ہر چیز موقع محل اور طبیعت کے مطابق ہونی ضروری ہے۔ سختی اور جسمانی سزا کا آخری درجہ ہے۔ اور وہ بھی غصہ میں بھر کر نہیں بلکہ افسوس اور رنج سے' ہر وقت یہ خیال رہے کہ جو ہم سے ظہور ہو گیا بچوں کے لیے نمونہ ہوگا۔

(۲) بچہ کی زندگی کا ہر لمحہ نہایت باالترتیب گذرنا ضروری ہے' کوئی وقت اس کا خالی گذرنا نہیں چاہیے' ورنہ اخلاق پر بُرا اثر پڑے گا اور جب وقت کو ضائع کرے گا تو عادات اور کاموں میں بھی اپنا رنگ دکھائے گی۔

(۳) اس بات کی نگرانی رکھنی ضروری ہے' کہ بچے جو بات کہیں اس کو کریں بھی اور ایسی بات ان کی زبان سے نکلے جو وہ نہ کر سکیں تو ان کو فوراً محبت سے سمجھا دینا چاہیے اور ایسے فعل کی نفرت ان کے دل میں پیدا کر دینی چاہیے۔

(۴) بچے کی اخلاقی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ ہر معاملے میں اخلاق کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھے جو بھی کام کرے اس کے قول و فعل یعنی گفتگو اور کام کاج

Marfat.com

میں اخلاقیات کی جھلک ضرور نظر آنی چاہیے۔

(۵) شیخی خود پسندی اور اس قسم کی دوسری عادتوں کو روک دینا چاہیے گھبراہٹ بزدلی تلون مزاجی وغیرہ کو نکالنا چاہیے بچوں کے سب سے زیادہ سنگین اور اہم قصور کا تدارک نہایت احتیاط مہربانی اور صبر سے کرنا چاہیے' یہ نہ کہ غصہ سے مغلوب ہو کر جھڑک دیا۔ یہ خیال رہے کہ ہم اخلاق کا تخم بو رہے ہیں اور بداخلاقیوں کی بیخ کنی کر رہے ہیں' اور اس کے لیے عرصہ درکار ہے کام رفتہ رفتہ ہوگا۔

(۶) ہر ایک بات زبان سے نکالتے وقت اصلی مقصد کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ یعنی کام یا بات صرف کام یا بات ہی کی غرض سے نہو بلکہ یہ خیال رہے کہ اس کا اثر بچے کی طبیعت پر خراب تو نہ پڑے گا۔

اخلاق فرائض کو خواہ معمولی ہی ہوں تندہی سے انجام دینے سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو ماں باپ کا کام یہ ہے کہ وہ بچے کو اس طرح تربیت دیں کہ وہ خود بخود یہ سمجھنے لگے۔ یہ کام مجھ کو کرنا چاہیے اور یہ نہیں' یہ کرنے کا ہے۔ اور یہ نہیں۔ ہاں اس کی نگرانی ضروری ہے۔ کہ بچہ کسی کام کو بے دلی سے نہ کرے' اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اچھی طرح سمجھتے ہوں اور یہ دیکھ سکیں کہ اس وقت اس کی طبیعت کس طرف راغب ہے اگر زبردستی کام کرایا جائے گا۔ تو یقیناً وہ بیدلی سے کریگا۔ اور کام چوری کی عادت مزید براں پڑے گی۔ پس موقع محل اور طبیعت کو دیکھ کر کام لیا جائے بچے جب کبھی اپنے کسی کام میں مشغول ہوں یا کھیل میں ہوں اس وقت ان سے کام لینا اپنی بات کی وقعت کھونی اور ان کے اخلاق پر برا اثر ڈالنا ہے۔ ہاں جب ان کو عادت ہو جائے گی اور وہ طبیعت ثانیہ ہو جائیگی تو پھر اندیشہ اور احتمال کم ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کو خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ ضروری اور اہم کاموں کے لیے دوسرے غیر ضروری یا کم ضروری کام چھوڑ دینے چاہئیں۔ اس سوچ کا بچے میں پیدا ہونا ایک اخلاقی قدر کا پیدا ہونا ہے اخلاق اگرچہ خلق کی جمع ہے اور اس میں تمام اوصاف داخل ہیں۔

- لیکن اس جگہ ہماری مراد اس سے وہ ہے جس کو انگریزی میں کیرکٹر کہتے ہیں۔

Marfat.com

جس کی تکمیل پر انسان کو بارگاہ رب العزت سے مومن کا خطاب ملتا ہے اور جس کے حصول کا اور بہترین ذریعہ ارکان اسلام کی ادائیگی ہے۔ اگر ان کو مقصد اصلی پیش نظر رکھ کر ادا کیا جائے۔

والدین کو چاہیے کہ چونکہ بچے ان کے رویوں اور ان کی ذات سے بہت زیادہ اثر لیتے ہیں اس لیے وہ اپنے رویوں اور اپنے معاملات کو اخلاقی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں اس سے بچوں کے اخلاق کی تعمیر نہایت ہی بہتر انداز سے اور آسانی سے ہو سکے گی اور رفتہ رفتہ تمام اخلاقی اوصاف بچوں میں پیدا ہو جائیں گے۔

Marfat.com

بچوں کو کھیلنے کے لیے مناسب وقت دیں

بچوں کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی و جسمانی تربیت کے لیے ضروری ہے والدین بچوں کو کھیلنے کے لیے بھی مناسب وقت دیں اور ایسے کھیلوں میں ان کی حوصلہ افزائی کریں جن سے ان کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں میں اضافہ ہو عام طور پر کھیل کو ایک بے فائدہ شے خیال کیا جاتا ہے۔ بزرگ نصیحتیں کرتے ہیں کہ کھیل کود میں وقت ضائع نہ کیا کرو۔ بچوں کے کھیل کو تو اور بھی بے کار چیز کہا جاتا ہے۔ والدین بار بار ٹوکتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ کھیل محض تضیع اوقات ہے۔ کھیل سے وقت ضائع ہوتا تو ہے لیکن اس وقت جب یہ حد سے بڑھ جائے۔ آیئے اب ذرا کھیل کی اہمیت پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ یہ کہاں تک مفید ہے اور کہاں جا کر بے کار شے بن جاتا ہے۔ ایک کھیل ایسا ہوتا ہے جس کے ذریعے بچہ اردگرد کے ماحول کی چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے۔ بڑے بچے کھلونا گاڑیوں اور موٹروں سے ان کے کل پرزوں کے متعلق سوچتے ہیں اس کے بعد ایسے کھیل ہیں جو بچے مل جل کر کھیلتے ہیں۔ وہ خواہ لڑیں جھگڑیں یا کوئی اور کھیل کھیلیں اور تیسری قسم میں ایسے کھیل آتے ہیں جن میں جھوٹ موٹ کی باتیں فرض کر لی جاتی ہیں۔ یہ کھیل زیادہ بچوں میں آسانی سے کھیلا جا سکتا ہے۔

آپ نے اکثر بلی کے بچے یا کتے کے پلے کو کھیلتے دیکھا ہوگا' کتنا دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن ننھے بچوں کو کھیلتے دیکھنا اور بھی پر لطف ہوتا ہے۔ اگر آپ ان کی باتوں کو بھی سنیں تو آپ کو ان کے خیالات کا بھی علم ہو جائے گا' آپ ان کے ذہن کو بخوبی پڑھ سکیں

Marfat.com

گے۔ آپ کا بچہ جب گڑیا یا کھلونے سے باتیں کر رہا ہوگا تو عموماً اس کی ساری باتیں وہی ہوں گی جو آپ اس سے کیا کرتے ہیں۔ آپ بچے کے منہ سے اپنے متعلق اس کی رائے بھی جان لیں گے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ننھا بچہ اپنی خطاؤں اور قصوروں کو گڑیا کے سر تھوپ دیتا ہے۔ ننھی لڑکی بڑے پیار سے کہتی ہے "گڑیا اب روتی نہیں، میں اس کا سر دھو رہی ہوں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچی کو سر دھلانے میں دقت تھی۔ لیکن اب وہ خوشی سے بال صاف کرا لیتی ہے۔ اسی لیے گڑیا میں بھی وہی عادت آنے لگی ہے۔ اس عمر میں بچوں کے خیالات واضح ہوتے ہیں اور انہیں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ عام طور پر چھوٹی بچیاں گڑیوں سے کھیلنے کو پسند کرتی ہیں شریعت مطہرہ میں اس کھیل کی اجازت ہے اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر آ گئی (رخصتی کے بعد) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میری سہیلیاں آتیں اور میں ان کے ساتھ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اطہر میں تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (رعب و شرم) کی وجہ سے میری سہیلیاں کسی مکان میں جا کر چھپ جاتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اکٹھا کر کے لاتے اور میرے پاس کھیلنے کو بھیجتے (بخاری شریف۔ مسلم شریف)

اس سے بخوبی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کا گڑیا بنا کر کھیلنا جائز ہے مگر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس سے وہ گڑیاں مراد ہیں جو عام طور پر لڑکیاں کپڑے کی بناتی ہیں ان میں تمام اعضاء نہیں ہوتے ورنہ وہ گڑیاں جو بازار سے بنی ہوئی ملتی ہیں جس میں آنکھ، ناک، کان، منہ سبھی اعضاء نمایاں ہوتے ہیں وہ تصویروں کے حکم میں داخل ہیں۔ ان کا گھر میں رکھنا بھی جائز نہیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کھیل کا فائدہ یہ بیان کیا ہے کہ اس کھیل سے لڑکیاں بچپن ہی میں ان تمام کاموں کی مشق کر لیتی ہیں جو ان کو آگے چل کر اپنے اور اپنی اولاد اور گھر گرہستی کے بارے میں پیش آنے والے ہوتے ہیں (شرح مسلم للنووی)

بچوں کا کھلونوں سے کھیلنا بھی جائز ہے اس ضمن میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ

Marfat.com

(بچپن میں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے کھلونوں سے کھیل رہی تھیں کہ (اتنے میں اچانک) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مزاحاً) استفسار فرمایا' عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! یہ کیا چیز ہے؟ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ تو حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے گھوڑے ہیں یہ جواب سماعت فرمانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے ساختہ مسکرا دیے۔

ماہرین نفسیات بتاتے ہیں کہ کھیل بھی ایک جبلت ہے۔ جس طرح تندرست بچہ دودھ مانگتا اور بڑے مزے سے سوتا ہے' اسی طرح ایک تندرست بچہ خود بخود کھیلنے لگتا ہے۔ ہم بڑی عمر والے بھلا نہیں کھیلتے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم نے اس کا نام فرصت کا مشغلہ اور تفریح رکھ لیا ہے۔ بچے کے لیے کھیل کام ہے اور اس کی نشوونما کے لیے از حد ضروری' زندگی میں عمل کرنے کی ابتدا کھیل سے ہی ہوتی ہے' بچہ کھیل میں جس قدر قوت کا استعمال کرے گا اتنا ہی اس کے لیے آئندہ عمر میں مفید رہے گا۔

جسمانی وذہنی صلاحیتوں میں اضافہ:

بچہ کیوں کھیل میں اس قدر قوت کا استعمال کرتا ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام جبلتیں قوت کے پیدا کرنے میں ممد ہوتی ہیں جب ہم خوف کھاتے ہیں تو ہمارے اندر قوت پیدا ہو جاتی ہے اور ہم تیزی سے بھاگ نکلتے ہیں' غصے سے ہمارے عمل میں شدت آ جاتی ہے۔ بچے کے اندر کھیلنے کی خواہش اُسے ناچنے کودنے پر مجبور کرتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان کے اندر ایک طوفان بپا ہے جسے وہ کھیل کود کر باہر نکال رہا ہے۔ اگر کسی بچے کو کھیلنے سے روک دیا جائے اور وہ اپنی قوت کو کھیل میں تبدیل نہ کر سکے تو ایسا بچہ بے چین رہتا اور چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ ایسے بچے کی قوت کو ذہنی کھیلوں کی طرف لگانے سے مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ بیمار بچہ جو کھیل کود میں حصہ نہ لے سکتا ہو' اس کے ذہن کو مشغول رکھنے سے اس پر اچھا اثر ہوگا لیکن تندرست بچے کے لیے جسمانی اور ذہنی سرگرمی میں ایک توازن کا قائم رکھنا ضروری ہے ننھے بچے ایسے کھیل پسند کرتے ہیں جن میں اُن

Marfat.com

کے پٹھے کام کریں۔ لیکن جوں جوں وہ بڑھتے جاتے ہیں تو انہیں ایسے کھیلوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جن میں ذہنی سرگرمیاں زیادہ ہوں۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لڑکے ایسے کھیل بالکل چھوڑ دیتے ہیں جن میں پٹھے کام میں لائے جائیں۔ ذہنی کھیل کے لیے سکول بہترین جگہ ہے کیونکہ اگر سبق دلچسپ ہوں تو بچے بڑی خوشی اور انہماک سے ان میں کھو سکتے ہیں۔ اُن کا ذہن سبق کو ایک مصیبت نہیں بلکہ ایک دلچسپ شے جانے گا۔

عمر کے لحاظ سے بچوں کی کھیلوں میں دلچسپی:

کھیل کی جبلت کا خاصہ ہے کہ اس سے بچے کے اندر قوت پیدا ہو اور اس کے اظہار کا طریق خود کھیل ہے۔ یہ کھیل کیسا ہو۔ اب اس پر غور کرنا ہے سب سے پہلے بچہ اُن چیزوں سے کھیلتا ہے جن تک اس کا ہاتھ پہنچ سکے چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ننھا بچہ چمچہ فرش پر مار کر خوش ہوتا ہے۔ اسی قسم کی کوئی اور معمولی چیز مل گئی اور وہ اس سے کھیلنے لگا۔ کھیل کے ساتھ ساتھ وہ بہت کچھ سیکھتا بھی ہے۔ نہ صرف پٹھوں کا استعمال کرنا جانتا ہے بلکہ یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ کس طرح سارے پٹھے ہم آہنگی سے کام کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُسے ان اشیا کے متعلق بھی کافی علم ہوتا رہتا ہے جن سے وہ کھیلتا ہے۔ اُس کی آنکھیں، ہاتھ اور کان اشیاء کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اُسے چیز کی نرمی یا سختی اور وزن کا علم ہاتھوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ حسن و قبح کے لیے آنکھیں کام کرتی ہیں اور آواز کا ترنم کان سناتے ہیں۔ اسی طرح وہ آہستہ آہستہ اپنے اردگرد کی دنیا کے متعلق جانتا رہتا ہے۔

بڑے بچے کھلونا گاڑیاں، کاریں وغیرہ پسند کرتے ہیں۔ اب اُن کے کھیل سادہ نہیں رہتے بلکہ کچھ پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ذہن بھی ان باتوں کو سمجھنے لگتا ہے عمر کے تقاضے کے ساتھ ذہن بھی نشو و نما پاتا ہے۔ ننھا بچہ ایک کھلونا لے کر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن بڑا بچہ اس سے زیادہ چاہتا ہے۔ لڑکے کے لیے کافی چیزوں کی ضرورت ہے۔ جن سے وہ اچھی طرح کھیل سکے اور لڑکی کو محض گڑیا ہی نہیں بلکہ گڑیا کے گھر کے لیے بہت سی اشیاء درکار ہیں۔ آج کل بچوں کے لیے مختلف قسموں کے کھلونے عام ملتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور بات بھی ہے۔ جس کی وجہ سے بچوں میں ایک نیا رجحان پیدا ہوتا

Marfat.com

ہے۔ کھلونے کچھ ایسے بھی میسر آتے ہیں جن کو سمجھنا اور ان سے کھیلنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ بچے ان سے کھیلنے کی بجائے انہیں توڑ مروڑ دیتے ہیں۔ اُن کی دلچسپی اس میں کم ہوتی ہے کہ وہ کیسے کھیلیں بلکہ وہ اس کھلونے کو سمجھنے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

بچہ جب کھلونا انجن سے کھیلتا ہے تو اس کے اندر بار بار خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ انجن کیسے اور کیوں کام کرتا ہے۔ بچہ اس کے جاننے کے لیے کوشش کرتا ہے وہ انجن کے کل پرزوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے دیکھتا ہے۔ بچے جن کھلونوں کو سمجھ نہیں سکتے انہیں پسند نہیں کرتے۔ عام اور مانوس چیزوں سے کھیلتے ہوئے بچے کی بہت مفید تربیت ہوتی ہے۔ وہ ہاتھوں کو بے تکلفی سے کام میں لاتا ہے۔ اس کے علاوہ یوں اُسے روزمرہ کے استعمال کی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ تجربات عمر اور تربیت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک ہی عمر کے بچوں میں کئی تو کھلونا گاڑی ایسے کھیل پسند کریں گے۔ کئی جھوٹ موٹ کے کھلونے اور بعض کے لیے اصلی چیزوں میں تسکین ہوتی ہے۔

کھیل سے اجتماعیت کا احساس پیدا ہوتا ہے:

اب دوسری قسم کے کھیلوں کو لیجیے بچہ بڑھ رہا ہے وہ اب دوسرے بچوں سے مل جل کر کھیلنا چاہتا ہے۔ اُس میں اجتماعی احساس پیدا ہونے لگا ہے۔ اس کی ساری توجہ گروہی سرگرمیوں میں لگ جاتی ہے۔ یہاں بچہ دوسروں سے ملنا سیکھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ اجتماعی زندگی میں اس پر کیا فرائض عاید ہوتے ہیں اور اُسے دوسروں سے کس حد تک توقع کرنی چاہیے۔ ایسی کھیلوں میں بچے خود کوئی نیا کھیل ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ یا پھر ٹیم میں مل کر کھیلتے ہیں۔ فٹ بال ہاکی اور اسی نوع کے دوسرے کھیل۔ بچوں میں چونکہ حالات کے مطابق اپنے تئیں موڑ لینے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اس لیے اگر ان میں کوئی نقص پیدا ہو بھی جائے تو وہ اُسے فوراً درست کر لیتے ہیں۔

کھیل بچوں کی زندگی کا لازمی حصہ ہے:

بچہ خواہ کھلونوں سے کھیلے یا اپنے ساتھیوں سے بہر حال کھیل اس کی زندگی کا

Marfat.com

ایک جزو ہے۔اس سے اس میں ضروری سرگرمیاں پیدا ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ ایک اور اہم پہلو بھی ہے اور وہ کھیل کی تیسری قسم ہے۔جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔بعض بچے کھیلتے وقت جھوٹ موٹ باتوں کو فرض کر لیتے ہیں۔اُن کا تخیل اُن کے سامنے قسم قسم کی صورتیں لے آتا ہے۔یہ کھیل گروہ میں بھی کھیلے جاتے ہیں۔ایک کنبہ بھی کھیل سکتا ہے۔فرضی نام رکھ کر کوئی بادشاہ بن جائے اور کوئی شاہزادہ کسی کو ملکہ کہہ لیا جائے اور کوئی شہزادی بچے اس کہانی کو دہراتے ہیں۔جہاں ایک دن کھیل یا کہانی ختم ہوئی دوسرے دن وہیں سے شروع کر لی گئی۔اس کھیل میں کافی دلچسپی اور دل لگی کا سامان مہیا ہو سکتا ہے۔ایک تو ماحول گھریلو ہوتا ہے۔پھر بچے کو اپنے عزیزوں کے ساتھ یوں بے تکلفی سے کھیلنے سے راحت ملتی ہے۔ایسے کھیل سے کبھی کسی نقصان کی توقع نہیں کی جاسکتی۔لیکن اگر بچہ اکیلے میں بیٹھا خیالی دنیا میں کھو جائے تو یہ کھیل اچھا نہیں۔اس سے فائدہ سے زیادہ نقصان کا ڈر ہوتا ہے۔بعض بچے اپنے احساسات کو آسودہ کرنے کی خاطر اکیلے میں بیٹھے سوچا کرتے ہیں۔وہ اس کھیل کو زندگی کی محرومیوں کا بدل بنا لیتے ہیں۔اگر ایسے بچے اکلوتے ہوں یا کسی ایسی جگہ ہوں جہاں کوئی اور ساتھی میسر نہیں آسکتا تب تو یہ کھیل بھی مفید رہے گا۔کیونکہ ایسے میں یہ کھیل بچے کا ساتھی اور رفیق بن جاتا ہے۔وہ خیالی دوستوں کے ساتھ ہی اپنی سماجی زندگی بسر کرنے لگے گا۔لیکن ایسی حالت میں جب بچے کو اور ساتھی مل سکتے ہوں وہاں اس کا دوسرے سے نہ ملنا اور الگ تھلگ رہنا کسی حال میں بھی مناسب نہیں کہا جاسکتا۔اس سے اس کی نشو ونما کے راستے میں مشکلات کے پیدا ہونے کا ڈر رہتا ہے۔بچہ جو دوسروں سے دور رہتا ہے۔آئندہ زندگی میں ذمہ داریوں سے بھاگے گا اور حقیقت کا سامنا نہیں کر سکے گا۔

کھیل کا بچے کی زندگی پر اثر:

کھیل کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے کامیابی کا احساس ہوتا ہے۔ایک بچہ جب گھر بناتا ہے یا کسی کھیل میں کامیاب ہوتا ہے تو اُس پر اس کامیابی کا بہت گہرا اثر ہوگا۔یہ ممکن ہے کہ بادی النظر میں وہ اثر معلوم نہ ہو لیکن یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ اس کی آئندہ

Marfat.com

زندگی میں یہ اثر ضرور ہوگا۔اس لیے بچوں کو ایسے کھیل مہیا کرنے چاہئیں ان کی استعداد اور قوت کے مطابق ہوں اس کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ کھیلوں میں حصہ لے اور اپنے ساتھیوں سے مل کر اُن ایسا ہو جائے۔کھیل کے معاملہ میں بھی اعتدال کا پیدا کرنا ضروری ہے۔بچہ بے پروائی سے کھیل میں حصہ نہ لے۔بلکہ وہ بڑے شوق اور انہماک سے کھیلے۔اس کا اثر اس کی زندگی اور اس کے کردار پر بہت گہرا پڑے گا۔

آپ نے دیکھا ہے کہ کھیلنا بچے کے لیے نہ صرف مفید ہے بلکہ ضروری بھی ہے۔کھیل وہ ذریعہ ہے جس سے بچہ زندگی بسر کرنا سیکھتا ہے۔کھیل میں وہ اپنی قوت استعمال کرتا ہے یہ قوت کھیل کی جبلت اس کے اندر پیدا کرتی ہے۔کھیل کے دو فائدے ہیں ایک تو بچہ اپنے ماحول کے متعلق جان جاتا ہے۔دوسرے اُسے اردگرد کے لوگوں کا علم ہوتا ہے کہ اس نے انہیں لوگوں میں آئندہ رہنا سہنا ہوگا۔عمر کے بڑھنے سے کھیل بھی بدل جاتا ہے جب بچہ ننھا ہوتا ہے تو وہ سادہ چیزوں کو چاہتا ہے۔لیکن جب بڑھتا ہے تو وہ کھلونے بھی اور طرح کے پسند کرتا ہے۔اس میں اور اس کے کھیل میں پیچیدگی آ جاتی ہے۔اسی طرح گروہ بندی بھی بدلتی رہتی ہے۔جب وہ ننھا تھا اکیلے میں کھیلتا' عمر ذرا بڑھی تو اور ساتھیوں سے مل بیٹھا اور لڑکپن میں ٹیم میں کھیلنے لگا۔یہ ایک عام تندرست بچے کی نشوونما کا فطری راستہ ہے۔اب یہ آپ کا فرض ہے کہ اُسے ہر دور کے مطابق کھیل' مہیا کریں۔اور خیال رکھیں کہ اُسے صحیح ساتھی میسر آتے رہیں۔تاکہ بچہ صحت مندانہ رجحان کے ساتھ زندگی کے میدان میں کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے جن کھیلوں کے کھیلنے کی شریعت مطہرہ اجازت دیتی ہے اور کوئی قدغن نہیں لگاتی بچوں کو ایسے کھیلوں میں حصہ لینے سے ماں باپ کو بھی نہیں روکنا چاہیے مگر یہ خیال رہے کہ کھیل کے ساتھ ساتھ بچے کی تعلیمی اور دیگر اور سرگرمیاں متاثر نہ ہوں بچہ نماز روزے سے بھی غفلت نہ کرے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں مستعد رہے۔

Marfat.com

سادگی کی عادت ڈالنا

ہمارا دین اسلام ہمیں ہر معاملے میں سادگی اختیار کرنے کا درس دیتا ہے اس لیے ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں میں سادگی کا شعور پیدا کریں سادگی زندگی میں آسانیاں پیدا کرتی ہے سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سادگی کا بہترین نمونہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے بخوبی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی' خوراک و پوشاک' مکان و سامان' رہن سہن' غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ کی سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ کی نگاہ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگاتار ایسے نہیں گزرے کہ آپ نے شکم سیر ہو کر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کاشانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنا دوں اور وہ آپ کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں۔ مگر آپ نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

میں عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تاکہ بھوک کے دن خوب گڑگڑا کر تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی کے دن تیری حمد کروں اور شکر بجالاؤں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جس میں روئی کی جگہ درختوں کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری باری کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک موٹے ٹاٹ پر سویا کرتے تھے جس کو میں دوتہ کر کے بچھا دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس ٹاٹ کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دہرا کر کے بچھا دیا کرو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھے گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے روایت میں ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چارپائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھردرے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ بغیر بچھونے کے اس چارپائی پر لیٹتے تھے تو جسم مبارک پر بان کے نشان پڑ جاتے تھے۔ (شفاء شریف جلد اس ۸۲و۸۳وغیرہ)

ہر مسلمان کے لیے سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ زندگی گزارنے کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سادگی کو پسند فرمایا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ خود بھی ہر معاملے میں سادگی کو اختیار کرے اور اپنی اولاد کو بھی سادگی اختیار کرنے کی عادت ڈالے سادگی اختیار کرنے سے انسان کبھی بھی گھاٹے میں نہیں رہتا سادگی میں سکون اور فائدہ ہے۔

انسان کا فرض تو یہ ہے کہ بچوں کو ہر طرح زندگی بسر کرنے کا عادی بنا دے یہی سب سے بڑی محبت اور ہمدردی ہے اس کے واسطے سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انسان کا بچہ ہر تکلیف اور مصیبت کے برداشت کے قابل ہوتا کہ آئندہ تکالیف اور مصائب کا سامنا ہو تو قسمت کو رو کر نہ بیٹھ رہے بلکہ ان کا اطمینان اور جوانمردی سے مقابلہ کرے نازو

Marfat.com

نعم کے گہوارہ میں پلے ہوئے بچے جن کے پیروں نے شاذ و نادر ہی زمین کو مس کیا ہو' جو موٹر گاڑیوں میں ہوا خوری کرتے ہوں اگر ان کو ایک آدھ میل پیدل چلنا پڑ جائے تو پیر سوجھ جائیں چھالے پڑ جائیں اور اسی میل آدھ میل کی چہل قدمی کو منزلوں کی مسافت سمجھیں' بے چارے کس طرح زمانہ کے حوادث کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر ان کا اس میں کیا قصور جیسی عادت ان کو ڈلوائی گئی پڑ گئی نہ انھوں نے کبھی موٹر کی خواہش کی نہ گاڑی کی اپنی زندگی کے میدان میں وہ بچپن ہی سے چلتے پھرتے رہے' ہر کام کرنے کو سب سے پہلے موجود رہے مگر بڑوں نے ان کو بنا دیا' لہٰذا بڑوں کو چاہیے کہ بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ کسی مشکل سے مشکل کام سے نہ گھبرائیں' جس کے واسطے ذیل کی چند باتوں کی پابندی نہایت مفید ہوگی۔

(۱) پوشاک نہایت سادہ گوٹے کناری بیل بوٹے سے پاک ہو' اُجلی اور صاف ہو آرام دہ اور مضبوط ہو وہ پہنائی جائے کہ بچپن سے ایسی ہی عادت پڑے اور فضولیات کی طرف رغبت نہ ہو۔

(۲) کھانا نہایت سادہ کم خرچ مگر مقوی و مفرح ہو کہ خون صاف پیدا کر کے ہمیشہ بدن کو تندرست رکھے' ایک وقت میں مختلف قسم کا کھانا نہ کھلایا جائے۔ ہر وقت کھانا یعنی دن رات میں تین برس کے بچے کو چار وقت سے زیادہ کھانا کھلانا یا ایک کھانے اور دوسرے کھانے کے درمیان مٹھائی وغیرہ یا کوئی چیز کھانے کو دینی ایک تو پیٹ کو خراب کرنا ہے اور دوسرے چٹورے پن کی عادت ڈالنی ہے' شہروں میں دکانداروں کا بھلا ہو کے بچے تو بچے بڑوں کو چٹورا بنا دیا۔ روٹی چاہے نہ کھائی جائے' مگر امرود' کچالو بنوا کر ضرور کھانا ویسے ہی آئے دن بیماریاں بھی رہتی ہیں۔

(۳) بستر نہایت سادہ ہو' تکیہ' دری وغیرہ اُجلی اور صاف ہو' جھالر وغیرہ سے پاک' غرض بستر ایسا ہو کہ جس میں گرمی سردی کا لحاظ ہو' نہ کہ دکھاوے اور شہرت کا۔

(۴) بچوں کو ہر وقت گود میں چڑھا کر ان کو عادی نہ بنانا چاہیے کہ پاؤں پاؤں چلنا ان

Marfat.com

کو عار معلوم ہو اور نہ اتنا ان کو پیدل چلایا جائے کہ وہ تھک کر چور ہو جائیں' نہ ان کی ہر چیز میں مدد کرنی چاہیے کہ وہ ہر کام کو دوسروں سے کرانے کے عادی ہو جائیں' بلکہ بچپن سے منہ ہاتھ دھونا کپڑے پہننا' اپنی چیزوں کو ڈھنگ سے رکھنا دوسروں کا کام کرنا سکھانا زیبا ہے' یہ سب باتیں تین برس کے بچے میں پیدا ہو جانی چاہئیں کہ وہ ذرا سی مدد سے یہ کام کر لے اور چار برس کی عمر میں بلا کسی دوسرے کی مدد کے کر سکے یہاں تک کہ اپنے کسی کام میں دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

(۵) یہ بھی عادت پیدا کر دینی چاہیے کہ ہر کام بلا جھجک کر سکے کہ اس کو یہ خیال نہ پیدا ہو کہ فلاں کام میں میرے کپڑے خراب ہوں گے' یا ہاتھ میلے ہوں گے' کام کرنے میں اس قسم کی جھجک نہ ہونی چاہیے' یا یہ خیال پیدا نہ ہو کہ فلاں کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایسے کام اس سے نہ کرائے جائیں جو ذرا بھی اس کی طاقت سے باہر ہوں۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ بچہ خواہ مخواہ نالی کیچڑ میں اپنے ہاتھ اور کپڑے وغیرہ خراب کرتا پھرے اور روکا نہ جائے گا' یہ صرف کام کے واسطے ہے نہ اس قسم کے کھیلوں وغیرہ کے واسطے جو اس کی طبیعت کو گندگی پسند نہ بنا دیں اور نہ اس واسطے کو ایسا کام جس میں صرف ہاتھ خراب ہوتے ہوں کپڑے لتے اور سارا جسم خراب کر لے ان باتوں کی ضرور نگرانی اور روک ٹوک رکھنی چاہیے۔ جو کہ محبت سے نہ ہو کہ جھڑک کر غرض تو یہ ہے کہ اس خیال سے کہ ہاتھ یا کپڑے وغیرہ خراب ہوں گے وہ کام کرنے سے باز نہ رہے بلکہ کام کو ہاتھ وغیرہ پر مقدم سمجھے اور ہر کام کو حسبِ ضرورت کرنے کے لیے تیار رہے۔

Marfat.com

حق کی پہچان کرانا

چونکہ چھوٹے بچوں کا ذہن ناپختہ ہوتا ہے اس لیے بچپن سے ہی ان کو جو عادات ڈالی جائیں بڑے ہو کر اُن میں وہ عادات خوب راسخ ہو جاتی ہیں اور اسی کے مطابق زیادہ تر اپنی زندگی گزارتے ہیں لہٰذا بچوں کا اچھی یا بری عادات میں مبتلا ہونا اور ان کو اختیار کرنا زیادہ تر ماں باپ کی تربیت کے باعث ہوتا ہے اس کے بعد وہ معاشرے سے سیکھتے ہیں کیونکہ جس طرح تمام خوبیاں اور برائیاں بچوں میں اپنے بڑوں کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہیں اسی طرح صحبت یاراں بھی ان کا باعث ہوتا ہے مگر تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ماں باپ یا عزیز و اقارب خود کوشش کر کے اپنے فرض کو تو ادا نہ کریں اور بجائے اس کے برائیوں کی تخم ریزی کریں۔ یہ خرابی عدم تعلیم اور ناقص تعلیم کی ہے اس میں کیا شک ہے کہ مسلمانوں میں علماء فضلاء بھی ہیں اور ایم اے بی۔ اے بھی، حکیم، ڈاکٹر، وکیل بیرسٹر غرض ہر قسم کے لوگ ہیں مگر کیا آج تک تربیت اطفال جیسے اہم فرض اور تعلیم نسواں جیسے ضروری کام کی طرف کما حقہ کسی نے توجہ کی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو عالم فاضل ایم۔ اے۔ بی۔ اے، حکیم، ڈاکٹر بن کر ہم کو کیا آیا، یہی چار پیسے کمانے کے لائق ہو گئے۔ دنیا میں ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنے لگے اور مادّیت میں ایسے غرق ہوئے کہ کسی کے حق کی پرواہ بھی نہ رہی۔

''ہم نے اکثر ڈاکٹروں کو دیکھا کہ مریض کی نبضیں چھوٹ گئیں ہیں ہچکیاں آ رہی ہیں، دم واپسیں ہیں اور ڈاکٹر صاحب نسخہ لکھ کر تاکید فرما رہے ہیں کہ جلدی سے منگوایئے'' کیا ان کا حق تھا کہ ایسے موقع پر جان بوجھ کر اپنے ٹکے سیدھے کرتے، بات یہ ہے

Marfat.com

کہ وہ حق کو نہیں پہچانتے۔"

وکیل صاحب یا بیرسٹر صاحب جانتے ہیں کہ مقدمہ میں بالکل جان نہیں ہے مگر ان کو فیس بھرپور ملنے کی امید ہے' موکل کو تسکین کیا یقین دلا رہے ہیں کہ تم مقدمہ جیتو گے' سائل سے انکار کیسے کریں۔

والدین کا فرض ہے کہ ہر ایک اخلاق حسنہ کی بنیاد بچپن سے رکھیں' اور نگران رہیں کہ بری عادتیں پیدا ہو کر ہماری تخم ریزی کو برباد نہ کریں۔ بچپن میں بچوں میں حق تلفی کی عادت خود ڈالی جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ لاڈ کی وجہ سے بڑے بچوں کی چیزیں چھوٹے کو زبردستی دلائی جاتی ہیں۔ اس طرح ننھی سی جان کو اپنے اور پرائے کے حق میں تمیز ہی نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو ہر چیز کا مالک سمجھنے لگتا ہے' ہم نے بڑے بڑے عالم فاضل' ایم اے وغیرہ ماں باپ کو یہ کہتے سنا ہے کہ بھئی دے دو چھوٹا بھائی ہے ذرا اس کی طبیعت خوش ہو جائیگی ابھی لے لینا۔ ہم کو تو یہ سن کر تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے کیا علم حاصل کیا' جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس معمولی سے فعل سے اس ننھی سی جان میں کوئی خرابی واقع ہو رہی ہے یا نہیں۔

جن لوگوں میں حق شناسی کا مادہ مفقود ہوتا ہے ان میں تمکنت غرور خود غرضی' خود پسندی اور نزاکت پیدا ہو جاتی ہے اور خواہشات بڑھ جاتی ہیں' اور برے بھلے کی تمیز نہیں رہتی' یہ حال آج کل مسلمانوں کا ہے کہ ایک کو دوسرے کا اعتبار نہیں'

ہمارا فرض ہے کہ اپنی قومی زندگی اور اپنی ہستی برقرار رکھنے کے زہریلے اثرات سے بچیں اور اپنے بچوں کو بھی بچائیں' بچوں کے لیے ہم کو ایک نمونہ پیش کرنا ہے کیونکہ ان میں نقل کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے' اگر بچوں میں کوئی صفت پیدا کرنی ہے تو اس کو پہلے اپنے میں پیدا کرو۔ اور بچوں کو دکھاؤ۔ وہ بھی کرنے لگیں گے اور کرتے کرتے اس کے عادی ہو جائیں گے۔

یہاں ہم چند باتیں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں جن سے علاوہ اور خوبیوں کے حق شناسی کا مادہ بھی پیدا ہوگا' بچوں کو اس پر عامل بنانے کا طریقہ وہی ہے کہ خود کر کے دکھایا جائے' صرف زبان سے کہنا موثر نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

(۱) بچوں کو سکھایا جائے کہ اپنا کام خود کیا کریں، اور دوسروں کے کاموں میں مدد دیا کریں از خود کسی دوسرے سے اپنا کام نہ کرائیں۔

(۲) اپنی چیزوں مثلاً کھلونے یا کتابیں وغیرہ کو بعد کام ہو چکنے کے ڈھنگ اور دھیان سے اُٹھا کر جگہ مقررہ پر رکھ دیں۔

(۳) سادہ کھانا کھلایا جائے، جو ان کے گوشت پوست اور خون کو بنانے والا ہو مزیدار کھانوں میں ان کی دلچسپی نہ بڑھنے دی جائے ورنہ ان کی صحت خراب ہو جائے گی، اور جسم کی حق تلفی کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔

(۴) بڑوں کا ادب اور چھوٹوں کا لحاظ سکھایا جائے، اس کے متعلق کہانیاں سنائی جائیں اور نگرانی رکھی جائے، اگر کسی موقع پر اس کے خلاف ظہور ہو تو محبت سے اور علیٰحدگی میں سمجھایا جائے اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے (اس میں یہ مدِ نظر رہے کہ بچے کو دبا کر اس کو پست ہمت اور ڈرپوک نہ کر دیا جائے)۔

(۵) وقت مقررہ پر سونے اور سورج نکلنے سے پہلے اُٹھنے کی تعلیم دی جائے، ناشتہ، کھانا وغیرہ ہر چیز وقت مقررہ پر ہونی چاہیے اس سے تندرستی بھی ٹھیک رہے گی۔

(۶) کپڑے خواہ کیسے ہی ہوں مگر یہ ضروری ہے کہ جو اصلی غرض لباس کی ہے۔ (یعنی تن ڈھانکنا اور موسمی ہواؤں گرد و غبار سے جسم کی حفاظت وہ پوری طرح سے پوری ہو کسی کپڑے کی تعریف یا برائی بچوں کے سامنے نہ کی جائے، کہ جس سے ان کے دل میں نفرت و حقارت پیدا ہو اور ان کی خواہشیں بڑھیں، ہاں جو کپڑے ایسے ہیں جن سے اصلی مقصد پورا نہیں ہوتا ان کی برائی جو سچی ہو ضرور سمجھا دینی چاہیے، تاکہ نزاکت اور نمائش کا مادہ نہ پیدا ہو، اور اصراف سے بچیں، اپنے نفس کی غلامی میں معصوم بچوں کو جسمانی اور روحانی تکلیفیں پہنچانا صریح دشمنی اور اس بندر کی دوستی کے مانند ہے جو دیمک کو مارنے کے لیے اپنے مالک کی چھاتی میں خنجر بھونکنے چلا تھا۔

(۷) بچپن سے تعلیم دی جائے کہ اپنی اور پرائی چیز کو سمجھ سکیں اور دوسرے کی چیز لینے

Marfat.com

کے لیے ضد اور ہٹ نہ کریں۔

(۸) جو چیز بچوں کے لیے لائی جائے اگر کھانے کی ہو تو کبھی کسی بچے کو اور کبھی کسی کو دی جائے تا کہ وہ بانٹ کر کھائیں اور جتنا جس کا حق ہو اس کو اپنے ہاتھ سے دیں کھلونے آج اگر ایک بچے کے لیے لائے گئے' تو کل دوسرے کے لیے آئیں۔ کبھی ساتھ ہی ساتھ بھی' اس سے باہمی رقابت کا مادّہ پیدا نہ ہوگا' اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو چیز بڑے کے یا چھوٹے کیلئے آئی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ میرے لیے بھی آئے۔

Marfat.com

معاشرتی آداب کی تربیت

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی بچپن ہی سے ایسی تربیت کریں کہ جس سے ان کو معاشرتی آداب سے مکمل طور پر آگاہی حاصل ہو جائے اگر بچپن سے ہی بچوں کو معاشرتی آداب سے روشناس کرایا جائے گا تو بچے بڑے ہو کر ہر معاملے میں اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنی عادات کو آسانی سے ڈھال لیں گے عام روزمرہ کی زندگی میں بچوں کی کھانے پینے' سونے بیٹھنے' لیٹنے اور دیگر معاشرتی معاملات کے بارے میں تربیت کرنے سے بچوں کی عادات و اطوار میں اسلامی رنگ نظر آنے لگے گا چنانچہ والدین بچوں کی مندرجہ ذیل معاشرتی آداب کے تحت تربیت کر کے ان کی زندگیوں کو سنواریں۔

کھانے پینے کے آداب سکھانا:

والدین بچوں کو کھانے پینے کے اسلامی آداب کے بارے میں بتائیں اور ان کو سکھائیں۔ کہ کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھو لیے جائیں کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے جائیں اور کھانے کے بعد کسی کپڑے یا تولیہ وغیرہ سے پونچھ لیے جائیں تا کہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے اس بارے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھ کلائی تک دھوئے جائیں صرف ایک ہاتھ یا صرف انگلیاں یا انگلیوں کی پوریں دھو لینا کافی نہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ پڑھ کر کھانا:

ہر اچھے کام کی ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے بچوں کو بتایا جائے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھنی چاہیے اس ضمن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک شروع نہ کرتے ہم لوگ کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی جسے اُسے کوئی دھکیل رہا ہے اُس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک اعرابی بھاگتا ہوا آیا جیسے اُسے کوئی دھکیل رہا ہے۔ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا'

''جس کھانے پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے شیطان اس لڑکی کے ساتھ آیا تاکہ اس کے ساتھ کھائے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس اعرابی کے ساتھ آیا کہ اس کے ساتھ کھائے میں نے اس کا ہاتھ (بھی) پکڑ لیا۔ قسم ہے اُس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اُس کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی) اور کھانا کھایا۔ (مسلم شریف)

دائیں ہاتھ سے کھانا پینا:

بچوں کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا سکھائیں بہت سے بچے کھانے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں اور ان کی غلط عادت کو درست کرتے ہوئے بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک اور پیاری سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھایا اور پیا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مبارک یہی ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور

Marfat.com

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص تم میں سے کچھ کھانا چاہے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب کوئی چیز پینا چاہے تو دائیں ہاتھ سے پیئے۔'' (مسلم شریف)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں پرورش پا رہا تھا کھاتے وقت برتن میں ہر طرف ہاتھ ڈال دیتا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

''بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کی اس جانب سے کھاؤ جو تمہارے قریب ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کچھ کھائے اور نہ کچھ پیئے اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے۔'' (مسلم شریف)

کھانے پینے سے قبل دعا مانگنا:

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا تو اُس وقت آپ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مَارَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِسْمِ اللّٰہِ ط

''اے اللہ! اپنی دی ہوئی روزی میں برکت دے اور آگ کے عذاب سے ہم کو بچا تیرا نام لے کر ہم کھاتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کوئی کھائے یا پیئے تو یہ کہہ لے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِیْ

Marfat.com

الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ ط

''پھر اس سے کوئی بیماری نہ ہوگی اگر چہ اس میں زہر ہو۔(دیلمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی کھانے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ اور جب دُودھ پینے لگے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ۔ کیونکہ جو چیز کھانے اور پینے دونوں سے کفایت کرتی ہے وہ دُودھ ہے۔'' (ابو داؤد۔ ترمذی شریف)

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا:

بچوں کو ہاتھ سے کھانا کھانے کی عادت ڈالیں چمچوں کے ساتھ کھانا سنت طریقہ نہیں ہے کھانے کے بعد بچوں کو انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے کی برکت اور سنت مبارکہ کے بارے میں بتائیں کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور دست مبارک پونچھتے یا دھونے سے پہلے اس کو چاٹ لیا کرتے تھے۔(مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''شیطان تمہارے ہر کام میں حاضر ہو جاتا ہے کھانے کے وقت بھی حاضر ہو جاتا ہے لہٰذا اگر لقمہ گر جائے اور اس میں کچھ لگ جائے تو صاف کر کے کھا لے اُسے شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے اور جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اُنگلیاں چاٹ لے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔'' (مسلم شریف)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''جس کھانے پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو وہ بیماری ہے اور اس میں برکت نہیں ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اگر ابھی دستر خوان نہ اُٹھایا گیا ہو تو بسم پڑھ کر کچھ کھالے اور دستر خوان اٹھالیا گیا ہو تو بسم پڑھ کر انگلیاں چاٹ لے۔'' (ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''کھانے کے بعد ہاتھ کو نہ پونچھے جب تک چاٹ نہ لے۔''

(بخاری ومسلم)

حضرت نُبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اُس کے لیے استغفار کرے گا۔'' (احمد۔ترمذی۔ابن ماجہ)

کھانے میں نقص نہ نکالنا:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا ایک حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا (یعنی بُرا نہیں کہا) اگر خواہش ہوتی تو کھالیتے اور خواہش نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ (بخاری شریف)

کھانا اپنے سامنے سے کھائیں:

بچوں کو بتائیں کہ ہمیشہ کھانا اپنے سامنے سے کھانا چاہیے اس ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں ایک برتن میں ثرید پیش کیا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کناروں سے کھاؤ درمیان میں سے نہ کھاؤ کہ درمیان میں برکت

Marfat.com

اُترتی ہے۔" (ابن ماجہ، ترمذی)

کھانا ٹیک لگا کر نہ کھائیں:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا کہ:

"میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔" (بخاری شریف)

بہت زیادہ کھانا نہ کھائیں:

بچوں کو اس بات کی عادت ڈالیں کہ وہ جب بھی کھانا کھائیں مناسب مقدار میں کھائیں کیونکہ بہت زیادہ کھانا کھا لینے سے معدہ پر بوجھ پڑتا ہے معدہ کمزور ہو جاتا ہے اور نظام ہضم بھی خراب ہو جاتا ہے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

"آدمی نے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے اور تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے۔" (ترمذی شریف)

حضرت عبدالرحمٰن بن موقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"کوئی برتن جو بھرا جائے پیٹ سے زیادہ برا نہیں اگر تمہیں پیٹ میں کچھ ڈالنا ہے تو ایک تہائی ہوا اور سانس کے لیے رکھو۔" (طبرانی)

ڈکار پر قابو پائیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کی ڈکار کی آواز سنی آپ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

اپنی ڈکار کم کر اس لیے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہوگا
جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرتا ہے۔" (ترمذی شریف)

کھانے کے بعد بھی دعا مانگیں:

کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری سنت مبارکہ ہے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اس پیاری سنت مبارکہ پر کھانا کھانے کے بعد عمل کرتے ہوئے دنیا و آخرت کی برکات حاصل کریں اور اپنی نیکیوں میں اضافہ کریں۔ اپنے بچوں کو بھی کھانے کے بعد دعا مانگنے کی عادت ڈالیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانے سے فارغ ہو کر یہ پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ط

ترجمہ: "سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم کو کھانا کھلایا اور ہم کو سیراب کیا اور ہم کو مسلمانوں میں سے کیا۔"

(ترمذی۔ ابوداؤد، ابن ماجہ)

کھڑے ہو کر پانی نہ پیا جائے:

اکثر بچے کھڑے ہو کر پانی پی لیتے ہیں والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اسلامی طریقہ سے کے مطابق پانی پینے کی عادت ڈالیں اور ان کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں سمجھائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا:

"کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پیے اور جو بھول کر ایسا کر گزرے وہ قے کر دے۔" (مسلم شریف)

ایک اور حدیث پاک میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔"
(بخاری و مسلم)

پانی پینے کا صحیح طریقہ:

بچوں کو پانی پینے کا صحیح طریقہ بتائیں تاکہ وہ اسلامی احکامات کے مطابق پانی پینے کی اپنے آپ کو عادت ڈالیں اور ثواب بھی حاصل کریں۔ اس ضمن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی پینے میں تین بار سانس لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

امام مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لیے مفید و خوشگوار ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"ایک سانس میں پانی نہ پیو جیسے اونٹ پیتا ہے بلکہ دو دو تین تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو بسم اللہ کہہ لو اور جب برتن کو منہ سے ہٹاؤ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہو۔" (ترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ نے پیالے میں جو جگہ ٹوٹی ہوئی ہے وہاں سے پینے کی اور پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا (ابوداؤد)

سونے کے آداب:

بچوں کو سونے کے آداب کے بارے میں بتائیں کہ داہنی کروٹ پر لیٹنا چاہیے سوتے ہوئے بعد میں خواہ بائیں کروٹ ہو جائیں یا دائیں کروٹ پر ہی رہے۔
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام جب رات میں منزل میں اُترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے کچھ ہی پہلے اُترتے تو داہنے دست مبارک کو کھڑا کرتے اور اس کی ہتھیلی پر سر مبارک رکھ کر لیٹتے۔

(شرح السنہ)

بچوں کو سونے کے دیگر آداب کے بارے میں بھی بتائیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اُس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔" (ابو یعلیٰ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا کہ جس پر گرنے سے کوئی روک نہ ہو (ترمذی)

لیٹنے کے آداب:

بچوں کو لیٹنے کے آداب کے بارے میں بتائیں تاکہ وہ اسلامی طریقہ کے مطابق اپنی لیٹنے کی عادت کو اپنائیں اُنہیں بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیٹنے کے یہ آداب بیان فرمائے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں مَیں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے قریب سے گزرے اور پائے اقدس سے ٹھوکر ماری اور ارشاد فرمایا:

"اے جندب! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت طخفہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سینے کے مرض کی وجہ سے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک کوئی شخص اپنے پاؤں سے مجھے ہلاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے میں نے دیکھا تو وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا'

''اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔'' (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاؤں پر پاؤں رکھنے سے منع فرمایا ہے جب کہ چت لیٹا ہو۔ (مسلم شریف)

بیٹھنے کے آداب:

بچوں کو بیٹھنے کے آداب کے بارے میں بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح سے بیٹھنے کو ناپسند فرمایا ہے اس ضمن میں حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ بائیں ہاتھ کو پیٹھ کے پیچھے کرلیا اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹیک لگالی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے قریب سے گزرے اور فرمایا:

''کیا تم اُن لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ کا غضب ہے۔''

(ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب بیٹھو تو جوتے اتار لو تمہارے قدم آرام پائیں گے۔'' (بزار)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو چار زانو بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔ (ابوداؤد)

مجلس کے آداب:

بچوں کو مجلس کے آداب بھی سکھانے چاہئیں اور ان کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں مجلس میں بیٹھنے مجلس میں جانے اور مجلس سے اُٹھنے کے آداب کے بارے میں بتائیں۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایسا نہ کرے کہ ایک شخص دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جائے لیکن ہٹ جایا کرو اور جگہ کھلی کر دیا کرو۔'' (بخاری و مسلم)

اس حدیث پاک سے بخوبی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجلس میں بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ اگر کوئی شخص مجلس میں آ جائے تو اُس کے لیے سرک جائیں اور اُسے جگہ دے دیں تا کہ وہ بھی بیٹھ جائے اور آنے والے کے لیے حکم ہے کہ وہ کسی کو اٹھا کر خود اُس کی جگہ پر نہ بیٹھے بلکہ یہ کہے کہ تھوڑا سا سرک جاؤ اور مجھے بھی بیٹھنے دو۔ مجلس میں بیٹھنے کا یہ سنت طریقہ ہے۔

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں تشریف فرما تھے اُس شخص کے لیے حضور اپنی جگہ سے سرک گئے اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جگہ (تو) کافی موجود ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اُس کا بھائی اُسے دیکھے اس کے لیے سرک جائے۔'' (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'

''کسی کو یہ جائز نہیں کہ وہ دو اشخاص کے درمیان جدائی کر دے (یعنی دونوں کے درمیان میں آ کر بیٹھ جائے) مگر اُن کی اجازت سے''

(ترمذی/ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر پھر (واپس) آ گیا تو اس جگہ کا وہی

Marfat.com

حقدار ہے (یعنی اگر جا کر جلد ہی واپس آجائے)۔" (مسلم شریف)

عیادت کے آداب:

بیمار کی عیادت کرنا بھی ایک معاشرتی ادب ہے بچوں کو اس کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ اگر کوئی عزیز رشتہ دار، دوست، محلہ دار وغیرہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور بیمار پرسی کرنی چاہیے بچوں کو عیادت کے آداب کے بارے میں بتائیں تاکہ اسے دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے کی عادت پڑے اور اس میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کو جائے تو یہ دعا سات مرتبہ پڑھے اگر موت کا وقت نہیں آگیا ہے تو اسے ضرور شفا حاصل ہو گی۔" (ترمذی، ابوداؤد)

اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ۔

ترجمہ: "اللہ بزرگ و برتر سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے کہ تجھے شفا بخشے۔"

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"بہترین عیادت یہ ہے کہ مزاج پرسی کے بعد فوراً اٹھ آئے۔"

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"جب تم مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو موت کے بارے میں

Marfat.com

اس کا رنج وغم دور کرو اگرچہ اس سے اس کی موت کا وقت نہیں ٹل سکتا
لیکن اس کا دل خوش ہو جائے گا۔" (ترمذی۔ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اعرابی کی عیادت کو تشریف لے گئے اور آپ کی یہ عیادت مبارکہ تھی کہ جب کسی بیمار کی مزاج پرسی کو تشریف لے جاتے تو یہ فرماتے لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنشاء اللّٰہ تعالیٰ یعنی کوئی حرج کی بات نہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے والا ہے چنانچہ اُس اعرابی سے بھی آپ نے یہ فرمایا:

لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (بخاری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"جب تو بیمار کے پاس جائے تو اُس سے کہہ کہ تیرے لیے دُعا
کرے کہ اُس کی دُعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہے۔" (ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (ایک بوڑھی خاتون) اُم السائب کی عیادت کو تشریف لے گئے ام السائب بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں آپ نے فرمایا' تجھے کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟ خاتون نے کہا' اللہ اس بخار کو سمجھے اس نے گھیر رکھا ہے۔ یہ سُن کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو یہ مومن کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

مریض کی عیادت کو جائیں تو اُسے تسلی دیں اگر وہ کوئی مشورہ طلب کرتے تو اچھا اور بہتر مشورہ دیں اور اُس کے حق میں دُعائے خیر کریں کہ یہ عیادت کرنے کا سنت طریقہ ہے۔

Marfat.com

چھینک اور جمائی کے آداب:

بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب بھی ضرور سکھانے چاہئیں تا کہ بچوں کو پتہ چل سکے کہ اس بارے میں دین کے احکامات کیا ہیں۔

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کو چھینک نہ آتی ہو۔ چھینک سے ہر ایک مرد عورت کو واسطہ پڑتا ہے مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اگر چھینک آ جائے تو کیا کرنا چاہیے اور کس طرح چھینک مارنی چاہیے اس بارے میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو آداب بیان فرمائے ہیں اُس سنت طریقہ عمل پر کرنے سے ہی ہمیں دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہو سکتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہے اور جماہی ناپسند ہے جب کوئی شخص چھینکے اور الحمد لِلّٰہ کہے تو جو مسلمان اُس کو سنے اُس پر یہ حق ہے کہ یرحمك اللّٰہ کہے اور جماہی شیطان کی طرف سے ہے جب کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے دفع کرے کیونکہ جب جماہی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے کیونکہ یہ غفلت کی نشانی ہے ایسی چیز کو شیطان پسند کرتا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جب وہ (ہا) کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔" (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب چھینک آتی تو منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز کو پست کرتے۔ (ترمذی)

حضرت عبادہ بن صامت وشداد بن اوس و واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز کو بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز بلند کی جائے۔" (بیہقی)

جس کو چھینک آئے اُسے الحمد لِلّٰہ کہنا چاہیے بلکہ اُسے چاہیے کہ وہ الحمد

Marfat.com

اللہ رب العالمین کہے جب چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہو گیا ایک مجلس میں اگر کسی کو کئی مرتبہ چھینک آئے تو صرف تین بار تک جواب دینا ہے اس کے بعد اُسے اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کے جواب میں یرحمك اللّٰہ کہا پھر دوبارہ چھینک آئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اسے زکام ہو گیا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ جب تیسری مرتبہ چھینک آئی تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا فرمایا۔ (بخاری شریف)

بہت سے لوگ چھینک کو بدفالی خیال کرتے ہیں مثلاً اگر کسی کام کے لیے جا رہا ہے اور کسی کو چھینک آ گئی تو سمجھتے ہیں کہ اب وہ کام ٹھیک طرح سے نہ ہو گا ایسی سوچ جہالت کی غماز ہے اس لیے کہ بدفالی کوئی چیز نہیں بلکہ ایسے موقع پر چھینک آنا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا تو نیک فالی کا باعث ہے جس کا ذکر حدیث پاک میں بھی ملتا ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"سچی بات وہ ہے کہ اس وقت چھینک آ جائے۔" (طبرانی)

حکیم کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ جب کوئی بات کی جائے اور چھینک آ جائے تو وہ حق ہے اور ابو نعیم کی روایت انہیں سے ہے، دعا کے وقت چھینک آ جانا سچا گواہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"جب کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھ والا یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے جب یَرْحَمُكَ للّٰہ کہہ لے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں یہ کہے یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ"

(بخاری شریف)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ

"جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں رب العالمین اور اگر وہ رب العالمین کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں۔ رحمك الله۔ (طبرانی)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔ مَیں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد لِلّٰہ کہے تو اُسے جواب دو اور الحمد لِلّٰہ نہ کہے تو اُسے جواب مت دو۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کو جواب دیا دوسرے کو نہیں دیا اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اُس کو جواب دیا اور مجھے جواب نہیں دیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا' اُس نے الحمد لِلّٰہ کہا اور تو نے نہیں کہا۔ (بخاری و مسلم)

دیگر معاشرتی آداب:

بچوں کو درج ذیل معاشرتی آداب کے بارے میں بھی بتائیں

(۱) کسی کو سوتے وقت فون کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں بہت ناگہانی ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں۔ اسی طرح فرض عبادات کے وقت ہم کسی کو فون نہ کریں۔ اس سے اس کی آزادی متاثر ہوگی۔ یہ ویسا ہی جیسے ہم کسی کے گھر بلا اجازت داخل ہو جائیں۔

(۲) اگر آپ کے لیے کسی شخص کو بار بار فون کرنا ضروری ہو تو آپ اس شخص سے مناسب وقت دریافت کر لیں۔ تاکہ آپ اس کے نظام الاوقات کا احترام کر سکیں۔

(۳) اگر آپ کو کسی شخص سے فون پر دیر تک بات کرنی ہے تو اس شخص سے پوچھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اس وقت مصروف تو نہیں ہے۔

Marfat.com

(۴) اگر آپ کو کوئی فون کرے تو آپ اس وقت تک فون پکڑے رہیں جب تک فون کرنے والے کی بات ختم نہ ہو۔ کیونکہ فون کرنے والے کا آپ پر حق ہے۔

(۵) اگر آپ کسی کے ہاں جائیں تو دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہوں۔ دروازہ کھلتے وقت دروازے کے سامنے کھڑے رہنے کا یہ مطلب ہوگا کہ ہمارے باہر ہوتے ہوئے ہماری نظر گھر میں گھس جائے گی جو گھر میں جانے کے برابر ہوگا۔ اور میزبان کی خلوت (Privacy) میں دخل ہوگا۔ اسی طرح دروازے میں کسی سوراخ یا چیر میں سے گھر میں نہ جھانکیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے یہاں جاتے تھے تو آپ اس کے دروازے کے سامنے ہرگز کھڑے نہ ہوتے بلکہ آپ ہمیشہ دروازے کے سیدھے یا الٹے ہاتھ رکتے تھے۔ پھر سلام کر کے اجازت مانگتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اجازت لینے کا بہترین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے پھر دروازہ کھٹکھٹایا جائے یا دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا جائے۔ اگر اندر سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ آپ اپنا مکمل نام بتائیں۔ یہ نہ کہیں کہ "میں ہوں" کیونکہ اس جواب سے مکمل معلومات نہیں مل پاتی بلکہ گھر والا گھبرا بھی سکتا ہے اور اس کے ذہن میں الجھن پیدا ہو سکتی ہے کہ میں سے مراد کون ہے۔

اگر سلام کرنے کے بعد اندر سے کوئی جواب نہ ملے تو دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد مزید دو مرتبہ دروازے پر دستک دیں اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو ہمیں ہرگز اندر داخل نہ ہونا چاہیے۔

اس طرح کی اور بہت سی حالتوں سے ہم دو چار ہو سکتے ہیں جن کو ہمیں یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی گھر والا یہ درخواست کرے کہ ہم واپس چلے جائیں اور پھر کسی وقت آئیں تو ہمیں اس کی بات مان لینا چاہیے اور اس کی درخواست کو ہمیں ناپسند نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ آپ کسی کے ہاں اس کی اجازت کے

Marfat.com

بغیر جا گھسیں۔

اسلام ملاقات کرنے والوں کے حقوق بھی بیان کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِزُوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے۔

اس لیے گھر والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ باہر آ کر اپنے گھر آنے والے کا پر جوش استقبال کرے۔ بغیر کسی ناگہانی یا اہم وجہ کے مہمان کو واپس نہ کرے۔

(۶) اگر کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی ناگہانی ضرورت ہو تو کسی کے گھر میں بلا اجازت گھسنا درست ہے۔ بلکہ اس کے لیے جتنا جلد ممکن ہو اندر گھسنا چاہیے تاکہ مصیبت زدہ لوگوں کو فوری مدد مل سکے۔

(۷) اگر آپ نے اپنے کسی آدمی کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ کسی کو لے کر آئے تو وہ شخص بغیر اجازت اندر آ سکتا ہے۔ آپ کے آدمی کا اس کے ساتھ ہونا ہی اجازت کے برابر ہے۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

اپنے بچوں کو برے ماحول سے بچائیں

ماحول کا اثر بھی ضرور بچے پر پڑتا ہے اگر ماحول اچھا ہوگا تو بچے پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور وہ اس ماحول سے بہت سی اچھائیاں اخذ کر کے اپنی ذات میں پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اس کے برعکس اگر برا ماحول ہوگا تو اس کے اثرات سے بھی بچہ متاثر ہوسکتا ہے اور برائیوں کی طرف آسانی سے راغب ہوسکتا ہے۔ اس لیے والدین کی ذمہ داری میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ جہاں گھر کے اندر بچے کی صحیح تربیت کریں وہاں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ بچہ باہر کی غلط صحبت سے بھی محفوظ رہے ورنہ ہوسکتا ہے کہ بچہ غلط صحبت اور غلط ماحول کی وجہ سے بگڑ جائے سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اچھی اور بری صحبت کے اثرات کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں سمجھاتے ہوئے اُمت کو تعلیم دی ہے چنانچہ اس ضمن میں حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے کی سی ہے اور بد ساتھی کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے کستوری دے دے گا یا تو اُسے اس سے خرید لے گا (اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی تو کم از کم) تو کستوری کی خوشبو ہی کو حاصل کر لے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا (اور اگر یہ نہ ہوگا تو کم از کم) تو اس کی بدبو (تو ضرور) ہی محسوس کرے گا۔ (بخاری شریف)

نیک صحبت کے لازماً اچھے اثرات پیدا کرنے کی اس سے بہتر مثال شاید ہی بیان

Marfat.com

کی گئی ہو۔ کستوری کی خوشبو خود بخود ہی ارد گرد پھیلتی اور لوگوں کے مشامِ جان کو معطر کرتی رہتی ہے۔ چاہے اِرد گرد کے لوگوں نے اس خوشبو کو سونگھنے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ایسے ہی نیک صحبت لازماً اپنا اچھا اثر ڈالتی ہے چاہے نیک صحبت میں بیٹھنے والے لوگ اچھا اثر لینے کا قصد رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔

ماحول کا اثر ضرور پڑتا ہے:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک راویت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اسے یہودی بنا لیتے ہیں یا عیسائی بنا لیتے ہیں۔''

اتنا بیان کر کے آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال دی کہ جب چوپایہ بچہ پیدا کرتا ہے تو وہ بچہ کن کٹا نہیں ہوتا بلکہ صحیح سالم ہوتا ہے۔ پھر بعد میں تم لوگ اس کا کان کاٹ کر اسے کن کٹا کر دیتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ انسان پیدائشی طور پر گنہگار نہیں ہے بلکہ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ ماحول انسان کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے' سورہ البقرہ آیت ۳۰ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ انسان دنیا میں ایک مجرم کی حیثیت سے نہیں بلکہ خدا کے نائب کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ......

Marfat.com

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک
نائب بنانے والا ہوں۔

یہ بات کہ اس نے اس دنیا سے آنے سے پہلے ہی شجر ممنوعہ کا پھل چکھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر لی تھی۔ اسے پیدائشی گنہگار نہیں بناتی' کیونکہ اس غلطی کے بعد اور دنیا میں آنے سے پہلے اس نے توبہ کر لی تھی اور خدا نے اس کا گناہ بخش بھی دیا تھا۔

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ۔ (البقرہ:۳۷)

پھر آدم نے اپنے رب سے (توبہ کے) کلمات سیکھ لیے (اور توبہ کی)
تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی' بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے
والا' رحم کرنے والا ہے۔

اور جو شخص توبہ کرے وہ ویسا ہی پاک ہو جاتا ہے جیسا اس گناہ کرنے سے پہلے تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ویسا ہی جیسا وہ شخص جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ (ابن ماجہ)

یہاں اسلام کا نظریہ بعض دوسرے مذاہب کے نظریوں سے ٹکراتا ہے جن کا یہ خیال ہے کہ چونکہ انسان نے دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی گناہ کر لیا تھا' اس لیے وہ پیدائشی طور پر گنہگار ہے اور دنیا میں اسے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ اپنے گناہ کی سزا بھگتے۔ گویا دنیا میں انسان کی حیثیت ایک مجرم کی سی ہے اور یہ دنیا اس کے لیے قید خانہ ہے جہاں اسے اس کے جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔

اس کے برعکس اسلام کا نکتہ نگاہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں خدا کا نائب بن کر آیا ہے اور دنیا اس کے لیے میدانِ عمل ہے۔ جب وہ اس میدانِ عمل میں داخل ہوتا ہے تو ایک سچے خدا پرست کی حیثیت سے داخل ہوتا ہے اور اگر وہ سچی خدا پرستی کی راہ سے ہٹتا ہے تو اس

Marfat.com

ماحول کے اثرات کے باعث ہٹتا ہے جس نے اُسے قریبی گھیرے میں لے رکھا ہوتا ہے۔ ایک یہودی کا بچہ ہو یا عیسائی کا یا آتش پرست کا یا بت پرست کا' جب وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک سچے مسلم کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر جیسے جیسے وہ شعور کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے' اس کا ماحول اس پر غالب آتا جاتا ہے اور اسے اپنے سانچے میں ڈھالتا چلا جاتا ہے اور وہ اسی مذہب کا پیرو ہو جاتا ہے جسے اس کے والدین نے اختیار کیا ہوتا ہے۔

غرضیکہ ماحول کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انسان اپنے ماحول کے خلاف عقائد اختیار کر لے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات کوئی شخص اچھے ماحول میں رہ کر بھی بُرا نکل آتا ہے اور ایسے ہی کوئی انسان بُرے ماحول میں رہ کر بھی اچھائی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں پیغمبروں کی رفاقت میں رہتے ہوئے بھی بُری ہی رہیں اور فرعون کی بیوی ایک سرکش و باغی کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے بھی نیکوکار رہی۔ مگر ایسی صورتیں بہت شاذ ہوتی ہیں۔ جو اصول عام طور پر دنیا میں جاری و ساری ہے وہ یہی ہے کہ انسان اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

انسانی فطرت:

انسانی فطرت ہے ہی ایسی کہ جب کوئی بری بات پہلی دفعہ مشاہدے میں آئے تو دل میں اس کے لیے بہت نفرت پیدا ہوتی ہے مگر وہی شے جب دوسری دفعہ دیکھی جائے تو وہ نفرت کچھ کم ہو چکی ہوتی ہے۔ پھر تیسری دفعہ دیکھنے سے وہ مزید کم ہوتی ہے۔ اسی طرح بار بار دیکھتے رہنے سے وہ نفرت کم ہوتی ہوتی آخر ختم ہو جاتی ہے اور انسان اس برائی کے معاملے میں بے حس سا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ معاملہ یہاں پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ جب کسی چیز سے نفرت ختم ہوتی ہے تو پھر اس میں کچھ دلچسپی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے اور اگر وہ چیز زندگی میں بار بار مشاہدے میں آتی ہی چلی جائے تو پھر وہ دلچسپی بڑھتے بڑھتے آخر معاملہ یہاں تک آ پہنچتا ہے کہ انسان اسے عملاً اختیار کر لیتا ہے۔

Marfat.com

بُرے ماحول کا بُرا اثر اچھوں پر بھی پڑ سکتا ہے:

اس ضمن میں ایک طالب علم بچی نے اپنا ایک تجربہ بتایا کہ سکول کی تعلیم ختم کر کے جب میں کالج پہنچی تو اتفاق سے مجھے ایک ایسے کالج میں جگہ ملی جہاں "ثقافتی سرگرمیوں" کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ داخلے سے چند دن بعد ہی جب میں نے طالبات کی قائم کی ہوئی ایک ناچ رنگ کی محفل میں شرکت کی تو مجھے یہ سب کچھ سخت قابل اعتراض لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ طالب علم لڑکیاں اپنے رتبے سے اتنا نیچے کیوں گر رہی ہیں کہ پاؤں میں گھنگرو باندھ کر چھما چھم ناچنے کو اپنا کمال سمجھے بیٹھی ہیں۔ جب میں نے اپنی سہیلیوں کے آگے اپنے شدید غم و غصے کا اظہار کیا تو وہ بڑی بے نیازی سے بولیں۔ لو بھئی بس ذرا ڈانس ہی ہو رہا ہے نا آخر اس میں ایسی ہی قابل اعتراض بات کونسی ہے۔ جب میں نے اصرار کیا کہ یقیناً یہ حرکات سخت قابل اعتراض ہیں تو وہ ہنسنے لگیں۔ اور بولیں کہ بات اصل میں یہ ہے کہ تم ابھی نئی نئی آئی ہو اس لیے تمہیں یہ سب کچھ بُرا لگ رہا ہے۔ جب کچھ دن یہاں رہ لو گی تو پھر تمہیں کچھ بھی بُرا نہیں لگا کرے گا۔

بچی کہتی ہے کہ ان کی بات سن کر میں نے جی ہی جی میں کہا کہ کبھی بھی ایسے نہیں ہو سکتا ہے کہ میں اس لہو ولعب کی اتنی عادی ہو جاؤں کہ یہ مجھے برا لگنا بند ہو جائے۔ مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ ٹھیک بات وہی تھی جو انہوں نے کہی تھی اور میں ہی غلطی پر تھی کیونکہ جب میں نے آئے دن ایسی مجالس میں شرکت کرنا شروع کر دیا تو آخر میں نے محسوس کیا کہ اس "لہو ولعب" کے خلاف میرے دل کی نفرت بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ نفرت کا جذبہ کم سے کم ہوتا ہوتا آخر بالکل ختم ہو گیا اور کہاں تو پہلے دن میں نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا تھا اور کہاں اب میں ان مجلسوں کا انتظار کرنے لگی۔ یہ دلچسپی بھی کسی جگہ رُکی نہیں بلکہ بڑھتی ہی چلی گئی اور آخر کار میں نے وہی فقرے بولنے شروع کر دیئے جو میری سہیلیاں بولا کرتی تھیں کہ:

"آخر اس میں ایسی ہی قابل اعتراض بات کونسی ہے۔"

"ذرا ہاتھ پاؤں کو حرکت ہی تو دی جا رہی ہے۔ آخر اس سے معاشرے میں کیا

Marfat.com

خرابی پیدا ہو سکتی ہے!"

ایسے ہی ایک خاتون نے اپنا ایک تجربہ بیان کیا کہ حالات کی تبدیلی نے مجھے ایک ایسے ماحول میں لا ڈالا جہاں لباس پر حد سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ شروع شروع میں میرا یہ حال تھا کہ جب میں دیکھتی کہ وہاں کی معزز خواتین ہر وقت کپڑوں ہی کی باتیں کرتی رہتی ہیں تو مجھے جی ہی جی میں بہت شرم آتی۔ شرم ہی نہیں بلکہ تعجب بھی ہوتا کہ پڑھی لکھی جاننے بوجھنے والی خواتین' جو روزانہ اخبار پڑھتی ہیں اور ملکی اور عالمی حالات سے پوری واقفیت رکھتی ہیں۔ آخر بڑی بڑی اہم باتوں کو چھوڑ کر بار بار صرف لباس اور اس کی تراش خراش ہی کی باتیں کیوں کرتی ہیں۔ ان کے گروہ میں سے جب کسی دن کوئی خاتون کوئی نیا لباس پہن کر آ جاتیں تو باقی سب خوب زور و شور سے داد دیتیں کہ "واہ بھئی واہ! کیا ٹھاٹ دار قمیض پہنی ہے۔" باہر سے مہمان خواتین ملنے آتیں تو ان کی آؤ بھگت کا ایک ضروری حصہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے لباس کی تعریف توصیف کی جائے۔

خاتون بتاتی ہیں کہ دن گزرتے ہوئے اور مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ وہ شرم جو میں شروع شروع میں محسوس کرتی تھی مع اس تعجب کے' جو مجھے ان کی حرکات پر آتا تھا' کہاں غائب غلہ ہو گئی۔ ابھی مجھے وہاں آئے چھ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ میں بھی اپنے وقت کے اکثر حصے کو لباس اور لباس کی تراش خراش سے تعلق رکھنے والی باتوں پر صرف کرنے لگی۔ معاً ایک دن مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ میں پورے پورے طور پر اُن کے رنگ میں رنگی جا چکی ہوں۔ وہ اس طرح کہ ایک ملنے والی میری ملاقات کو آ گئیں۔ انہوں نے ایک خوبصورت قمیض پہنی ہوئی تھی' جس پر شیشے کے ٹکڑوں کا کام تھا۔ سلام دعا کے بعد پہلی بات جو میرے منہ سے نکلی وہ یہی تھی کہ میں نے ان کی خوبصورت قمیض کی تعریف و توصیف شروع کر دی اور جس وقت میں اس پر کی ہوئی کاریگری کی تعریفوں کے پل باندھ رہی تھی' معاً میرے ذہن میں یہ بات آ گئی کہ یہ تو ٹھیک وہی حرکت ہے' جس پر شروع شروع میں مجھے شرم آیا کرتی تھی!

ایک اچھے بھلے تعلیم یافتہ خاندان کی ایک پڑھی لکھی شائستہ لڑکی کی شادی ایک

Marfat.com

ایسے شخص سے ہوگئی' جو اگرچہ تعلیم میں اس سے دو قدم آگے ہی تھا' مگر اُسے فحش قسم کی گالیاں دینے کی عادت تھی۔ شادی کے بعد بہت جلد لڑکی نے محسوس کر لیا کہ اُسے جہنم میں دھکیل دیا گیا ہے۔ حالات کو سدھارنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی اور باہمی تعلقات کشیدہ سے کشیدہ تر ہوتے چلے گئے۔ وہ شخص اُسے فحش گالیاں دیتا' مار پیٹ کرتا اور ہر ممکن طریقے سے اسے ستاتا۔ لڑکی علیحدگی چاہتی تھی' مگر وہ اس پر بھی آمادہ نہ ہوتا۔ ایک دن وہ لڑکی اپنی اس مصیبت کے سلسلے میں کچھ مشورہ کرنے آ گئی اور اپنے دکھوں کی کہانی سنانے لگی۔ وہ کم و بیش ڈیڑھ دو گھنٹے مسلسل بولتی رہی اور اس دوران میں اس نے جو زبان استعمال کی وہ حیران کن تھی۔ باوجود اس امر کے کہ ان کی باہمی کشیدگی کا سب سے پہلا سبب اس کے خاوند کی گندی زبان ہی بنا تھا۔ اس چار سالہ شادی شدہ زندگی میں وہ اس زبان سے اتنی مانوس ہو چکی تھی کہ انتہائی عریاں قسم کی گالیاں' جن کا کسی اچھے خاندان کی تعلیم یافتہ لڑکی تو کجا' جاہل اَن پڑھ لڑکی بھی تصور تک نہیں کر سکتی' بے تکلف اس کی زبان سے نکلی چلی جا رہی تھیں۔ یہ بتاتے ہوئے کہ میرا خاوند مجھے ایسے اور ایسے کہتا ہے۔ اس نے اتنی فحش زبان استعمال کی کہ سننے والی بے چاری کے اوسان خطا ہو گئے۔ جب اُسے توجہ دلائی گئی کہ وہ انتہائی ناپاک زبان استعمال کر رہی ہے تو وہ پہلے تو کچھ ٹھٹکی اور پھر بلک بلک کر رونے لگی اور بولی کہ خدا کی قسم مجھے تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ میرے منہ سے کیا کچھ نکلا چلا جا رہا ہے۔

پتہ نہ چل سکنے کی وجہ ظاہر تھی کہ ہر وقت وہ گندی زبان سنتے رہنے کے باعث اب اس کی برائی کا احساس اتنا گہرا نہیں رہا تھا کہ اسے دہرانے سے روک سکتا اور جب کسی بری بات کی برائی کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس سے اگلا قدم یہی ہو سکتا ہے کہ اسے اختیار کرنا شروع کر دیا جائے۔

یہ چند عام سی مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کس طرح غیر ارادی طور پر ماحول سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ جب بنی اسرائیل کے اچھے لوگوں نے اُن کے بُرے لوگوں کو برائیوں پر ٹوکنا چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے اور اُٹھتے بیٹھتے رہے تو پھر اُن بُروں

Marfat.com

کے دلوں کی سیاہی اُن اچھوں کے دلوں پر بھی چھپ گئی اور ان پر لعنت کی گئی۔

برے ماحول کا مفہوم:

اب جہاں تک اس لفظ "ماحول" کے مفہوم کا تعلق ہے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ لفظ ہم صرف اپنے اردگرد رہنے والے قریبی لوگوں ہی کے لیے استعمال نہیں کرتے' بلکہ بسا اوقات یہ لفظ ان لوگوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو درحقیقت ہم سے دور ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ "آجکل کا ماحول خراب ہے۔" تو اس سے ہماری مراد صرف اپنا گلی محلہ یا ملنے ملانے والے لوگوں کا حلقہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا میں عام طور پر خرابی پھیلی ہوئی ہے۔ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ "ماحول" کا لفظ ہم غیر ارادی طور پر چار معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ کبھی ماحول کا لفظ بول کر ہم وہ میلانات اور عادات واطوار مراد لیتے ہیں جو کسی خاص زمانے میں کل دنیا میں پھیلی ہوتی ہیں۔ کبھی اس لفظ سے ہماری مراد وہ مخصوص میلانات اور طور طریقے ہوتے ہیں جو ہمارے اپنے ملک میں جاری وساری ہو چکے ہوتے ہیں۔ کبھی ماحول کا لفظ ہم اپنے خاندان کے لیے استعمال کرتے ہیں اور کبھی ماحول کہہ کر ہماری مراد ملنے ملانے والوں کا حلقہ ہوتا ہے۔

لہٰذا جب ہم کہتے ہیں کہ خرابی نفس کا ایک سبب "برا ماحول" ہے تو اس سے کبھی ہم وہ بُرائیاں مراد لیتے ہیں جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ چند ایک ملکوں سے نکلتی ہیں اور پھر پھیلتے پھیلتے دنیا کے کثیر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔

کبھی بُرا ماحول کہنے سے ہماری مراد وہ مخصوص خرابیاں ہوتی ہیں جو ہمارے اپنے ملک میں پھیل چکی ہوتی ہیں۔ یہ بھی عموماً کسی ایک طبقے سے نکلتی ہیں اور پھر سارے طبقات میں پھیل کر ملک گیر ہو جاتی ہیں۔

ایسے ہی کبھی بُرا ماحول کہنے سے ہماری مراد وہ بد عادات ہوتی ہیں جو ہمارے اپنے کنبے میں پائی جاتی ہیں اور کبھی یہ ترکیب ہم ان برائیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جو ہمارے ملنے ملانے والے حلقے میں پائی جاتی ہیں۔

ماحول کی ان چاروں اقسام میں سے ہر قسم انسان پر لازماً اثر ڈالتی ہے۔ اور

Marfat.com

انسان ان برائیوں سے بھی متاثر ہوتا ہے جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں' ان کا اثر بھی قبول کرتا ہے جو اپنے ملک میں جاری و ساری ہوتی ہیں' اپنے خاندان کی مخصوص برائیوں نے بھی اس پر اثر انداز ہونا ہی ہوتا ہے اور حلقہ احباب کی عاداتِ بد تو اور بھی زیادہ گہرا اثر چھوڑتی ہیں۔

ماحول کی ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسموں کے بارے میں تو انسان بہت حد تک بے اختیار ہوتا ہے۔

بُرے ماحول کی پہلی قسم:

جہاں تک عالم گیر برائیوں کا تعلق ہے۔ ہماری بے اختیاری کی تشریح یہ ہے کہ نہ ہم اپنی مرضی سے اس دنیا میں آئے تھے اور نہ اس سے کٹ کر زندگی گزارنا ہمارے لیے ممکن ہے۔ کیونکہ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ اس نے لازماً دوسروں کے ساتھ مل کر ہی زندگی گزارنا ہوتی ہے اور ذرائع رسل و رسائل کے بے انتہا ترقی کر جانے کے باعث دنیا اب اس طرح سمٹ گئی ہے اور اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے ہیں کہ اس نے گویا ایک کنبے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جس طرح کسی گھرانے کے ایک فرد کے اعمال باقی سب افراد کو متاثر کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے ایک کونے میں جو کچھ ہوتا ہے' اس کے اثرات برقی رفتاری کے ساتھ اس کے دوسرے کونوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر موجودہ زمانے کی شدید قسم کی مادہ پرستی یورپ اور امریکہ سے نکلی تھی۔ مگر ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اب یہ مادہ پرستی دنیا کے تقریباً ہر ملک کو متاثر کر رہی ہے۔ کم و بیش ہر ملک کی یہی کیفیت ہے کہ اس کی غالب آبادی صرف مال و دولت اور دنیاوی عزت و جاہ کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔ روح کی بلندی' اخلاق کی اصلاح اور موت کے بعد کی دائمی زندگی میں عزت و جاہ حاصل کرنے کی خواہش صرف خال خال لوگوں ہی کے دل میں رہ گئی ہے کیونکہ ہر طرف مادی سر بلندی حاصل کرنے ہی کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ اس لیے جو بچہ' دنیا کے جس حصے میں بھی' شعور کی منزل میں داخل ہوتا ہے' وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مادی سر بلندی ہی وہ شے ہے جس کے لیے سعی و کوشش کرنی چاہیے۔

Marfat.com

بُرے ماحول کی دوسری قسم:

اب رہا بُرے ماحول کا دوسرا مفہوم یعنی وہ خرابیاں جو کسی خاص ملک میں پائی جاتی ہیں' تو ان کے معاملے میں بھی ہم بہت حد تک بے بس ہیں کہ ملک بھی انسان اپنی مرضی سے نہیں چُنتا۔ جس ملک میں خدا کی طرف سے پیدا ہو گئے ہو گے۔ اگر چہ ہجرت کی جا سکتی ہے اور قومیت بدلی جا سکتی مگر مشاہدہ بتاتا ہے کہ عملاً ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جنہیں پرانی قومیت بدل کر کسی نئی قومیت کو اختیار کرنے کے وسائل و ذرائع حاصل ہوں یا جو جذباتی طور پر پرانے مانوس ماحول کو چھوڑ کر نئے نامانوس ماحول میں اپنے آپ کو فٹ کر سکتے ہوں۔ انسانوں کی غالب اکثریت اپنے اپنے علاقوں ہی سے وابستہ رہتی ہے۔ اچھے ہوں یا بُرے۔ امیر ہوں یا غریب۔ ترقی یافتہ ہوں یا ترقی پذیر یا بالکل غیر ترقی یافتہ۔ اور پھر جہاں انسان رہتا چلا جاتا ہے' وہاں کی اچھائیاں اور برائیاں دونوں اس پر گہرا اثر ڈالتی رہتی ہیں۔

بُرے ماحول کی تیسری اقسام:

ماحول کی تیسری قسم یعنی اپنا کنبہ اور رشتے داریوں کا حلقہ تو ظاہر ہے کہ یہ بھی خدا ہی کا دیا ہوتا ہے۔ اس کے معاملے میں بھی انسان کے اپنے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جو خاندان خدا کی طرف سے مل جاتا ہے' اچھا ہو یا بُرا' اس سے کٹ جانا آسان کام نہیں ہوتا۔ اور پھر اسلام میں صلہ رحمی کی جو تاکید اور قطع رحمی پر جو وعید آئی ہے' اس کے پیش نظر رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا پڑتا ہے کہ آیا اس قطع تعلق کا شرعاً کوئی جواز ہے بھی یا نہیں۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ مختلف خاندانوں کی بھی اپنی اپنی خاندانی خصوصیات ہوتی ہیں اور وہ اسی طرح پیدا ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کے قریب رہنے والے ایک دوسرے کی عادات و اطوار کو اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض خاندان بہ حیثیت خاندان شیخی خور اور خود پسند ہوتے ہیں۔ بعض بہ حیثیت خاندان فضول خرچ اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ بعض خاندان بہ حیثیت خاندان موٹی عقل کے مالک ہوتے ہیں۔ اگر چہ ہر خاندان میں دوسری

Marfat.com

قسم کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر عموماً افراد خاندان کی اکثریت خاندانی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔

بُرے اقسام کی چوتھی قسم:

ہاں ماحول کی چوتھی قسم البتہ ایسی ہے جس میں انسان اپنے اختیار سے کام لے سکتا ہے اور وہ ہے احباب اور ملنے ملانے والوں کو حلقہ۔ یہ حلقہ ظاہر ہے کہ پیدائشی طور پر نہیں ملتا بلکہ انسان اسے خود ہی چُنتا ہے اور اگر یہ حلقہ بُرا ہو اور اس کی اصلاح نہ کی جاسکتی ہو تو اسے کسی بہتر حلقے سے بدلا بھی جاسکتا ہے۔

بُری صحبت کا نقصان:

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ان کے بچے بُری صحبت میں نہ بیٹھیں جو والدین اپنے بچوں کو بُرے دوستوں اور بُرے کردار کے لوگوں سے ملنے کی کھلی چھٹی دے دیتے ہیں تو ان کے بچے نہ صرف بُرے لوگوں کے اخلاق سے متاثر ہوتے ہیں بلکہ وہ انہی کے رنگ میں رنگے بھی جاتے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے سکول جانے اور سکول سے آنے کی نگرانی رکھیں ورنہ بچے بے توجہی سے فائدہ اُٹھائیں گے اور غلط لوگوں کے درمیان وقت گزارنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں گے۔ اسی طرح جو والدین اپنے بچوں کو فلمیں اور اخلاق سوز ڈرامے دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں تو وہ اس طرح گویا اپنی اولاد کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلتے ہیں۔

بچوں کو بُری صحبت سے بچانے کے ساتھ ساتھ اخلاق کو بگاڑنے والے لٹریچر اور ڈراموں سے بھی بچوں کو دور رکھنا والدین کے لیے ضروری ہے کیونکہ اخلاق سوز لٹریچر اور فحش ڈرامے بُری صحبت اختیار کرنے کی طرف رغبت پیدا کرتے ہیں والدین کو اپنے بچوں پر اس حد تک نگاہ رکھنی چاہیے کہ وہ ان کی کتابوں کی الماری یا بیگ کو بھی چیک کرتے رہیں کہیں وہ کتابوں میں کوئی اخلاق کو بگاڑنے والا رسالہ وغیرہ تو نہیں رکھتے اور کوئی اخلاق سوز کتاب کا مطالعہ تو نہیں کرتے۔ یہ ساری باتیں اس لیے بھی ضروری ہیں کہ اولاد کی تربیت

Marfat.com

کرنا والدین کی ذمہ داری اور فرائض میں شامل ہے اگر ان کی صحیح طرح سے تربیت کا فریضہ انجام نہ دیا گیا تو یہی آج کے بچے کل بڑے ہو کر معاشرے میں برائی کو فروغ دینے کا باعث بنیں گے اس لیے اپنی اولاد کی مکمل طور پر نگرانی کیجیے اُن کو بُری صحبت اور بُرے ماحول سے بچانے کے لیے اپنی ذمہ داری کو پورا کیجیے۔

بُری صحبت سے بڑوں کو بھی نقصان ہوتا ہے لیکن بچے چونکہ ناپختہ ذہن کے ہوتے ہیں اس لیے وہ بُری صحبت سے جلد متاثر ہو کر اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں بُری صحبت کے نقصانات سب پر عیاں ہیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بڑی وضاحت کے ساتھ ان نقصانات کا ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بُرے لوگوں کی دوستی سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"نفس پرست کے ساتھ نشست و برخاست ایمان کو فراموش اور شیطان کو حاضر کر دیتی ہے۔"

"اگر کوئی قابل شخص دوستی کے لیے نہ ملے تو نااہل سے دوستی نہ کر۔"

"کنجوس سے نہ ملو کیونکہ وہ تمہیں تمہاری ضرورتوں سے بھی روک دے گا۔"

"بدکاری سے دوستی نہ کرنا' وہ تو معمولی قیمت پر بھی تمہیں بیچ دے گا۔"

"جھوٹے سے میل جول ٹھیک نہیں' وہ تو سراب ہے کہ دُور کو قریب اور قریب کو دُور کر دے گا۔ اپنے کو بیگانہ اور بیگانے کو اپنا کر دکھائے گا۔"

ایسے ہی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بُرے ہم نشین ہیں۔"

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج کے ظلم کے باعث اس سے بہت نفرت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عہد آنے تک حجاج خود تو فوت ہو چکا تھا' مگر اس کے ملازم اور اس کے قبیلے کے لوگ ابھی موجود تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کو کوئی عہدہ نہیں دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے کسی شخص کو کوئی عہدہ دیا اور بعد میں پتہ

Marfat.com

چلا کہ وہ شخص حجاج کا عامل رہ چکا ہے۔ آپ نے اس کو عہدہ سے موقوف کر دیا۔ اس نے معذرت پیش کی کہ میں نے حجاج کی ماتحتی میں بہت کم مدت کے لیے کام کیا ہے۔ مگر آپ نے اس عذر کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ "بُری صحبت ایک دن کی بھی بڑی ہوتی ہے۔"

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ کا باز شاہی محل سے اُڑ کر ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں چلا گیا۔ بڑھیا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور پھر اسے پکڑ کر کہنے لگی کہ "اے خوبصورت پرندے! تو کس نااہل کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ ہائے اس ظالم نے تیری قدر نہ جانی۔ تیرے ناخن اور پر کس قدر لمبے ہو گئے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے باز کے پاؤں باندھ کر اس کے پر اور ناخن کاٹ ڈالے (اور اس طرح اپنی طرف سے اس کی قدردانی کرتے ہوئے اُسے بے دست پا بنا کر رکھ دیا) مولانا روم فرماتے ہیں:

جاہل از با تو نماید ہمدلی
عاقبت زحمت زند از جاہلی

(جاہل اگرچہ تجھ سے دوستی جتائے مگر اپنی جہالت کے باعث بالآخر تجھے تکلیف ہی دے گا)

اتنے میں بادشاہ بھی باز کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا آ گیا۔ اس نے باز کا یہ حال دیکھا تو بے اختیار رو دیا اور کہا کہ یہ تیری بے وفائی کی سزا ہے۔

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز
آن رسد با اُو کہ با آں شہباز

(جو شخص کسی جاہل کی صحبت اختیار کرے گا انجام کار اس کا وہی حال ہوگا، جو اس باز کا ہوا)

توجہ طلب بات:

بُرے ماحول کی وہ خرابیاں جو عالمگیر ہوتی ہیں یا وہ جو ملک گیر ہوتی ہیں یا وہ جو اپنے خاندان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، تو بظاہر تو ان سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ جیسے

Marfat.com

کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے ہم ان سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ تاہم یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں کیونکہ اگرچہ ہم نہ دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں اپنے اپنے ممالک کو نہ اپنے اپنے خاندان کو' مگر یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے اندر اتنی اخلاقی طاقت پیدا کر لیں کہ ان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اُن کے اثرات سے زیادہ سے زیادہ بچے رہیں اور یہ طاقت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ خرابیٔ نفس کے اول الذکر تینوں اسباب کے تدراک کی پوری کوشش کی جائے۔ یعنی اگر ہم غفلت سے بچے رہیں۔ دل میں پیدا ہونے والی حبِ دنیا اور حبِ خواہشات کو اسلام کی مقرر کردہ حدودِ اعتدال پر رکھیں اور تاریخِ انسانی اور زمانہ حال میں پیش آنے والے واقعات سے عبرت حاصل کرتے رہیں تو انشاء اللہ ہم بُرے ماحول کے بُرے اثرات سے بہت حد تک خود بھی بچے رہیں گے اور اپنے بچوں کو بھی بچا سکیں گے۔

اچھی صحبت کے فوائد:

اچھی صحبت اختیار کرنے کا فائدہ ہر ایک کو ہوتا ہے لیکن اگر والدین بچوں کو اچھی صحبت میں بیٹھنے اور اچھے لوگوں سے میل جول رکھنے کی ترغیب دیں تو نیک لوگوں کی صحبت سے بچوں کی بہترین اخلاقی تربیت ہوگی اور اچھی صحبت کے فوائد سے مستفید ہو کر بچے بڑے ہو کر معاشرے کے ایک مفید اور اچھے فرد بن جائیں گے زندگی کی راہ میں جس قدر بھی مشکلات پیش آتی ہیں نیک صحبت ان میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ آسانی اس طرح کہ اچھوں کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان کے دل میں غیر ارادی طور پر اچھائی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جس شے کے لیے دل میں محبت پیدا ہو جائے' وہ اگر مشکل بھی ہوگی تو مشکل لگے گی نہیں۔ دوسرے یہ کہ اچھے ساتھی حاصل ہو جانے کے باعث انسان اپنے دل میں بڑی قوت محسوس کرنے لگتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر انسان اپنے احباب اور ملنے ملانے والوں کا حلقہ ایسا چنے جس میں نیکوکار لوگ ہوں اور خاص طور پر التزام سے ان سے میل ملاقات قائم رکھے' تو ان نیک خیال اور نیک عمل لوگوں کے اچھے اثرات پڑتے رہنے کے باعث اُن خرابیوں سے بھی بہت حد تک محفوظ ہو جاتا ہے جو عالم گیر ہوتی ہیں اور

Marfat.com

ان سے بھی جو اس کے اپنے ملک میں خاص طور پر پائی جاتی ہیں یا جو اس کے اپنے کنبے کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ نیک صحبت کے بے پناہ فوائد کے باعث صالحین نے اس کی فضیلت بھی بیان کی ہے اور اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوگا۔ پس تم میں سے (ہر) ایک دیکھ لے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک لوگوں کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔''

ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بظاہر ان چار چیزوں میں ایک ایک خوبی ہے مگر درحقیقت یہ چاروں چیزیں چار ضروری امر ہیں۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ سے چاروں چیزوں کا ذکر فرمایا تو سب سے پہلے جس شے کا ذکر کیا وہ یہ تھی کہ:

''نیکوں سے ملنا ایک خوبی ہے کیونکہ اس کے بعد اُن کی پیروی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔''

بقیہ تین چیزیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں، وہ تلاوتِ قرآن، بیمار پرسی اور قبروں پر جانا تھا۔ جن کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان تینوں چیزوں سے لازماً تین اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ تلاوتِ قرآن سے عمل کی تاکید ہوتی ہے۔ بیمار پرسی سے نصیحت حاصل ہوتی ہے اور قبروں پر جانے سے عالم آخرت کی تیاری کا احساس ہوتا ہے اور مستعدی پیدا ہوتی ہے۔

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ کے پوتے عبید اللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے تھے آپ کا گھرانہ علم و عمل کا گھوارہ تھا۔ فضل و کمال کے لحاظ سے آپ کے ممتاز تابعین میں شمار ہوتے تھے۔ حدیث، فقہ، شعر و شاعری اور دوسرے مروجہ علوم میں پورا ادراک تھا۔ آپ کی نمازیں بڑی طویل اور سکون و اطمینان والی

Marfat.com

ہوتی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے مرد صالح پر ان کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

''عبیداللہ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ ہم نشینی مجھے دنیا و مافیہا سے عزیز ہے۔ خدا کی قسم' ان کی ایک رات (کی صحبت) میں بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں۔''

چونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بیت المال کی حفاظت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے اور بیت المال کے پیسے کو ذرا بھی فضول ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس لیے لوگوں کو تعجب ہوا کہ آپ ایک انسان کی ایک رات کی صحبت کے لیے بیت المال کا ہزار دینار صرف کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: ''امیر المومنین' بیت المال کے تحفظ میں شدت اور اہتمام کے باوجود آپ ایسا فرماتے ہیں۔''

آپ نے جواب دیا: ''خدا کی قسم' میں عبیداللہ بن عبداللہ کی رائے' اُن کی نصیحت کے وسیلے سے ایک ہزار کے بجائے بیت المال میں ہزاروں ہزار داخل کروں گا۔ باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہیں' قلب کو راحت ملتی ہے غم دور ہوتا ہے اور ادب سُدھرتا ہے۔'' (ابن خلکان)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عالموں کی صحبت میں بیٹھو' اچھائیاں دیکھیں گے تو خوش ہوں گے' برائیاں دیکھیں گے تو معاف کر دیں گے' غلطی کرو گے تو جھڑکی نہیں دیں گے' بے عقلی کے کام کرو گے تو علم سکھائیں گے اور اگر گواہی کا موقع آیا تو سچی گواہی دے کر فائدہ پہنچائیں گے۔''

اگر کوئی شخص علم و اخلاق کی کتابیں تو پڑھ لے' مگر کسی عالم اور صالح انسان کی صحبت میں نہ بیٹھے تو صرف کتابیں اُسے ایک صالح اور عالم انسان بنانے کے لیے کافی ثابت نہیں ہوں گی' مگر اس کے برعکس اگر کسی شخص نے کتابیں تو نہ پڑھی ہوں مگر کسی نیک اور علم رکھنے والے انسان کی صحبت میں بیٹھا رہا ہو تو اس صالح شخص کا اثر قبول کرتے کرتے اور اس کے اعمال و افعال دیکھتے دیکھتے وہ اتنا علم و عمل حاصل کر گا' جو اس کی نجات کے لیے

Marfat.com

کافی ہوگا۔

حضرت ابراہیم خواص کا فرمان ہے کہ امراض قلب کی دوا پانچ چیزیں ہیں:

سب سے پہلے تلاوت قرآن اس کے معانی پر غور وتدبر کے ساتھ'

دوسرے پیٹ کو زائد از ضرورت غذا سے خالی رکھنا'

تیسرے رات کی نماز یعنی تہجد'

چوتھے آخر شب میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں الحاح وزاری اور دعا'

پانچویں نیک لوگوں کی صحبت۔"

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ: "جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے' اس سے دوستی رکھنا تم پر ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص صالح آدمی کو دوست رکھتا ہے' وہ گویا خدا کو دوست رکھتا ہے۔"

ایک دفعہ آپ کے پاس کوئی شخص آیا اور شکایت کی کہ میرا دل بہت سخت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: "اسے ذکر وفکر کی جگہوں پر لے جایا کرو۔"

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: "نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر اور بُروں کی صحبت بُرے کام سے بدتر ہے۔"

آپ نے نیکوں کی صحبت کو نیک کام سے اس لیے بہتر کہا کہ نیک صحبت کے باعث جب انسان کو نیکی سے محبت ہو جاتی ہے تو پھر اس کی نیکیوں کی تعداد بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ ایسے ہی بُرے کام کی نسبت بُری صحبت کا بدتر ہونا ایسے ہے کہ بُرا کام کر کے تو شاید انسان کو ندامت ہی ہو اور وہ توبہ کر کے اپنا گناہ بخشوا لے' مگر بُری صحبت تو دل کو اسی طرح رنگ آلود کر دیتی ہے کہ برائی کے برے پن کا احساس ہی دل سے مٹ جاتا ہے۔

نیک صحبت کا یہی فائدہ بہت بڑا ہے کہ زندگی میں ایسے ہمدرد اور فرض شناس ساتھی مل جاتے ہیں جو دنیوی زندگی کے دکھ سکھ میں شریک بھی ہوتے ہیں اور اپنے محبت آمیز سلوک سے دکھوں کے احساس کو بھی کم کرتے ہیں۔ جس ماحول میں لوگوں کو نیکی سے محبت اور اپنی اصلاح کا خیال رہے گا' وہاں اپنے سے زیادہ قوی ایمان والے تو فائدہ مند

Marfat.com

ہوتے ہی ہیں۔اپنے سے کمزور ایمان والے بھی بہت فائدہ پہنچاتے ہیں۔وہ اس طرح کہ کبھی اپنے سے زیادہ قوی ایمان والے لوگ ہماری ہمت بندھاتے ہیں اور کبھی اپنے سے کمزور ایمان والے لوگوں کی ہمت ہم بندھاتے ہیں اور جس وقت ہم کسی کی ہمت بندھا رہے ہوتے ہیں تو ہماری ہمت خود بخود ہی بندھ جاتی ہے۔

نیکوں سے محبت رکھنا دنیا ہی میں نہیں بلکہ موت کے بعد بھی خیر و برکت کا باعث ہوگی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آخرت میں انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے زندگی میں محبت رکھی ہوگی۔

Marfat.com

فرمانبرداری کی عادت ڈالنا

ہر ماں باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے ان کی فرمانبرداری کریں وہ جس بات کا ان کو حکم دیں وہ اس کو فوراً بجالائیں جو بچے ماں باپ کے فرمانبردار ہوتے ہیں ماں باپ اُن سے بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر لوگوں کو شکایات ہوتی ہے کہ بچے بے پرواہ ہوگئے' کہنا نہیں مانتے کسی کی نہیں سنتے کچھ آج کل کے بچے ہوتے ہی ایسے ہیں' یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی شکایتیں ہیں جو آئے دن سننے میں آتی ہیں۔ ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا' جب ان سے کہنا ہی نہ منوایا جائے تو وہ کیوں مانیں اول تو خود اپنا ہی دل نہیں چاہتا کہ ننھا سا دل کڑھے' جہاں بچے نے ذرا کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ فوراً حوالہ کی گئی گویا بتایا گیا کہ ہم خادم ہیں جو حکم ہوگا تعمیل کریں گے اور اگر کسی نے نہ دی اور بچہ ذرا بسورا کہ اوپر والوں نے جھٹ اُٹھا اس کے حوالہ کیا کہ اے ہے بچے کے ساتھ بھی ضد ہے کیسا کلیجہ ہے' ننھا سا دل کڑھ رہا ہے اور خبر نہیں واہ اچھی ماما ہے وغیرہ وغیرہ' غرض یہ کہ وہ چیز اس کو دے دی اور ثابت کر دیا کہ تیرے پاس ایک وہ چیز ہے کہ سب کو مغلوب کر سکتی ہے' یعنی رونا' اور وہ جان گیا کہ یہ رونا بڑی چیز ہے۔ پھر تو بات بات پر رونا شروع ہوگیا۔ اور اس طرح بچے کو بڑوں پر حکومت حاصل ہوگئی' پھر وہ کہنا کیوں مانے۔

پس اگر بچے میں فرمانبرداری پیدا کرنی ہے تو حسب ذیل باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔

Marfat.com

(۱) جو بات زبان سے کہہ دی اس پر مستقل رہنا چاہیے اور اس بات کو فوراً کر دینا چاہیے ایسی بات ہرگز زبان سے نہ نکالنی چاہیے' جو ہو نہ سکے۔ اگر کسی چیز کے دینے سے انکار کر دیا جائے تو پھر ہرگز وہ نہ دی جائے' ایک بات کو بار بار نہ دہرانا چاہیے' ایک دفعہ کہہ کر اس کو کر گزرنا چاہیے بار بار کہنے سے بچہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ یونہی کہتا ہے' کرتا ورتا کچھ نہیں' اگر اس وقت بچہ روئے تو اس کا اچھا یا بُرا بالکل ہی خیال نہ کرنا چاہیے کہ ایک دفعہ رو کر جب وہ دیکھے گا کہ میرا رونا کچھ اثر نہیں کرتا تو پھر رونا ہی چھوڑ دے گا۔ اور اگر اس کو چمکارا گیا یا رونے پر ڈانٹا گیا یا مارا گیا تو وہ پھر باز نہ آئے گا۔ کیونکہ دونوں حالتوں میں اس کا رونا بغیر اثر کے نہیں رہا۔ پس خاموشی سے چپ چاپ رہنا چاہیے اور اپنی بات سے نہ ہٹنا چاہیے' بعض لوگ بار بار ایک بات کو دہراتے ہیں کہ تم نہیں مانو گے تو ہم فلاں چیز تم کو نہ دیں گے' یا تم کو ماریں گے' جب وہ نہیں مانتا تو پھر دہراتے ہیں کہ اچھا اب لینا کس سے لو گے ہم تم کو دینے کے نہیں' لے فلانے تو لے لے' تم نہیں مانتے' یا نہیں سُنا' اب اُٹھو' بھلا ٹھیر جا' لانا لکڑی وغیرہ وغیرہ' یہ باتیں اپنے بچے پر اپنی کمزوری ثابت کرتی ہیں۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جانتا نہیں بچے ان باتوں پر بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ اور جس بات سے ایک مرتبہ ان کو کامیابی ہو گئی تو اس کو پھر ہمیشہ کریں گے۔ پھر چاہے اس میں کبھی کامیابی ہو اور کبھی نہ بھی ہو۔

(۲) جب بچہ چھوٹا ہو اور کوئی کام خلاف کرے یا کچھ لینا چاہے' اور دینا منظور نہ ہو تو بہت آہستگی سے اس طرح کے الفاظ اس سے کہنا چاہئیں جیسے ہائیں' خبردار' ٹھیرو' یہ لفظ چھوٹے چھوٹے ہوں' کیونکہ بچہ زیادہ نہیں سمجھ سکتا' یہ سُن کر وہ فوراً ٹھیر جائے گا۔ اگر بار بار ان کو دہرایا تو اس کو ایک کھیل سمجھ کر وہ پھر وہی کرے گا۔ جس کی وجہ سے یہ لفظ پھر سُنے۔

(۳) بچوں سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرنی چاہئیں' اور بہت کم باتیں ایسی ہوں جن کو وہ سمجھ سکیں' ورنہ پھر وہ پرواہ نہ کریں گے' اور گویا اس طرح دوسری طرف لگ کر

Marfat.com

ایک قسم کی نافرمانی کریں گے' کہ ایک تو کچھ کہہ رہا ہے اور وہ سنتے ہی نہیں۔

(۴) جو کام اُن سے لینا ہو اُس کو خوب سمجھا کر ایک یا دو لفظوں میں ان سے کہو اور اس کا دھیان رکھو کہ وہ کام ان سے کرالو یہ نہیں کہ کہہ دیا اب رہی ان کی خوشی کریں یا نہ کریں' یا کہہ کر خود کسی طرف لگ گئے' اور اس کو بھول گئے تو پھر وہ پرواہ نہ کریں گے۔

(۵) جو بات ان سے کہی جائے یا جو کام ان سے کرانا ہو اس کو بہت ملائمت اور نرمی سے کہنا چاہیے' نہ کہ چیخ کر یا ڈانٹ کر' یا مار کر یا ڈپٹ کر یا بحث سے' یہ باتیں بچہ میں نافرمانی اور بدمزاجی پیدا کرتی ہیں۔

جب بچہ کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ میں رووں یا کچھ ہی کروں مجھ کو ملے گا وہی جو کہا گیا ہے' یا مجھ کو کرنا ضرور پڑے گا تو ایک دو دفعہ ہی کے بعد وہ پھر برابر ہر بات کو مانے گا اور اس طرح فرمانبرداری کا مادّہ اس میں پیدا ہوگا مگر اس کے واسطے ضروری ہے کہ جو بات ہو نہایت سوچ سمجھ کر ہو جو وہ کر سکے' اور سمجھ سکے ایسی نہ ہو کہ جو اس کی طاقت سے باہر ہو' جیسے کہہ دیا کہ کرسی لانا یا گاؤ تکیہ دینا' وہ اُٹھانے کی کوشش تو ضرور کرے گا' مگر نہ اُٹھنے پر ایسی باتوں کی وقعت اس کے دل سے جاتی رہے گی۔

Marfat.com

مستقل مزاجی پیدا کرنا

مستقل مزاجی ایسی صفت ہے کہ جو ہر کام میں کامیابی کی ضامن اور کنجی ہے۔

انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو پہلے اس کے دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے اگر وہ ارادہ کا پکا ہے اور مستقل ہے تو کامیابی ہو جاتی ہے اور اگر کچا ہے تو رُکاوٹیں ہمت توڑ دیتی ہیں، یا پہلے ہی سے ہمت نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کسی نے دریافت کیا کہ ''آپ جس کام کو کرتے ہیں اُس میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔'' فرمایا کہ ''جب بھی کسی کام کے کرنے کا رادہ کرتا ہوں تو پہلے یہ دیکھتا ہوں کہ حسب فرمودۂ خدا اور رسول یہ کام مضر یا گناہ تو نہیں ہے۔ اگر اس کسوٹی پر کھرا اترا تو میں فوراً بلا پس و پیش شروع کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ تمام رکاوٹیں دور کر دیتا ہے کیونکہ اس کا یہی وعدہ ہوتا ہے۔ میں کامیاب ہو جاتا ہوں'' معلوم ہوا کہ کام کے کرنے کے لیے مستقل مزاجی نہایت ضروری چیز ہے' انسان تین قسم کے ہیں ایک تو وہ مستقل مزاج ہیں۔ ان کو کام کرنے سے غرض ہے اور کسی قسم کی لومۃ۔ لائم کی پرواہ نہیں دنیا میں بھی کامیابی ایسوں ہی کے لیے ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو کمزور طبیعت ہیں۔ سینکڑوں اسکیمیں ہزاروں تدبیریں کام کرنے کی ان کے دل میں آتی ہیں اور وہیں رہ جاتی ہیں۔ وہ ان پر عمل نہ خود کر سکتے ہیں نہ کرا سکتے ہیں۔ آیا اگر عمل میں لے بھی آئے تو نبھا نہیں سکتے۔ اور ذرا سی رُکاوٹ بھی ان کے کام کو روک دیتی ہے۔ ایسے لوگ بعض اوقات کام کرتے ہیں' مگر بدنام ہو جاتے ہیں' تیسرے وہ جو اپنی خاص رائے اور ارادہ کوئی نہیں رکھتے' جس قسم کی صحبت ان کو

Marfat.com

ملجاتی ہے وہی رنگ ان پر چڑھ جاتا ہے اور جس قدر جلد چڑھتا ہے اسی قدر جلد اتر بھی جاتا ہے ایسے لوگ نہ خود کوئی کام کر سکتے ہیں اور نہ کارآمد ہو سکتے ہیں۔ ان کو صرف باتیں سننے کا شوق ہوتا ہے وہ اگر بولتے بھی ہیں تو گو زبان ان کی ہوتی ہے لیکن خیالات دوسروں کے ہوتے ہیں ان کا کچھ نہیں ایسے لوگ شخصیت پرست بھی زیادہ ہوتے ہیں اور شخصیت سے متاثر اور مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ انسان کے عمل بتاتے ہیں کہ وہ کیسا ہے لیکن الفاظ یا تقاریر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کیسا ہونا چاہیے۔ اور کامیاب اور زندہ وہی شخص ہے جس نے آئندہ نسلوں کے لیے کامیاب تک پہنچنے کے نقش قدم چھوڑے ہیں اور یہ وہی کر سکتے ہیں جو مستقبل مزاج ہیں۔

مستقبل مزاجی کے لیے پہلا مدرسہ اپنا گھر ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی پرورش اور اخلاقی و جسمانی تربیت کے لیے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں خیالات اور ارادہ قائم ہونے لگتے ہیں جن کو والدین یا محبت کے اثر سے یا تو تقویت پہنچتی رہتی ہے یا کمزوری۔ تو ماں باپ کا فرض ہے کہ جب کسی رائے کے دفعیہ کی کوشش کریں تو یہ خیال رکھیں کہ اس رائے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی خوبی بھی نہ رخصت ہو جائے۔

ہم یہاں اس پر ایک قصہ سناتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ عقلمند اور محبت والی مائیں اپنے بچوں میں کس طرح مستقل مزاجی پیدا کرتی ہیں اور برے اثرات سے بچاتی ہیں۔

ایک خاتون کے گھر میں بجلی کا خوبصورت فانوس لگا۔ ان کا ایک پانچ سالہ بچہ بھی تھا۔ جب وہ اپنے والدین کو سوئچ دبا کر روشنی کرتے دیکھتا تو اس کو ایک دم سے روشنی ہونے میں لطف آتا اور وہ چاہتا تھا کہ میں بھی اسی طرح کروں۔ مگر اس خیال سے کہ اماں خفا نہ ہوں وہ اپنے ارادہ کو عمل میں نہ لا سکتا تھا۔ ماں نے بچے کے اس ارادہ کو تاڑ لیا۔ اب کشمکش کا موقع تھا اگر اجازت دیتی ہے تو خواہش نازیبا کو پورا کرنا ہے کہ بچے سے کیا واسطہ تھا یہ اس کا کام نہ تھا۔ اگر اجازت نہیں دیتی تو وہ چھپ کر موقع پا کر کریگا۔ اور اس طرح اس میں

Marfat.com

ایک کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ عقل مند ماں ان باتوں کو سمجھتی ہے۔ اُس نے دونوں طرف کھائی دیکھی اور یہ بھی دیکھا کہ وہ ماں کے معزز لقب کی سزاوار ہے تو اس کو دونوں کھائیوں سے بچانا ہے اس نے فوراً نگاہ اُٹھا کر چند منٹ تک فانوس کو نظر جما کر دیکھا اور ایک دم سے بچے سے کہا کہ ذرا بٹن دبانا بچے نے جلدی سے اُٹھ کر بٹن دبا دیا۔ فانوس روشن ہو گیا دو چار منٹ ماں نے فانوس اور بٹن دیکھنے میں گذارے اور پھر بچہ سے کہا کہ بس بیٹا اب بند کر دو بچے نے جھٹ بٹن دبا دیا' روشنی گل ہو گئی۔ اس طرح کئی بار کھلوایا اور بند کروایا۔ اور اس طرح اپنے پیارے بچے کو دونوں کھائیوں سے بچالیا۔ بچہ یہی سمجھتا رہا کہ اماں فانوس کی روشنی کو دیکھنا چاہتی ہیں کہ کوئی خرابی تو نہیں اور میں اماں جان کا کام کر رہا ہوں اور اس طرح بچہ کی دانستگی میں اس کا ارادہ پورا ہو گیا اور وہ اس برائی سے بچ گیا جو ماں کی ذرا سی عدم توجہ سے پیدا ہوتی مستقل مزاجی کے لیے پابندی اوقات بہت ضروری چیز ہے۔ حق گوئی اور فرض منصبی کی ادائیگی پر حوصلہ افزائی لازمی ہے' اگر کوئی معمولی سی چوٹ لگ جائے یا کوئی ایسی تکلیف پہنچے۔ تو اس سے اعتراض کرنا چاہیے۔ اگر زیادہ ہو تو بچے کو اُبھارنا اور اس کے سہارنے کے قابل بنانا چاہیے' لیکن علاج کی طرف سے غفلت نہیں کرنی چاہیے مثلاً ایسے الفاظ کہنا کہ بہادر ایسے ہی ہوتے ہیں کیا پرواہ ہے' یہ تو معمولی سی چوٹ یا تکلیف ہے جلدی آرام ہو جائیگا (یہ خیال رہے کہ شیخی کا مادّہ پیدا نہ ہونے پائے بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ جس چیز سے چوٹ لگتی ہے اس کو مارنے لگتے ہیں یہ حرکت مضر ہے اور بچہ میں کمزوری پیدا کرنے والی ہے اور اس قسم کی تمام باتوں سے اجتناب لازم ہے بچے میں تکلیف برداشت کرنے کی قابلیت پیدا کرنی چاہیے۔

ایک ماں نے اپنے بچے کو یہی تعلیم دی تھی۔ ایک مرتبہ وہ کرسی پر بیٹھنے لگا اس پر بیٹھی تھی ایک بھڑ' اس نے کاٹ لیا بچے نے بہت ضبط کیا۔ مگر بھڑ کے کاٹنے کی تکلیف معمولی نہ تھی۔ آنسو نکل ہی پڑے ماں نے جو دیکھا تو پوچھا کہ کیا ہوا۔ بچے نے کہا کہ میں بھڑ پر بیٹھ گیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مر گئی ہو گی اس وجہ سے آنسو نکل پڑے۔ وہ سمجھ گئی اور فوراً اٹھی دیکھا علاج معالجہ کی فکر کی۔

Marfat.com

اس سے اگرچہ بچے میں سہار کا مادّہ پیدا ہو گیا۔ مگر ساتھ ایک نقص بھی پیدا ہو گیا کہ بچے نے حقیقت کو چھپایا' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کا مزاج سخت تھا۔ جس کا خوف جھڑکی تکلیف پر غالب ہوا اگر وہ اس تعلیم کو محبت اور شفقت سے دیتی تو یہ خرابی ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ سختی اور درشت مزاجی ہر حالت میں نقصان وہ ہے اگر اولاد سے محبت ہے اور اس کو جنگ عالم میں حصہ لینے کے لیے ایک جنرل بنانا ہے تو والدین کو ایک قسم کے مزاج سے کام نہ لینا چاہیے اگر بچے کسی ایسے کام میں لگے ہوئے ہوں' جو ان کی قوت سے زیادہ ہے تو اس طرح ان کی مدد کرنی چاہیے کہ ان کو تمہارے ارادۂ مدد کا علم نہ ہو اور وہ یہی سمجھیں کہ ہم نے خود اس کام کو کر لیا ہے۔ ایسے موقعوں پر اس پر نظر ضرور ہے کہ ہمت نہ ہارنے پائیں یہ بھی نہ ہو کہ ان کو اُٹھا کر خود کام کرنے لگیں' کام انہی سے کرایا جائے۔

اس کے لیے چھوٹی چھوٹی پہیلیاں' گورکھ دھندے حل کرائیں۔ اتا پتا بتائیں اشاروں سے کام نہیں۔ ڈرائنگ یعنی نقشہ کشی بھی بہت کار آمد چیز ہے چھوٹے چھوٹے سوال وغیرہ مستقل مزاجی کے لیے بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ بچوں کی مستقل مزاجی کے قصہ کہانیاں۔ بہادری کے کارنامے سلف صالحین کے اسی قسم کے قصے نہایت کار آمد ہیں جن کا اثر بجلی کی طرح بہت جلد نظر آتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ علوم ہیں جن کے پڑھنے لکھنے کی ضرورت نہیں یہ تو ماں کی گود میں حاصل ہوا کرتے ہیں مدرسوں میں ان کا پتہ نہیں ملتا وہاں تو صرف لکھنا اور عبارتیں اور الفاظ پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ جن کا مقصد یہ ہے۔ کہ انسان دنیا میں نوکری کرنے یا لکھنے پڑھنے وغیرہ کے قابل ہو جائے۔ اور بس جب تعلیم سے فارغ ہو جاتا ہے تو فکر معیشت دامن گیر ہوتی ہے اب اُتنا وقت کہاں کہ ان حقیقی علوم کی طرف توجہ کرے۔ علوم حقیقی تو ہمیشہ ماں کی گود میں حاصل ہوئے ہیں جن کو سینہ بسینہ لوگ کہتے ہیں پردہ کے مسئلہ حقوق نسواں کے جھگڑے قوم کو معراج ترقی پر نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ہمدردان صف نازک ان کے حقوق دلانا چاہتے ہے تو پہلے ماؤں سے بچوں کو حقوق دلائیں وہ بڑے ہو کر عورتوں کو ان کے حقوق دیں گے اس لیے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین شائع ہوں جو تعلیمی ہوں۔ اور مستورات کو معلوم ہو سکے کہ اپنی اولاد کی پرورش اور تربیت کس طرح کریں

Marfat.com

کہ وہ اعلیٰ اخلاق سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دنیا کے اسٹیج پر جلوہ آرا ہوں عورتیں ادھر توجہ کریں کہ اگر وہ بچوں کے حقوق ادا نہ کریں گی' تو یقیناً بچے بڑے ہو کر ان کو ان کے حقوق نہ دینگے یہ گنبد کی صدا ہے جیسی کہے ویسی سنے" اس لیے آپ آج ہی سے بچوں کے حقوق کما حقہٗ ادا کیجیے' ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کیجئے اور پھر وہ بڑے ہو کر آپ کے حقوق ضرور ادا کریں گے۔

Marfat.com

بچے کو ذہین بنانا

سب ماں باپ اس بات کے خواہاں ہوتے ہیں کہ ان کے بچے ذہین اور ہوشیار ہوں اور اپنی ذہانت سے دوسروں کو متاثر کر سکیں بلاشبہ اللہ رب العزت نے ہر انسان کو دماغ دیا ہے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے اور یہ صلاحیت بچے اور بڑے ہر ایک میں ہے مگر کسی میں کم کسی میں زیادہ یہی وجہ ہے کہ آج کل کوئی لڑکا یا لڑکی ذہین ہے تو کوئی کند ذہن اگرچہ ذہن کی کمی بیشی ایک حد تک ضرور قدرتی امر ہے۔ لیکن اس میں بھی بڑا حصہ والدین اور اُستاد کی قابلیت یا ناقابلیت کا شامل ہے کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ بچے مکتب میں مہینوں الف بے یاد نہ کر سکیں' ان کو مولود خانوں کی نعتیں' اور گویوں کی غزلیں ازبر ہوں' اور اگر وہ کند ذہن ہیں تو یہاں کند ذہنی کہاں گئی گھر میں اور بازار میں ایک دو دفعہ میں ان کو جو چیزیں دکھائی دیں ان کا نام یاد ہو جائے۔ لیکن مکتب میں صبح سے شام تک دنوں گذر جائیں اور ایک الف تک کو نہ پہچان سکیں۔

بچے میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے قوت تامہ پیدا کی ہے وہ ہاتھ پیر ہلاتا ہے' چلتا ہے' پھرتا ہے' دوڑتا بھاگتا ہے جس سے اس کے جسم میں قوت آتی ہے اور اعضا نشو ونما پاتے ہیں' اسی طرح دماغی یعنی ذہنی قوت کا حال ہے جہاں تک بچے سے ممکن ہوتا ہے وہ اپنی جسمانی اور دماغی قوتوں کو بڑھانے کی فکر میں رہتا ہے۔

اگرچہ جسمانی قویٰ کے نشو ونما میں بھی والدین کا فرض ہے۔ کہ بچوں کی نگرانی اور رہنمائی کرتے رہیں' ورنہ وہ ایسی حرکتیں کریں گے کہ کبھی پیر میں موچ آئے گی کبھی ہاتھ

Marfat.com

ٹوٹے گا۔لیکن قوت دماغی کے لیے خاص فرض ہے کہ اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہ کی جائے۔ورنہ چیزوں کی بربادی کے علاوہ ذہن جیسی چیز ناکارہ ہو جائے گی۔امریکہ نے اس قوت کو قائم رکھنے اور بڑھانے کے لیے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔جن میں ایسی بھی ہیں کہ بچے عام طور پر جو اپنی قوت کو بڑھانے کے لیے سوال کرتے ہیں ان کی سمجھ کے لائق ان کے جوابات درج کیے ہیں۔ایسے سوالوں کی تعداد ہزاروں سے اوپر پہنچ گئی ہے۔اسی ضمن میں ٹیلی ویژن پر ایسے پروگرامز ترتیب کر کے پیش کیے جاتے ہیں کہ جن سے بچوں کو نت نئی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں اور ان کے ذہن وفکر کو جلا ملتی ہے بچوں کی ذہنی صلاحیتیں نکھرتی ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ بچہ کا مادّہ تحقیق وحصول علم فوت نہ ہو جائے۔ کیونکہ علم حاصل کرنے کے لیے یہ ایک واحد ذریعہ ہے کہ انسان اپنے دل سے اور اگر اس قابل نہ ہو تو اپنے سے زیادہ جاننے والے سے سوال کر کے علم کو پورا کرے' ایسے سوالات کے صحیح جوابات کے لیے علم منطق اور فلسفہ کی تدوین ہوئی اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کا مادّہ ہر بچہ اور بڑے میں پیدا کیا۔

کاش کہ ہمارے ذی علم خادمان قوم کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ بچے جو سوال کرتے ہیں ان کے جواب کس طرح دیئے جائیں' اگر چہ یورپ اور امریکہ نے اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں تاہم وہ پورا کام نہیں دے سکتیں' سوالات چیزوں کو دیکھ کر پیدا ہوتے ہیں۔بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو یہاں ہیں۔اور یورپ اور امریکہ میں نہیں بہت سی ایسی ہیں جو وہاں ہیں یہاں نہیں۔' پس سوالات ضرور بدلیں گے' اس کے لئے تو علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم چند ایسی باتیں درج کرتے ہیں' جو ہر ماں بآسانی اور بلاخرچ روپیہ کر سکتی ہے' اور بچوں کے قوائے ذہنی آہستہ آہستہ ترقی پذیر ہو سکتے ہیں اور کام کرنے سے ہوا کرتے ہیں۔

(۱) بچوں پر ہمیشہ نظر رحمت رکھنی چاہیے تا کہ ان میں خوف وگھبراہٹ پیدا نہ ہو مار کا ڈر بچوں کے قوائے ذہنی پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے اور ان کو معطل کر دیتا ہے مشاہدہ ہے کہ بچے ہر قسم کی محنت کر کے سبق یاد کرتے ہیں مگر ظالم ماں باپ بے درد اور

Marfat.com

جاہل اُستاد کی صورت دیکھتے ہی بھول جاتے ہیں۔ حضرت اکبر نے خوب کہا ہے

جو خرد مند ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں یہ بات	خیر خواہی وہ نہیں ہی جو ہو ڈر سے پیدا

چھڑی کا ڈر مہلک ہے اور محبت کا ڈر (محبت وہ چیز ہے جو قلوب کو کھینچ لیتی ہے اور جس سے محبت کی جائے اُس کو گرویدہ اور تابعدار بنا دیتی ہے اور اس کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں محبت میں کمی نہ آجائے) محبت کا ڈر ہر ترقی کی جڑ ہے۔ مگر یہ محبت اصلاح کے لیے ہونی چاہیے۔ ورنہ خود مہلک اور مضر ثابت ہوگی اور اس کو اندھی محبت کہا جائے گا۔ جیسی آج کل ہوتی ہے کہ خود اولاد کے غلام اور فرماں بردار بن جاتے ہیں۔

(۲) بچوں کے سوالوں کے حتی المقدور جواب دینا' اگر نہ معلوم ہوں تو صاف کہہ دینا کہ اپنے ابا سے پوچھنا وہ بتائیں گے۔ یہ نہ ہو کہ جھڑک دیا جائے اس سے ان کی تحقیق کی قوت جاتی رہے گی۔

(۳) بچوں سے کہانایاں تاریخی کہنا اس سے ان کے علم میں اضافہ ہوگا۔ اور تاریخ کا شوق بڑھے گا اور دماغ اپنا کام کرے گا' مگر کہانیاں چھوٹی اور آسان ہوں اور ان میں کئی کئی مختلف واقعات نہ ہوں سارا سلسلہ ایک ہی ہو۔

(۴) بچوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق پہیلیاں کہنا اور ان کے حل میں اشارۃً کنایتہً ان کی مدد کرنا' گھبرا کر خود نہ بتا دینا' بلکہ ان کے دماغ کو کام کرنے کا وقت دینا۔

(۵) بچوں کو اپنی نگرانی میں ایسے کھیل کھلانا جس سے قوائے ذہنی پر زور پڑے اور ان میں سوچنے اور غور کرنے کا مادہ پیدا ہو ان کی ذہنی صلاحیتیں اجاگر ہوں۔

(۶) جو چیز گھر میں ایسی آئے جو بچوں کے لیے نئی ہو اس کو دکھا کر اس کی تمام معلومات بچوں کو بتا اور سمجھا دینا کیونکہ بچے جب کسی نئی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کے متعلق جاننے اور سوال کرنے کی جستجو ان میں پیدا ہو جاتی ہے جب آپ بچوں کو ان کی ذہنی سوچ کے مطابق آگاہی دیں گے تو اس سے ان میں ذہانت کا

Marfat.com

مادہ خوب نکھرے گا۔

(۷) بچوں کے لیے ایسے کھلونے فراہم کرنا جن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھر سے اکٹھا کر کے کھلونا بنایا جا سکے چھوٹے چھوٹے بلاکس کی شکل میں ایسے کھلونے عام مل جاتے ہیں جن سے کھیل ہی کھیل میں بچے تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنے ذہن کا استعمال کر کے کھلونوں کو جوڑ کر ان کی اصل شکل تیار کر دیتے ہیں اس طرح کی چیزوں سے بچوں کو اپنی ذہنی صلاحیتوں کے استعمال کا موقع ملتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

اولاد کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کا انتظام کریں اولاد کی تعلیم وتربیت اہم ترین ذمہ داری ہے اولاد کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تقاضوں کے مطابق سائنسی اور دیگر علوم کی تعلیم دلانا ماں باپ کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں تعلیم وتربیت بہت اہمیت رکھتی ہے دین اسلام میں صرف ذاتی نجات ہی کافی نہیں بلکہ اسلام اس بارے میں خبردار کرتا ہے کہ ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں روز محشر پوچھا جائے گا اگر کوئی خاندان کا سربراہ ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال یعنی بیوی اور اولاد اور جن کا وہ کفیل ہے خصوصی طور پر خیال رکھے اور ان کی تربیت اس انداز سے کرے کہ اس کے زیر سایہ جو کنبے کے افراد ہیں وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنواریں اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے آخرت کی فکر کریں اچھی تعلیم وتربیت کا کام سب سے پہلے اپنے گھر سے ہی شروع ہونا چاہیے یہی طریقہ ہر رسول کا تھا اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔"

(سورہ التحریم آیت ۶)

اس آیت مبارکہ کو سننے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سیدنا رسول کریم صلی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے کیسے بچائیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' اسلامی تعلیمات کے ذریعے۔

علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت تحریر کرتے ہیں کہ اس ضمن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر الٰہی کی تلقین کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم سے بچالے مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی تلقین کرو۔ قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ تعالیٰ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام الٰہی بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور بُرے کاموں پر انہیں ڈانٹو۔ ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے ملازموں کو اللہ تعالیٰ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے روکنے کی تعلیم دیتا رہے۔

نماز کی تاکید کرنا:

حدیث پاک میں ہے جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ اور انہیں الگ الگ سلایا کرو۔" (ابوداؤد۔ ترمذی۔ مسند احمد)

فقہا کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہیے کہ تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے۔ اطاعت کے بجالانے اور گناہوں سے بچتے رہنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

(ترجمہ) تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔ (سورہ طٰہٰ 132)

تعلیم و تربیت کی اہمیت:

ہمارے سلف صالحین نہ صرف خود تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے' بلکہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آئندہ نسلیں اسلامی تعلیم و تربیت سے مزین ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا دیکھئے۔

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما' تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ (سورۃ البقرہ 128)

پس ہمارے آباء و اجداد کی زندگی کا مقصد علم حاصل کرنا اور اسے اپنی اولاد تک پہنچانا تھا۔ تا کہ وہ بھی حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے بن سکیں۔ اسی لیے اوپر والی دعا میں انھوں نے یہ حصہ بھی بڑھا دیا۔

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے' انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے' یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ (سورہ البقرۃ 129)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اس کام کیلئے سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے ہدایات کا نزول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر قرآن حکیم میں بھی کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ) بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا' جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے' یقیناً

Marfat.com

یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔(سورۃ آل عمران 164)
سیّدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کو کیسے نبھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی وہاں مسجد تعمیر کی۔ اس وقت وہاں پر مسجد کا ایک حصہ علم سیکھنے سکھانے کے لیے متعین کر دیا گیا تھا۔ جسے صفہ کہتے تھے۔ اس جگہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن رات قیام کیا کرتے تھے۔ وہ وہاں پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے کے ساتھ ساتھ وہیں رہتے کھاتے پیتے اور سوتے تھے ان مقیم احباب کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔

تعلیم وتربیت کی مزید اہمیت مندرجہ ذیل واقعات سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام کے دو گروہ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ایک گروہ اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ دوسرا گروہ سیکھنے سکھانے یعنی تعلیم کے کام میں لگا ہوا تھا۔ یقیناً دونوں گروہ فائدہ مند کام میں مصروف تھے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیکھنے سکھانے والے گروہ کے ساتھ جا بیٹھے۔ اس سے اسلامی تعلیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے "اے اللہ میری زندگی کا کوئی دن ایسا نہ گزرے جس میں کوئی نہ کوئی نئی چیز نہ سیکھوں۔"

غور کیجئے غزوۂ بدر میں جب کچھ قیدی اپنی رہائی کے لیے اپنا فدیہ نہ دے سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہر قیدی کو اجازت دے دی کہ کم از کم دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ یہی اس کا فدیہ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے لیے غیر مسلموں سے بھی مدد لینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی اگر مسلم ٹیچر نہ ہوں تو غیر مسلم اساتذہ سے بھی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک نو سال کا لڑکا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سفر کر رہا تھا۔ آپ نے اس کو مخاطب کر کے کہا: اے نوجوان لڑکے سنو میں تمہیں چند عقلمندی کی باتیں سکھاتا ہوں۔ اگر دنیا کی ہر چیز اور دنیا کے تمام انسان جمع ہو کر بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو بھی وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں نقصان نہیں

Marfat.com

پہنچا سکتے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ (جامع ترمذی)

ہمیں واقعی اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں اس کمسن لڑکے کو اتنی زیادہ اہم اور عقل کی باتیں بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان کی ذہانت اور صلاحیتوں سے خوب واقف تھے۔ وہ نوجوان لڑکا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس علمی کمال کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حکومت کی مجلس شوریٰ میں شامل کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جوانی میں ہی اس وسیع عریض اسلامی حکومت کے روز مرہ کے مسائل کا حل کیا کرتے تھے۔ اس کونسل کے دوسرے ممبران معمر بدری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انھوں نے اس نوجوان کی مجلس شورے میں شمولیت کو قدرے عجیب سمجھا۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے اس اضطراب کو بھانپ لیا اور مجلس شوریٰ کے معمر ممبران سے یہ سوال کیا بتاؤ سورۃ النصر کا شان نزول کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس وقت اکثر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی سوال حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ انھوں نے تمام کے سامنے برجستہ کہا۔ میرے خیال میں اس سورۃ کی شان نزول یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام پورا ہو چکا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں معمر حضرات یہ سن کر دنگ رہ گئے اور حقیقت بھی یہی تھی کیونکہ سورۃ النصر ہی وہ آخری مکمل سورۃ ہے جو آپ پر ایک ساتھ نازل ہوئی تھی۔ اس کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنا ذکر بدل دیا تھا۔ پہلے آپ پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھنے لگے۔ سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ نے ذکر کیوں بدل دیا؟ جواباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ یہ کہ کر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت کی۔ اس تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان دانش وروں میں بہت ساری خوبیاں پنہاں ہوتی ہیں اگر ان کو پروان چڑھا کر استعمال کیا

Marfat.com

جائے تو یہ مجزاتی طور پر سامنے آتی ہے۔ پس ہمارے بچوں کیلئے معیاری اسلامی اسکول بہت ضروری ہے اور ہمیں ان کے بنانے۔ چلانے اور اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے میں مدد کرنی چاہیے۔

اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کا انعام:

اللہ رب العزت نے ان والدین کے لیے انعام کا اعلان کیا ہے جو اپنی اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کرتے ہیں چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچادیں گے۔ اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں رہن ہے۔ (سورۃ الطور آیت ۲۱)

دوسرے الفاظ میں کہ بعض والدین کے بچے اگر جنت میں کم درجے پر ہوں گے تو یہ والدین چاہیں گے کہ سارا کنبہ جنت میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں۔ اللہ نے یہاں ان کو یکجا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ ان کی اولاد بھی ان کی طرح عقیدہ اور ایمان رکھنے والے ہوں اور اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ جنت میں بہت ہی اونچے مقام میں داخل کیے جائیں گے۔ ان کو خود حیرت ہوگی کہ ان کو کس طرح اتنا اونچا مقام مل گیا۔ کیونکہ ان کے اعمال تو اتنے اونچے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا۔ تم نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی ہے وہ تمہارے لیے برابر دعا کرتی رہتی تھی۔ ان کی ایک ایک دعا پر تمہارا جنت میں مقام بلند ہوتا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

پس ہمیں نہ صرف خود اعلیٰ اسلامی تعلیم حاصل کرنی چاہیے بلکہ اپنی اولاد کیلئے بھی اس کا خاطر خواہ انتظام کرنا چاہیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے اور ہماری دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔

Marfat.com

لڑکیوں کو تعلیم دلوانا

ہمارا پیارا دین اسلام عورتوں کو تعلیم دلانے سے منع نہیں کرتا لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی احکامات کے مطابق ماں باپ بچیوں کی تعلیم کا بندوبست کریں خاص طور پر لڑکیوں کو دینی تعلیم دلانے کی غرض سے والدین اپنی ذمہ داری سے کوتاہی نہ کریں اس لیے کہ اگر بچیاں دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں گی تو نہ صرف خود بلکہ جب ان کی شادی ہوگی اور اللہ رب العزت اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا تو وہ بھی اپنی اولاد کی تربیت اسلامی اقدار اور اسلامی تعلیمات کے مطابق بڑی آسانی سے کرسکیں گی عورتوں کی دینی تعلیم کے حصول کے ضمن میں ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے لیے کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے ان دنوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو وہ باتیں سکھاتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائی تھیں اور ایسا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لیے کیا کہ ایک عورت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اس نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مرد تو آپ کی احادیث مبارکہ سن لیتے ہیں آپ ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرما دیجیے۔ جس میں ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں وہ باتیں تعلیم فرمائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتلائی ہیں تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر جمع ہو جانا۔ (صحیح بخاری شریف)

نوجوان نسل اپنی قوم وملت کی نگہبان ہوتی ہے اور ایک اچھی نسل ماں کی تربیت

Marfat.com

سے ہی سامنے آتی ہے۔ جس طرح بزرگوں کی صحبت انسان میں اعلیٰ اخلاق وظرف پیدا کرتی ہے اسی طرح ماں کی تربیت بھی اولاد کے لیے ایک نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔

آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں
وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

بدقسمتی سے آج بھی ہمارے ہاں بہت سے پڑھے لکھے افراد عورت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ہمارے ملک کے دور دراز حصوں میں آج بھی قرآن سے عورت کی شادی کر دی جاتی ہے۔ تعلیم وتربیت تو درکنار اس سے جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے جبکہ آج اگر ہم ایک لڑکی کی اچھی تعلیم وتربیت کریں گے تو ہی نئی نسل کا کردار بہتر بنے گا ورنہ عورت کو تعلیم سے محروم رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک بے پردہ جاہل نسل وجود میں آئے۔

عورت کا وجود ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ صرف گھر کی چاردیواری میں رہ کر ہی کام کرے بلکہ اگر کسی مشکل وقت میں اسے گھر سے باہر نکل کر کام کرنا پڑے تو اس کی تربیت ایسی ہونی چاہیے کہ وہ ہر طرح کا کام کر سکے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک نظم "فاطمہ بنت عبد اللہ" میں عرب لڑکی فاطمہ کا ذکر کرتے ہیں جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہوئی تھی۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

فاطمہ تو آبروئے ملتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حور صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیان دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر

اس سے یہ بات سامنے ہے کہ ماضی میں بھی خواتین گھروں سے باہر کام کرتی تھیں۔ اگر فاطمہ بنت عبداللہ کم حوصلہ اور بے تربیت ہوتی تو کس طرح میدان جنگ میں نکلتی؟ یہ فاطمہ کا عزم وحوصلہ وکردار وسیرت ہی تھا جو وہ جنگ کے موقع پر غازیوں کو پانی

Marfat.com

پلاتی رہی بلکہ مسلم تاریخ میں تو کئی ایسے واقعات ہیں جن میں عورتوں نے جنگ کے مواقع پر زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور تیروں کو اکٹھا کرنے کا کام کرتی تھیں۔

المیہ ہے کہ آج کے دور میں کئی عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنے اوپر مغرب کا لبادہ پہنا ہوا ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود وہ اپنے بچوں کی بہتر تربیت نہیں کر سکتیں، وہ صرف اور صرف فیشن اور کیبل وڈش کی دلدادہ ہیں اور اس کا اثر ان کے بچوں پر بھی پڑتا ہے جبکہ مسلمان عورتوں کا کردار اس کے برعکس ہے۔ اسلام تو عورتوں کو مضبوط اور بلند کردار و بلند ہمتی کا درس دیتا ہے۔

بہت سی عورتیں یورپی معاشرے کی تقلید میں پردے کو ترک کر دیتی ہیں اور اس بات میں فخر محسوس کرتی ہیں کہ ہم جدید دور کے ساتھ ہم آہنگ ہیں جبکہ اس قسم کی تقلید عورت کی عزت وتکریم کو کم کرتی ہے اور آہستہ آہستہ ختم کر دیتی ہے اور اس کو صرف ایک حسین آلہ کار سمجھا جاتا ہے جو صرف مرد کا دل لبھانے کے لیے ہے! علامہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے خیال میں پردہ میں رہ کر ہی عورت کا عزت و وقار قائم رہتا ہے اور مذہب کی عزت قائم رہتی ہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

اے ردایت پردہ ناموس ما
تاب تو سرمایہ فانوس ما
طینت پاک تو مارا رحمت است
قوت دین و اساس ملت است

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں مسلمان خواتین اپنے آپ کو دور جدید کے عیار و مکار شکنجے سے نکال کر اپنے دین اور بچوں کی بہترین پرورش کر سکتی ہے۔ ایک فارسی شعر کا ترجمہ ہے "اے مسلمان خاتون تو ہی ہماری حمیت کے درخت کی آبیاری اور ملت کے سرمائے کی حفاظت کرنے والی ہے" زمانے کی دستبرد سے ہوشیار ہو جا اور اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں لے لے!

آج کے دور کی عورت کو اپنے اندر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والی عورت کا

Marfat.com

جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کے ہر روپ میں معاشرے کے لیے قابل احترام ہو نہ کہ اپنے آپ کو معاشرے کے سامنے ایک شوپیں بنائے۔

عورت کو معاشرے کا فعال رکن بننے کے لیے اسلام کی روایات برقرار رکھنا ہوں گی' انہیں اپنے اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاطمہ بنت عبداللہ جیسے اوصاف پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ نئی نسل کی بہترین تربیت ہو۔

لڑکیوں کو تعلیم کے زیور سے مزین کرنا اور ایسی تعلیم دلوانا جو اخلاق و آداب کو سنوارنے میں معاون ہو مفید اور فائدہ مند ہو جس کی دین اسلام میں ممانعت نہ ہو اور جہاں اسلام کے اصولوں کی پاسداری کا لحاظ رکھا گیا ہو ایسے تعلیمی اداروں میں بچیوں کی تعلیم دلوانا والدین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

بچوں کو ادب واحترام کرنا سکھائیں

اکثر والدین یہ شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کے بچے بے ادبی اور گستاخی سے پیش آتے ہیں اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو بہت سی دیگر وجوہات کی طرح اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ان بچوں کی تربیت میں ضرور کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے بعض ماں باپ اپنے بچوں سے اسقدر پیار اور لاڈ کرتے ہیں کہ ان کو کسی غلطی پر ٹوکتے روکتے نہیں یا پھر ایسا رویہ اور ماحول بچوں کو دیا جاتا ہے جس سے بچے کی سرشت میں گستاخی کا عنصر داخل ہو جاتا ہے جو کہ سراسر والدین کی غلط تربیت کے باعث ہوتا ہے۔ یہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ بچہ بیشتر چیزیں اپنے ماحول سے حاصل کرتا ہے ابتداً ہمیں اس کی بے ادبی اور گستاخی اتنی شاق نہیں گزرتی کہ جو ہم اُسے تنبیہ کریں یا اس کے تدارک کی کوشش کریں جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو وہی باتیں سخت ناگوار گذرتی ہیں حالانکہ پہلے اس کی ان باتوں پر ہم ہنسا کرتے تھے مثلاً آپ بچہ کو پیار سے "اُلو" پاگل یا اور کوئی فقرہ کہتے ہیں اور جب دوسرے روز وہی فقرہ وہ آپ کے لیے استعمال کرتا ہے تو آپ محظوظ ہوتے ہیں یا جب آپ پیار میں بچہ کے منہ پر چپت لگاتے ہیں اور دوسرے روز آپ کی گود میں آتے ہی وہ بھی آپ کے منہ پر چپت لگانا شروع کر دیتا ہے۔ تو آپ اُس کی اِس حرکت پر بھی محظوظ ہوتے ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو یہی چیزیں اس کی گستاخی اور بے ادبی پر محمول کی جاتی ہیں۔ حالانکہ بچہ کا اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا وہ تو ایسا کرتا ہی آیا ہے اور آپ اس پر خوش ہوتے ہی رہے ہیں اس نے یہ نئے فقرے اور نئی باتیں آپ ہی سے سیکھی ہیں وہ ان کے مواقع استعمال سے بھی

Marfat.com

آ گاہ نہ تھا' آپ کے صرف خوش ہونے سے تو اس پر یہ عقدہ نہیں کھل سکتا تھا؟ آپ اگر بچہ سے آپ اور تم کے الفاظ میں مخاطب ہوتے تو وہ ایک نیا لفظ تو اپنے ذہن سے تو پیدا نہیں کر سکتا تھا۔؟

بعض اوقات بچہ دیکھتا ہے کہ آپ ہی قریبی عزیزوں کی برائیاں ان کی عدم موجودگی میں کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اُن ہی عزیزوں کی موجودگی میں آپ اُن کا بڑا ادب واحترام و لحاظ کرتے ہیں۔ بچہ اس تضاد میں تمیز نہیں کر پاتا اور پھر آپ کا علیحدگی میں اظہار خیال ہے بچہ کو اُن کے حقیقی ہونے پر یقین دلاتا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے دوستوں اور آپ کے بزرگوں سے اُسی طرح پیش آتا ہے۔

بعض گھروں میں بچے اپنے ماں باپ کو لڑتے اور فحش کلامی کرتے دیکھتے ہیں یا دوسرے بچوں کو گالیاں بکتے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے والدین کے سامنے اپنی کسی ناراضگی کا اظہار بھی وہ اسی طرح کرتے ہیں جن کو سن سن کر ناعاقبت اندیش والدین بہت مسرور ہوتے ہیں اور اپنی مسرت کی خاطر اُسے بار بار تنگ کرتے ہیں اور بچہ ہر بار گالی بکتا اور اُن کو مسرت بخشتا رہتا ہے۔ نتیجتاً بچہ بے تمیز خودسر اور بدزبان ہو جاتا ہے' یہاں تک کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

بچہ کی تربیت کرنے والے والدین کا فرض ہے کہ وہ بچہ کو اپنے عمل اور کردار سے بزرگوں کا ادب واحترام کرنا سکھائیں چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آنے کی تعلیم دیں۔ اور گاہ بہ گاہ ایسے قصے اور کہانیاں بھی سناتے رہیں کہ جن میں بچے انہیں اوصاف کی وجہ سے کسی مرتبہ تک پہنچے ہوں اس سے بلاشبہ بچہ بچپن سے ہی والدین کے زیر سایہ اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرے گا ادب واحترام کے تقاضوں سے اسے مکمل طور پر آگاہی حاصل ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بڑا ہو کر ہر ایک کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئے گا۔

بچے کے سوالوں کے جواب ضرور دیں:

بچہ جب اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ بول سکے تو پھر وہ اپنے ماں باپ سے بہت

Marfat.com

سے سوالات بھی گاہے بگاہے کرتا رہتا ہے ان سوالات میں سے بعض بالکل ہی بے معنی سے ہوتے ہیں جن کو والدین فضول سمجھتے ہوئے بچے کو جواب دے کر مطمئن کرنے کی بجائے سختی سے جھڑک دیتے ہیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا جاتا ہے' کھانا' پینا' چلنا پھرنا اور بولنا سیکھتا جاتا ہے۔ اس کا ذوق تجسس مختلف چیزوں سے آگہی حاصل کرنے پر اکساتا رہتا ہے۔ ابتداًء وہ چیزوں کو اپنے حواس سے محسوس کرنے کی کوشش میں رینگتا ہوا یا چلتا ہوا اسی چیز کی طرف جاتا ہے۔ چیزوں کو اٹھاتا پھینکتا اور پھر پکڑ کر دیکھتا منہ میں لیتا' غرض اس طرح ان کے بارے میں اپنے فہم و ادراک کے مطابق علم بہم پہنچاتا ہے۔ پھر جب بولنے لگتا ہے اور کچھ سوچنے سمجھنے کا مادہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تو مختلف قسم کے سوالات کرتا ہے۔ اور اپنے ذوق تجسس کی تکمیل چاہتا ہے۔

ہم ہر سوال کا جواب نہایت تشفی بخش طریقہ پر بچہ کو دے دیتے ہیں لیکن جب وہ جنس سے متعلق کوئی سوال کرتا ہے تو جھوٹ بول کر غلط سلط باتوں سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا خاموش ہو جاتے ہیں اور اصرار کرنے پر اُسے جھڑک دیتے ہیں۔

بچہ جنس کے معاملہ میں آپ کے سکوت سے یہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ یا تو ان بڑے لوگوں کو بھی ان کے جوابات معلوم نہیں یا پھر یہ اس کو بتانا نہیں چاہتے۔ مگر آخر کیوں نہیں بتانا چاہتے؟ ممکن ہے یہ کوئی شرمناک بات ہو۔ بہر کیف اس کا تجسس اور بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ یہ معلومات گھر کے نوکروں یا گلی کے بچوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اگر بچہ کو ایسے ہی غلط سلط باتیں بتلا دی جائیں تو ممکن ہے وہ وقتی طور پر مطمئن ہو جائے لیکن جب بھی اُسے یہ باتیں معلوم ہوں گی' تو آپ کا جھوٹ اس پر عیاں ہو جائے گا۔ اب تک وہ آپ کو مشفق باپ یا مہربان دوست سمجھتا رہا۔ اور آپ کے کیریکٹر کو اپنے لیے نمونہ سمجھتا رہا' لیکن اب نہ وہ آپ کو دوست سمجھے گا۔ اور نہ ہی اس کے دل میں آپ کے لیے وہ جذبات باقی رہیں گے۔

بچوں کے ہم پر اعتماد یا عدم اعتماد کی بنیاد اسی بات پر ہوتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ جو کچھ وہ پوچھیں اُنہیں بلا کسی جھجک کے صاف صاف بتلا دیں' تا کہ ان کا ذہنی خلفشار

Marfat.com

رفع ہو جائے۔ صاف صاف بتلا دینے سے میری مراد یہ قطعاً نہیں کہ آپ اُنہیں عامیانہ الفاظ میں افعال الاعضاء بتلانا شروع کر دیں' بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ انہیں اس طرح بتلائیں کہ اعضاء کا ذکر کم سے کم آئے اور وہ حقیقت بھی ہو۔

جب بچہ آپ کے پر اعتماد جواب پاتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے اگر اُس سے مزید کچھ تجسس ہوتا ہے تو اُسے بھی آپ ہی کے ذریعہ حل کرتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس قسم کے استفسارات کے جوابات سے گریز کرتے رہے ہیں تو وہ جلد یا بدیر مکتب کے دوستوں' گلی کے بڑے بچوں یا ملازمین سے کہ جن سے قدرے بے تکلفی ہو چکی ہوتی ہے ایسی معلومات فراہم کر ہی لیتا ہے' اور چونکہ آپ اس سے ہمیشہ چھپاتے رہے ہیں اس لیے وہ انہیں شرمناک اور برا سمجھتے ہوئے آپ سے بھی چھپاتا ہے۔ پھر آگے جا کر یہی' بچہ کی زندگی میں طرح طرح سے بہت سی برائیاں پیدا کر دیتی ہیں لہٰذا بچوں کی تربیت کے ضمن میں بچے کے ہر طرح کے سوالات کا جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور اخلاقی دائرے کے اندر رہتے ہوئے بچے کو مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے۔

گھر بچے کی درسگاہ ہوتی ہے:

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس پر عمل کرنے سے انسان کو وہ تمام صفات حاصل ہوتی ہیں جو ایک کامیاب انسان میں ہونا ضروری ہیں۔ نماز روزہ حج' زکوٰۃ اس کے ارکان ہیں جنکی صحیح طریقہ پر ادائیگی اسے جینے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔

بچے کے لیے بہترین دینی درسگاہ گھر ہے کہ جہاں والدین کا کردار ان کے لیے نمونہ ہوتا ہے۔ اور وہ جب ماں باپ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہیں تو اپنی بجوبہ پسند فطرت کے تحت خود بھی نماز میں شریک ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو ابتداً صرف موٹی موٹی باتیں عام فہم الفاظ میں بتانی چاہئیں اور جوں جوں ان کی عمر بڑھتی جائے۔ مزید معلومات بہم پہنچاتے رہیں۔

ایسے گھرانے کہ جہاں دن رات آپس میں لڑائی اور گالی گلوچ ہوتی رہتی ہے وہاں بچے کو وہی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ جو وہ اپنے والدین میں پاتا ہے۔ بچوں کو دینی

Marfat.com

تعلیم دیتے وقت ایک اہم مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کر بیٹھتے ہیں۔ اب انہیں کیسے بتایا جائے؟ کیونکہ ان کے نزدیک وہی چیز حقیقی ہوتی ہے جو حواس سے محسوس کی جاسکے' چنانچہ بچہ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ اس طرح بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اُسے کچھ حقیقت لیے ہوئے نظر آئے۔ مثلاً آپ اسے کہیں کہ "اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے اسے اپنے بندوں سے بڑی محبت ہے"۔ پھر اُس کے ساتھ ایک قصہ سنا دیں کہ ایک جگہ ایک آدمی بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ کہ ایک راہ گیر نے اُسے کھانا کھلایا اور وہ موت سے بچ گیا' یہاں اُسے بتایئے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے سے محبت تھی اس نے ایک آدمی کو بھیج دیا جس نے کھانا کھلایا اور وہ بچ گیا۔

غرض کہ بچہ کو عام فہم الفاظ میں تدریجی طور پر یہ چیزیں بتلاتے رہیے۔ اس سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی دینی کتابیں جو ہلکی پھلکی زبان میں لکھی گئی ہوں بچوں کو پڑھنے کو دی جائیں تاکہ وہ انہیں پڑھ بھی سکیں اور سمجھ بھی سکیں۔ بعض اوقات بچہ کو مشکل قسم کی کتابیں دے دی جاتی ہیں۔ جو اس کی فہم سے بالاتر ہوتی ہیں اور جب وہ اس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو پریشان ہو کر انہیں رکھ دیتا ہے۔ ایسی حالت میں ہو سکتا ہے وہ دین کو ایک مشکل چیز سمجھ کر آئندہ اس قسم کی باتوں سے دلچسپی لینا ہی چھوڑ دے۔ بہرکیف یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جسے والدین اپنے بچے کی سوجھ بوجھ اور شوق و تجسس کے پیش نظر آسانی سے حل کر سکتے ہیں۔ اور ان سے آگاہی بخش کر اس کے مستقبل کو روشن بنا سکتے ہیں۔

Marfat.com

بچہ کی عادات کو سنواریں

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی عادات پر نگاہ رکھیں ان کی اچھی عادات کو سنوارنے کے لیے اپنا فریضہ ادا کریں اگر خدانخواستہ بچے کو کوئی ایسی عادت پڑ جائے جو آپ کو ناگوار گزرتی ہو یا اس سے بچے کی شخصیت پر اچھا اثر نہ پڑتا ہو تو بہترین حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اُس کی اصلاح کریں بچے کو سمجھنے کے لیے عادت کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ عادت کی تعریف کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ہم بری اور اچھی عادت کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں عادت ہوگئی ہے۔ عادت کی کوئی تعریف کرنے کے لیے داناؤں نے کافی غور و فکر کیا ہے۔ ہم بہر حال سہولت کے لیے عادت کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ بعض افعال جو کسی خاص موقع پر وقتاً فوقتاً آپ ہی آپ سرزد ہوتے رہیں۔ ہم صبح وقت مقررہ پر جاگتے ہیں۔ یہ ہماری عادت بن جاتی ہے۔ چنانچہ جونہی وہ وقت آن پہنچے۔ ہماری آنکھ کھل جاتی ہے۔ ہم اُٹھتے ہیں' ضروریات سے فارغ ہو کر کام میں لگ جاتے ہیں۔ دن بھر ہم اپنی بے شمار عادتوں کے مطابق کام کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہم نے فلاں کام کیسے اور کیوں کر دیا۔ اگر کوئی ہمیں اس بارے میں کچھ نہ کہے بھی تو ہم شاید انکار کر دیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں میں ایک خاص عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ وہ اسے بار بار کرتے ہیں۔ کئی آنکھیں جھپکتے رہتے ہیں' بازو ایک انداز سے ہلاتے ہیں' کندھے سکیڑتے ہیں اور کئی الفاظ تکیہ کلام بن جاتے ہیں۔ ایسے عموماً دوستوں اور احباب کے مذاق کا نشانہ بنتے ہیں ــــــ ہماری زندگی ساری کی ساری عادت

Marfat.com

ہی تو ہے۔ اگر اس میں کبھی کوئی روک آ جائے تو پھر ہم چونکتے ہیں' اس کے متعلق سوچتے ہیں۔ جوتا سب پہنتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ کیوں پہنتے ہیں۔ لیکن جونہی تسمہ ٹوٹ گیا' ہم چونک اُٹھے' پھر ہمیں خیال آیا کہ جوتا تسمے کے بغیر نہیں پہنا جا سکتا ـــــ عادت کی ابتدا جبلت سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن بہت سے افعال جو ہم عادتاً کرتے ہیں وہ ہماری تعلیم اور تربیت کا بھی اثر ہوتے ہیں۔

آپ روز دیکھتے ہیں کہ بچے کو کھلونا گاڑی دی گئی تو وہ لگا اس کے پرزے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے' اگر وہ کھل جائیں تو بچہ انہیں جوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے کوئی حساب دان ستارے کے مدار کا حل ڈھونڈتا ہے۔ شاید بچہ اگر آپ پر سوالات کرنے لگے کہ یہ انجن کیسے بنا۔ یہ پہیہ کیوں لگایا گیا۔ تو آپ پریشان ہو جائیں۔ ''کیسے اور کیوں'' کی تکرار سے چڑنے لگیں۔ لیکن خفا ہونے کی بات نہیں بچے کے اندر علم حاصل کرنے کی جستجو ہے جیسے وہ پورا کرنے کے لیے کھلونے کو توڑتا اور آپ سے سوالات پوچھتا ہے۔ انسانی ترقی کے لیے یہی جستجو بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اگر آپ کار کے انجن اور موٹر کے چلنے کے متعلق بہت کچھ جان لیں تو یقیناً آپ کو مسرت ہو گی۔ یہی حال بچے کے ذہن کا ہے۔ اگر آپ اس کے اعمال کو بخوبی سمجھ لیں تو آپ کو بچے کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اُن کے رویے اور برتاؤ میں جو مشکلات ہیں انہیں حل کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ قدرت ہمیشہ اعتدال کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلط رویے کے باعث بچوں کے افعال میں کچھ ٹیڑھا پن آ جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ شاید فطرت ہی کی طرف سے ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ قدرت خود بچے کی غلط روی کو درست کرتی رہتی اور کوشش کرتی ہے کہ ایسی غلطی دوبارہ سرزد نہ ہونے پائے رویے کی غلطی دراصل بے اطمینانی یا ناخوشگوار تلازم کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لیے وہ خاص فعل چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

اپنے بچے کو ایک مثالی انسان بنائیں:

اگر بچے کی تربیت اچھے انداز سے کی جائے اور بچے پر پوری طرح توجہ دی جائے

Marfat.com

اور اس کی ہر طرح سے رہنمائی کی جائے تو بچے کی صلاحیتیں اس سے نکھر جاتی ہیں اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کو مثالی انسان بننے میں اس کی معاونت کریں اگر بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھا جائے تو ہر بچہ ایک مثالی انسان بن سکتا ہے جو کہ ماں باپ کے لیے خوشی اور فخر کا باعث ہوتا ہے اور معاشرے میں بھی اس کی خوب قدر و منزلت کی جاتی ہے ماں باپ کو علم ہونا چاہیے کہ پیدائش کے وقت بچے کے خاص ذہنی رجحانات ہوتے ہیں' جبلت انہیں کے مطابق عمل کرنا شروع کرتی ہے۔ یہ عمل ابتدا میں خود بخود بغیر کسی بیرونی اثر کے شروع ہو جاتا ہے۔ بچے کو جب بھوک لگتی ہے۔ تو وہ دودھ کو تلاش کرتا ہے اور اگر نہ ملے تو وہ اس کا اظہار کر دیتا ہے۔ اُدھر ماں کو جبلی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ بچے کو بھوک لگی ہے۔ چنانچہ وہ بچے کو دودھ کے نزدیک لے آتی ہے۔ اگر یہ طریق معمولی طور سے جاری رکھا جائے' تو بچے میں عادت پیدا ہوگی۔ اگر عادت نہ بنے تو دودھ پلانے میں مشکلات رونما ہونے لگیں گی۔ جب تک خوراک پہنچانے اور بچے کی بھوک کو دور کرنے کا مناسب انتظام نہیں کیا جاتا یہ تکلیف دور نہ ہو سکے گی۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ دودھ چوسنا بچے کا سب سے پہلا جبلی ردِ عمل ہے۔ اس کے بعد دوسرے اعمال رونما ہوتے ہیں۔ بچے کو منہ کے بل اوندھا لٹائیں تو وہ سر اٹھاتا ہے تاکہ اس کا دم نہ رکنے لگے۔ وہ سیدھا ہونا چاہتا ہے۔ پھر پنجوں کے بل چلنے کی کوشش کرتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے کی جبلی زندگی نہایت سکون اور اطمینان سے نشو و نما پائے' تو ضروری ہے کہ اس کا ماحول اور وہ لوگ جو اس کی دیکھ بھال اور پرورش کرنے والے ہیں اُن کی جذباتی زندگی میں بھی اعتدال ہو۔ جس طرح دودھ چوسنے کی جبلت کی تسکین بچے کے اندر سکون پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح اگر باقی جبلتیں بھی اعتدال سے پوری ہوتی رہیں تو بچہ جوان ہو کر ایک ایسا انسان بنے گا جسے ہم مثالی کہہ سکیں گے۔

جبلتیں زندگی کے عام حالات میں ظاہر ہوتی' بڑھتی اور غائب ہوتی ہیں۔ بچہ کی جبلت میں رینگنا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب اس میں رینگنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کوشش کرتا ہے اور چند دنوں کے بعد بڑی آسانی سے رینگنے لگتا ہے۔ اُسے ایسا

Marfat.com

کرنے میں ایک مزہ ملتا ہے۔ خوشی حاصل ہوتی ہے اور اس کی دُنیا جو پہلے محض جھولنا یا چار پائی تھی۔ اب وسیع ہونے لگتی ہے۔ آہستہ آہستہ جب قویٰ مضبوط ہوتے جاتے ہیں تو وہ جان لیتا ہے کہ رینگنے سے کام نہیں بن سکتا۔ بلکہ اُسے بڑوں کی طرح چلنا چاہیے۔ تو وہ خود بخود رینگنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ رینگنے کی جبلّت مٹ نہیں جاتی بلکہ تبدیل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی عمر میں جذبات سے سرشار ہو کر لوگ رینگتے ہیں۔ خطرے کے موقعہ پر رینگتے ہیں اور پنجوں کے بل چل کر دشوار گذار راستہ طے کرتے ہیں۔ دشمن کا خطرے میں تو یہی سب سے محفوظ طریق ہے۔ گویا چلنے سے زیادہ بہتر ذریعہ رینگنا یا پنجوں کے بل چلنا قرار پاتا ہے۔ اسی سلسلے میں ایک اور بات قابل غور ہے۔ اگر کوئی جبلّی رویہ پہلی بار ہمارے اندر پیدا ہو کر ہماری تسکین اور مسرت کا موجب بنا ہے تو آئندہ زندگی میں اس کی طرف ہمارا لوٹنا زیادہ ممکن ہے۔ کیونکہ جونہی ہمیں حال میں تسکین میسر نہ آسکی تو لازماً ہم ماضی کے لیے ایسے افعال میں تسکین ڈھونڈیں گے جن سے ایک بار ہمیں واسطہ پڑ چکا ہے۔

یہ بازگشت اَن جانی ہوتی ہے۔ اس کے لیے کسی قصد کی ضرورت نہیں ہے۔ بچے نے ماں کے دودھ چوسنے سے لذت اور تسکین کا تجربہ کیا تھا اب اگر کبھی اُسے ایسے حالات میں سے گذرنا پڑتا ہے جہاں لذت اور تسکین مفقود ہیں تو وہ انگوٹھا چوس کر ماضی کے تجربے کو دُہرائے گا۔ حالانکہ دودھ پینے کی عمر برسوں سے گذر چکی ہے۔ اسی طرح اگر کسی بچے کو دودھ پینے کے زمانے میں خاص توجہ ملتی رہی ہے' کیونکہ دودھ پلانے میں مشکلات تھیں تو بڑا ہو کر اُس میں زیادہ کھانے کا خبط ہو جائے گا۔

جبلّی عادات کی بازگشت زیادہ تر ایسے بچوں میں دیکھی گئی ہے جنہیں کچھ جذباتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہیں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جبلّی نشوونما کی فطری ہم آہنگی کا خیال رکھنا کتنا لازمی ہے۔ تاکہ جبلتیں آسانی سے اپنا کام کر سکیں اور اُن کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ بچے کی ابتدائی زندگی میں جبلی تحریکات ایسی ہوتی ہیں جن سے غذا حاصل کی جا سکے۔ اور جب ضرورت پڑے تو والدین کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر

Marfat.com

سکیں۔ اسی طرح بچہ کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑ کر سہارا لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ محفوظ ہے۔ اسی طرح اوندھے منہ لیٹا بچہ سر اٹھا کر سانس کے رکنے کو دور کرتا ہے۔ اسی زمانے میں والدین بھی جبلی طور پر بچے کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ ماں کی ساری توجہ بچے پر مرکوز رہتی ہے۔ باپ کو بھی اس کا خیال ہوتا ہے۔ اور اسی لیے وہ بچے کی ماں کی صحت کی نگرانی کرتا ہے۔ دونوں میں سے چونکہ ماں بچے کی ضروریات پورا کرتی ہے اس لیے جبلی طور پر اُسے ہی بچے کا زیادہ خیال ہوتا ہے ــــ بچہ بڑھنے لگتا ہے تو پھر ماں باپ دونوں کی ذمہ داریاں ایک ایسی ہو جاتی ہیں۔ دونوں اس کی جسمانی حفاظت کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں بھی ماں کا حصہ زیادہ ہوتا ہے وہ اس کا فطرتاً زیادہ خیال رکھتی ہے اسی لیے ماں کی ممتا مشہور ہے۔

بچہ بڑھنے لگتا ہے تو اس کے اندر آزادی کا جذبہ بھی نشو و نما پاتا ہے' وہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ اب بڑا ہو رہا ہے۔ اس میں انا بیدار ہونے لگتی ہے' خودی جنم لیتی ہے۔ چنانچہ وہ کوشش کرتا ہے کہ دوسروں پر اپنی طاقت کے اظہار سے اپنی قدر کو بڑھائے اور چیزوں کو اپنا لے۔ اس میں اشیاء کو اپنانے کی خواہش بعض اوقات اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ نہ صرف دوسرے بچوں پر بلکہ والدین پر بھی اُسے آزماتا ہے ــــ انا کی تسکین کے سلسلے میں بچے کا ایک اور عمل بھی آپ کو معلوم ہے۔ وہ اپنے کارناموں کو داستان کا رنگ دے کر خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ اگر کوئی بچہ ایسی کہانیاں سنائے تو آپ جھوٹ کہہ کر اُسے ٹوکیں نہیں' بلکہ اُسے دل کی بات کہنے دیں۔ یہ ایک فطری چیز ہے۔ اس جھوٹ کا علاج یہ ہے کہ بچے کو ان کاموں میں سہولت پہنچائیں جو وہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر وہ ایسی کہانیاں نہیں کہے گا ــــ آپ کی محبت' مل کر کھیلنے والے ساتھی اور کھیلنے کی پوری آزادی بچے کی فطری نشو و نما میں ممد ہوگی۔ بچہ کھیل کود میں لگا رہے گا۔ پھر وہ قصے نہیں گھڑے گا۔ ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ یہ زمانہ دو سے لے کر پانچ برس تک رہتا ہے۔ اور اس دوران میں بچے کے اندر ایک ارتقائی عمل اپنا کام کیے جاتا ہے۔

بچے کی دلچسپیوں کا خیال رکھیں:

فطری طور پر بچے میں جب شعور اجاگر ہوتا ہے تو اس کی دلچسپیوں میں بھی نت نئی

Marfat.com

تبدیلیاں واقع ہونا شروع ہو جاتی ہیں والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کی اچھی تربیت کے ضمن میں بچے کی دلچسپیوں کو خیال رکھیں اور اس کی دلچسپیوں پر نظر بھی رکھیں کیونکہ عمر کے ساتھ بچے کی دلچسپیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اب بچے میں ایسی جبلتیں رونما ہوں گی جن کا تعلق سماجی زندگی سے ہے۔ تاکہ بچہ معاشرے کی سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔ بچے اپنی عمر کے بچوں کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن اپنے سے بڑے بچوں میں مل کر کھیلنا انہیں ہرگز نہیں بھاتا۔ وہ اُن سے کبھی نہیں کھیلتے۔ اس عمر میں ننھے بچے دو دو تین تین ہو کر کھیلتے نظر آتے ہیں۔ انہیں زیادہ تعداد میں ایک خاص مقصد کو سامنے رکھ کر باہم کھیلتے نہیں دیکھا گیا۔ اُن میں گروہ بندی مفقود ہوتی ہے۔ یہ حالت آگے چل کر آتی ہے جب بچہ کوئی سات برس کا ہو جائے۔ اس عمر میں بچے بآسانی گروہوں میں مل کر اکٹھے کام کر سکتے ہیں۔ کھیل سکتے ہیں۔ ان میں دوسروں کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس مرحلے پر بچے کی آئندہ معاشرتی زندگی کا بہت زیادہ انحصار ہوتا ہے۔ وہ گروہ بندی سیکھتا ہے۔ دوسروں سے مل کر کام کرتا اور ایک مقصد کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ اگر اس عمر میں اس کی اپنی ذات دوسروں سے تعلقات پیدا کرنے کی راہ میں حائل ہو جائے تو نتیجہ بُرا ہو گا۔ اس لیے کوشش کرنا چاہیے کہ بچہ اپنے تحفظ اور ذاتی نفع کے درمیان اعتدال کو قائم رکھے۔ کیونکہ یہ بچہ جب بڑا ہو گا اور اُسے ذاتی دلچسپیوں کے ساتھ بیوی اور کنبے کی دلچسپیوں کا بھی خیال رکھنا پڑے گا تو پھر وہاں مشکلات پیش آئیں گی۔

بچے کے ساتھ اچھے رویے سے پیش آئیں:

سب بچے عموماً ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ جبلتوں، برتاؤ اور رویے اور کردار کی نشو و نما میں انہیں ایک ایسے ہی مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ سارے بچے کبھی کبھی معمولی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ لیکن بالآخر انجام بخیر ہوتا ہے بشرطیکہ ہم اس کی اصلاح کے فریضہ سے غفلت نہ کریں۔ بچہ جب چلنے کی کوشش کرتا اور گر جاتا ہے تو آپ اس پر برس تو نہیں پڑتے بلکہ اُسے سہارا دے کر اٹھاتے اور اس کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے ایسا بھی کیا ہے کہ بچے کو چلنے سے روک دے۔ ہمیں جاننا چاہیے کہ بچے میں جبلتیں کارفرما ہوتی

Marfat.com

ہیں۔ بچے کی فطری نشو و نما کے ساتھ یہ جبلتیں بڑھتی اور غائب ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم بچے کو سہارا دیں' سمجھائیں اور سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اس کی جبلتوں کو پورا موقع ملے کہ وہ پنپ سکیں ان کے بڑھنے کی راہ میں کوئی روک نہ ہو۔ جب جبلی رویہ مختلف تبدیلیوں سے گذرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ عادات بھی آتی اور جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عادت کا لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اس لیے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہماری عادات دراصل جوابی افعال ہوتے ہیں جو کسی خاص حالت میں جس سے ہم مانوس ہوں' بغیر کسی ذہنی مشقت کے سرزد ہوں۔ یہ افعال خود بخود اور ان جانے وقوع میں آتے ہیں۔

عادت اچھا آقا یا برا خادم دونوں ہو سکتی ہے۔ جب ہم روزمرہ زندگی کے کاموں کو عادت پر چھوڑ دیتے ہیں تو ذہن غیر ضروری خیالات سے نجات پا جاتا ہے اور اس کا مل ہوتا ہے کہ کسی نئے مسئلے پر زیادہ غور سے سوچ بچار کر سکے ایسا ذہن جس میں ایک ترتیب آ جائے عادات کی نشو و نما میں بہت مشاق ہوتا ہے۔ اسی طرح بری عدات بھی آسانی سے پیدا ہوتی ہے۔ عادت بری ہو یا اچھی ایک ہی طرح سے نشو و نما پاتی ہے۔ وہ افعال جو ہم عادتاً کرتے ہیں جونہی ان کے موقع ملتا ہے اور ان کے نتائج تسلی بخش ہوتے ہیں خود بخود اپنے تئیں دہراتے ہیں۔ اس لیے بچے میں کسی عادت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہے کہ بہت احتیاط برتی جائے۔ تا کہ موقع کے مطابق وہ افعال کو دہرائے اور اس سے خوشگوار نتیجہ نکلے۔ اسی طرح بری عادتوں کو دُور کرنے کے لیے بھی کوشش کی جا سکتی ہے کہ ایسی عادتیں دہرائی نہ جائیں۔ اگر دہرائی جائیں تو نتیجہ ناخوشگوار ہو۔ تا کہ بچہ خود بخود ان سے منہ موڑ لے۔ عادت کو تبدیل کرتے وقت اگر سزا دی جائے تو خیال رکھیں کہ اس کا انجام ناکامی نہ ہو۔ کیونکہ اگر اس کے بعد تربیت ناممکن ہو جائے تو یہ ناکامی اتنی ناخوشگوار ہو گی کہ بچے کے اندر نشو و نما رک جائے گی۔ اگر کوئی بچہ کسی کام میں کامیاب نہیں ہوتا تو لعن طعن کرنے سے وہ اور ہمت ہار دے گا۔ لیکن اگر آپ اُسے ہمت دلاتے اس کی اچھی باتوں کی تعریف کرتے ہیں تو وہ یقیناً دوبارہ کوشش کرے گا کہ کامیاب ہو جائے۔ اگر ایک بچہ اپنی بری

Marfat.com

عادت کے باعث والدین کے انعام اور پیار کو کھو بیٹھتا ہے تو خود بخود وہ کوشش کرے گا کہ اُسے حاصل کرے یوں بُری عادت جاتی رہے گی۔

بچوں کو سخت جسمانی سزا نہ دیں:

والدین کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی غلطیوں پر ان کو ایسی سخت سزا نہ دیں کہ جس سے ان کے جسم کا کوئی عضو معذور ہو جائے اور ان کے لیے یہ سزا زندگی بھر کا روگ بن جائے یہاں سزا کے متعلق تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام ماہرین نفسیات اور فطرت انسانی مطالعہ کرنے والوں نے بہت غور وفکر کیا ہے ایک زمانہ تھا جب ڈنڈے کے استعمال کو تربیت کو اولاد کا سب سے مؤثر طریقہ سمجھا جاتا تھا۔ بچے نے کوئی چیز مانگی' یا کوئی ایسی حرکت کر دی جو اُسے نہیں کرنی چاہیے تھی تو ڈنڈے کا بے تکلف استعمال علاج ہوتا۔

اگلے وقتوں میں بچوں کو اس بے دردی سے بدنی سزا دی جاتی تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ ہر اس فعل پر جسے والدین یا اُستاد اپنے زاویہ نگاہ سے غلط سمجھتے' سزا دی جاتی ۔۔۔ (اب بھی ایسی سزائیں دی جاتی ہیں تعلیم و تربیت ایک جزو ڈنڈا بھی ہے) مدرسوں اور مکتبوں میں استادوں کی چھڑی یا ڈنڈے ہمیشہ بچے کے سر پر منڈلاتے رہتے ایک حرف کا غلط تلفظ ہو جانے پر سخت اذیت دی جاتی۔

افلاطون کہتا ہے کہ "اگر ہم بچے کی تربیت احتیاط سے کریں تو اُن میں صحیح خصائل پیدا ہوں گے۔ وہ خوش اخلاق اور نیک بن جائیں گے۔" ایک مشہور عالم نے اپنے دور کے والدین کو پر زور الفاظ میں یہ نصیحت کی تھی کہ "بچے کو مت مارو' ورنہ وہ وحشی اور سرکش بن جائے گا" اس نے بچوں کی تربیت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ بدنی سزا کی جگہ بے ضرر اور پر حکمت طریقے بتائے ہیں۔ جن کے ذریعے وہ مفید نتائج پیدا کیے جا سکتے ہیں جو بدنی سزا سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ وہ کہتا ہے۔ "اگر کوئی بچہ بد اخلاقی کرے تو اس کو قدرت کی سزا بھگتنے دو۔"

اس کے طریق کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی بچہ دستر خوان پر کسی خاص چیز کے

Marfat.com

لیے جو اُسے نہیں دی جاتی رونا شروع کر دے تو اُسے وہاں سے ہٹا کر یہ کہنا چاہیے کہ جو بچہ دستر خوان پر یوں ضد کرے۔ اُسے یہاں بیٹھنے کا حق نہیں۔ اُس سادہ الفاظ میں یہ بات سمجھا دی جائے۔ اگر بچہ ذرا زیادہ ضدی ہے اور جب اُس دور ہٹایا جائے تو کمرہ سر پر اٹھانا شروع کر دے تو اس عالم کی نصیحت کے مطابق اُسے دوسرے کمرے میں لے جا کر بٹھا دیا جائے اور کہا جائے ''جب کوئی بچہ رونے چلانے اور دوسروں کو تنگ کرے۔ تو اُسے ایسی جگہ بند کر دیا جاتا ہے جہاں اس کے سوا اور کوئی نہ ہو۔'' جب تک وہ خاموش نہ ہو اُسے باہر نہ نکالا جائے۔ جتنی بار بچہ ایسی حرکت کا ارتکاب کرے ماں باپ کا فرض ہے کہ یہی طریقہ اختیار کریں۔ تاکہ بچے کو معلوم ہو جائے کہ دستر خوان پر شور مچانے اور ضد کرنے والے بچے کی لازمی اور قدرتی سزا یہ ہے کہ اُسے وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ آہستہ آہستہ وہ اس عادت سے باز آ جائے گا۔ بدنی سزا سے یہ طریقہ بدرجہا بہتر ہے۔ بدنی سزا بچوں کو صحیح راہ پر لانے کی بجائے انہیں زیادہ خراب کرتی ہے اور میں ضد بڑھ جاتی ہے۔

ایک مثال لیجئے۔ ایک ننھا بچہ چلا چلا کر ماں کا ناک میں دم کر رہا تھا ماں نے مٹھائی کا ٹکڑا دکھا کر ''چپ ہو جاؤ گے تو یہ ملے گا''

ایسا کرنا بچے کو رشوت دینا ہے۔ اس میں ضد کرنے کی عادت پڑ جائے گی۔ جب بھی اُسے کسی چیز کی ضرورت ہوگی وہ چلانا شروع کر دیگا ایسی حالت میں ماں یا تو بچے کو روتا چھوڑ کر (بشرطیکہ وہ بیمار نہ ہو اور کسی دکھ کی وجہ سے رو رہا ہو) دوسرے کمرے میں چلی جائے۔ یہاں تک کہ بچہ خود بخود خاموش ہو جائے یا اُسے کمرے میں بند کر دے تاکہ وہ چلا چلا کر دوسروں کو تنگ نہ کرے۔ اس طریق سے بچہ رفتہ رفتہ محسوس کرنے لگے گا کہ دوسروں کو تنگ کرنے سے مجھے بھی دُکھ اٹھانا پڑتا ہے۔

ایک عام بچہ پہلی مرتبہ جلتی ہوئی موم بتی کو پکڑ کر یہ معلوم کر لیتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہاتھ جل جائے گا۔ اس کے لیے ایک تجربہ کافی ہوگا۔ وہ بار بار ہاتھ نہیں جلائے گا۔ اسی طرح بچہ ایک بار سیڑھیوں سے گر کر محتاط ہو جاتا ہے بلی کا ایک ہی پنجہ اُس کی آئندہ حفاظت کا ضامن ہے۔ وہ پھر بھولے سے بھی بلی کی دم پر پاؤں نہیں رکھے گا۔ اس لیے بچے کو شروع

Marfat.com

ہی میں سے اس کی ہٹ دھرمی' ضد اور خود غرضی کی تھوڑی سی سزا دینی چاہیے لیکن بدنی سزا نہیں۔

ایک زمانہ تھا جب والدین سارا دن بچے کو پل بھر چین نہ لینے دیتے اور کام میں لگائے رکھتے تھے۔ ذرا سی حکم عدولی پر سخت سے سخت بدنی سزا دیتے تھے۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اگر آپ بچے کو افعال میں آزادی نہیں دیں گے۔ یا اُسے مصروف رکھنے کے لیے ضروری باتوں کو نظر انداز کر دیں گے تو وہ بہت جلد خراب ہو جائے گا۔ بدنی سزا سے بچانے کے لیے بچوں کا اخلاق درست کرنا ضروری ہے۔ کس ماں باپ کی یہ تمنا نہیں کہ اس کی اولاد خوش اخلاق ہو۔ ان کا گھر جنت بنا رہے۔ دوسرے لوگ اُن کے بچوں سے مل کر خوش ہوں۔ بچہ کی قدر و منزلت کا سارا انحصار آپ پر ہے جیسی آپ اس کی تربیت کریں گے' ویسا ہی وہ بنے گا۔

بعض باپ بہت زیادہ غصیلے اور اولاد کے ساتھ سخت رویہ رکھنے والے ہوتے ہیں اولاد کی ہر غلطی پر اُن کو سخت سے سخت سزا دینے سے دریغ نہیں کرتے اولاد کے ذہن پر اپنے سخت مزاج باپ کا خوف سوار رہتا ہے اور اولاد اس خوف کے اثر سے باہر نہیں نکل پاتی حالانکہ ایک ذمہ دار باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے حوالے سے ان کی اصلاح کرتے ہوئے ایسی حکمت عملی اختیار کرے کہ جس سے وہ بچہ جس سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو گئی ہو اپنی غلطی کو محسوس کرے اور آئندہ سے اس غلطی کو نہ دہرانے کا عہد کرتے ہوئے اس غلطی سے عبرت حاصل کرے باپ کو چاہیے کہ اگر اولاد سے کوئی غلطی ہو جائے تو اولاد کے ساتھ تشدد آمیز رویہ نہ رکھے اور اس طرح کی جسمانی سزا نہ دے کہ اولاد معذور ہو جائے بچے کی اصلاح کا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ دسمبر 2005ء کے "اخبار جہاں" میں ایک واقعہ بہت زیادہ غصیلے باپ کے اولاد کے ساتھ رویے کے بارے میں شائع کیا گیا ہے جو کہ اس طرح سے ہے۔

Marfat.com

دیکھو شیر کی نگاہ سے

سب کہتے تھے اس لڑکی کو اللہ تعالیٰ نے فرصت میں بنایا ہے کتنی خوبصورت ہے' خوبصورت ہی نہیں خوب سیرت بھی ہے۔ بے شک کوئی انسان کامل نہیں ہوتا لیکن کچھ لوگوں میں خوبیاں بہ درجہ اتم موجود ہوتی ہیں جو ان کو دوسروں سے ممتاز بنا دیتی ہیں۔

میرا نام بھی ممتاز ہے اور میں خوبیوں میں بھی ممتاز ہوں۔ یہ میں نہیں دوسرے لوگ کہتے ہیں۔ لوگ پیٹھ پیچھے بھی میری تعریف کرتے ہیں لیکن میں پھر بھی بدنصیب ہوں کہ ایک ہاتھ سے معذور ہوں۔ زندگی کا گاڑی تو دو ہاتھوں سے چلتی ہے لیکن مجھے عمر بھر ایک ہاتھ سے ہی کھینچنی ہے۔

میں پیدائشی معذور نہ تھی' میرے چاروں ہاتھ پاؤں سلامت تھے' جب میں پیدا ہوئی تھی لیکن اپنوں کے رحم و کرم نے مجھے ایک اچھے بھلے مکمل انسان سے معذور اور ادھورا انسان بنا دیا کہ ابا جان کہا کرتے تھے کھلاؤ سونے کا نوالہ مگر دیکھو شیر کی نگاہ سے۔

آپ کو شاید اندازہ نہ ہو کہ ایک معذور انسان کے کیا احساسات اور کیا نفسیاتی مسائل ہوتے ہیں' شخصیت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے' لوگوں کی نظریں جب ایک معذور آدمی کو جذبہ ترحم سے دیکھتی ہیں تو کیا بتاؤں دل پر کیا گزر جاتی ہے' شکر کرتی ہوں کہ مجھے اچھا جیون ساتھی ملا ورنہ خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا' میں کیسے معذور بنائی گئی آپ کو بتاتی ہوں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ساتویں جماعت میں پڑھتی تھی اور ہم ایک

Marfat.com

چھوٹے سے شہر میں رہا کرتے تھے' ہمارے ساتھ باجی عذرا بھی رہتی تھیں کیونکہ ان کے امی ابو فوت ہو چکے تھے۔ وہ ایک ایکسیڈنٹ میں فوت ہوئے تھے تب سے ابو باجی عذرا کو اپنے گھر لے آئے تھے۔ وہ میرے چچا کی بیٹی تھی۔

جب چچا چچی فوت ہوئے تو ان دنوں عذرا باجی تیرہ چودہ برس کی تھیں اور آٹھویں جماعت میں پڑھا کرتی تھیں۔ باجی کافی خوبصورت تھیں کیونکہ ہمارا سارا ہی خاندان خوبصورت ہے۔

میں اور عذرا باجی اکٹھے اسکول جایا کرتی تھیں۔ جب باجی نویں میں اور میں چھٹی میں آئی تو ایک واقعہ ہوا جس نے باجی کی زندگی میں دکھ بھر دیئے۔ وہ تو پہلے ہی سکھی نہ تھیں' اسکول سے آ کر گھر کا تمام کام کرتی تھیں جبکہ امی کم ہی کام کو ہاتھ لگاتی تھیں میں تو بچی تھی' میرا دھیان کھیل میں لگا رہتا تھا۔

میں ان دنوں ناسمجھ تھی' شام کو روزانہ سکھیوں کے ساتھ گلی میں کھیلنے نکل جاتی' امی ابو منع کرتے کہ اب تم بڑی ہو گئی ہو باہر مت جایا کرو مگر میں نہ مانتی۔ ہماری گلی ایک طرف سے بند تھی اس لیے ہم گلی کی لڑکیاں شام کو پالا کھیلتیں۔ سڑک پر لکیریں بنا کر ہم پالا کھیلتے جو گروپ جیت جاتا وہ پالا مار لیتا۔

کبھی کبھی گلی کے لڑکے بھی ہمارا کھیل دیکھنے کو رک جاتے تھے۔ ایسے ہی ایک دن علی نے مجھے خط دیا اور کہا کہ یہ اپنی باجی عذرا کو دے دینا۔ اس نے ہوم ورک منگوایا تھا۔ یاد رہے کہ علی کی ایک کزن بھی ہمارے ساتھ پڑھتی تھی جو باجی کی کلاس فیلو تھی۔ سو میں یہی سمجھی کہ واقعی باجی نے کچھ شائستہ سے منگوایا ہوگا۔

علی اور شائستہ ہمارے محلے میں رہتے تھے' دراصل وہ اپنے چچا کے گھر پڑھنے کیلئے آیا ہوا تھا' وہ خط میں نے باجی عذرا کو دیا۔ باجی نے خط پڑھا اور ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس وقت وہ کچن میں چائے بنا رہی تھیں' خط پڑھ کر انہوں نے چولہے میں ڈال دیا اور میرے سامنے کاغذ کا وہ پرزہ جل کر راکھ ہو گیا۔ خدا جانے علی نے اس میں کیا لکھا تھا۔ باجی نے کہا دیکھو نھی اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا ورنہ تایا تائی مجھ سے برا سلوک کریں گے۔

Marfat.com

اور اسکول سے بھی نکال لیں گے۔ میں باجی سے بہت پیار کرتی تھی کیونکہ وہ بھی میرا بہت خیال رکھتی تھیں' مجھے رات کو کہانیاں سناتی تھیں' وہ میری تنہائی کی ساتھی تھیں لہٰذا مجھے ہر حال میں ان کی خیریت مطلوب تھی' سو میں نے اس بات کا ذکر واقعی کسی سے نہ کیا۔

علی کبھی کبھی ہمارا پیچھا کرتا جب میں اور باجی عذرا ساتھ اسکول جا رہی ہوتیں لیکن باجی مڑ کر نہ دیکھتیں اور نہ وہ اس سے رستے میں بات کرتیں' البتہ مجھے تاکید کرتیں کہ کسی بات کا ذکر گھر میں کسی سے نہ کرنا ورنہ وہ مجھے اسکول سے نکال لیں گے۔

باجی عذرا کو پڑھنے کا بہت شوق تھا وہ کسی صورت پڑھائی کو نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں' ادھر ان کو یہ خوف تھا کہ ان کی پڑھائی میں رکاوٹ نہ آ جائے' ادھر علی تھا کہ باز نہیں آتا تھا جب بھی مجھے گلی میں اکیلے دیکھتا کاغذ کا پرزہ جو اس کی مٹھی میں دبا ہوتا مجھ کو تھما دیتا۔

عذرا باجی نے کبھی اس کے خط کا جواب نہ دیا مگر علی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ وہ ایسے ہی مجھے خط دیتا رہا اور یہ سلسلہ چھ ماہ چلا کہ آخر ایک دن ابو نے اسے خط دیتے دیکھ لیا۔

وہ تو بھاگ نکلا لیکن ابو نے مجھے پکڑ لیا اور میری مٹھی کھول کر خط لے لیا' خط پڑھتے ہی ابو کا چہرہ لال ہو گیا اور آنکھوں میں خون اتر آیا' گھر آ کر وہ باجی عذرا کے کمرے میں گئے اور ان کو برا بھلا کہنے لگے۔ باجی رونے لگیں وہ کہہ رہی تھیں' تایا جی میرا کوئی قصور نہیں میں نے کبھی اس لڑکے سے بات تک نہیں کی اور نہ کبھی اس کے خط کا جواب دیا ہے...... تو پھر ہمیں کیوں نہ بتایا؟ ابو گرج رہے تھے۔ روتے ہوئے عذرا کہہ رہی تھی اس لیے تایا جی کہ آپ مجھے کہیں پڑھنے سے نہ روک لیں' تایا جی خدا کیلئے مجھے تعلیم سے نہ روکیے گا' وہ اپنے ناکردہ قصور کی معافیاں مانگتی رہ گئیں لیکن پھر ابو نے ان پر ترس نہ کھایا اور اگلے دن سے انہیں اسکول سے اٹھا لیا اور مجھے بھی سختی سے تاکید کی کہ اب گھر سے باہر قدم مت نکالنا۔ اگر گھر سے باہر قدم نکالا ٹانگیں توڑ دوں گا۔ انہوں نے مجھے ایک زوردار تھپڑ بھی رسید کیا اور باجی کی تو انہوں نے اچھی خاصی پٹائی کی۔

میں اپنے تھپڑ کا دکھ بھول چکی تھی کیونکہ عذرا باجی کی پٹائی نے میرا کلیجہ دہلا دیا تھا۔ مجھے پتہ تھا باجی کا صرف اتنا قصور تھا کہ وہ خط لے کر پڑھتیں اور چولہے میں جلا دیتیں' اس

Marfat.com

کے سوا ان کا کوئی قصور نہ تھا۔

میٹرک کے امتحان میں صرف پندرہ دن رہتے تھے۔ جب یہ واقعہ ہوا باجی ہاتھ جوڑتی رہ گئیں کہ مجھے میٹرک کے پیپرز تو دے لینے دیجئے مگر ابو نے ایک نہ مانی وہ گھر بیٹھ گئیں' میٹرک کا امتحان نہ دے سکیں۔

باجی کا انجام سامنے تھا اور مجھے سبق سکھانے کو کافی تھا۔ ابو نے انہیں دنوں مکان فروخت کرنے کیلئے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ انہوں نے فیصلہ کیا جب تک دوسرا مکان ملے دادی کے گھر رہتے ہیں' وہ فوری طور پر یہ محلّہ چھوڑ دینا چاہتے تھے۔ مکان چھوڑ کر جانے سے میری سہیلیاں بھی مجھ سے سوال کیا کہ تم لوگ یہاں سے جا رہے ہو کیا؟ کیوں جا رہے ہو۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ منہ پھیر کر چلی آئی۔ میں نے اسے نہ بتایا کہ ہم محلّہ چھوڑ رہے ہیں' یوں ہم دادی کے گھر آ گئے۔

ایک دن میں اپنی سہیلی گھر گئی کیونکہ ابو گاؤں گئے ہوئے تھے وہاں مجھے علی ملا' میں اسے بتایا کہ ہم دادی کے گھر رہتے ہیں اور باجی عذرا بہت دکھی ہیں آپ کی وجہ سے' سب نے ان کی ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔

میں نے اسے دادی کے گھر کا پتہ بتا دیا' تب اس نے بجائے تاسف کا اظہار کرنے کے' کہا کہ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ تمہاری کزن بزدل ہے اور میری منگنی اپنی کزن کے ساتھ ہو چکی ہے۔ ویسے بھی تم لوگ دھوکے باز ہو بغیر بتائے چلی گئیں اور میں نے اپنی منگنی خود اپنی مرضی سے کی ہے' یہ تم اپنی باجی عذرا کو بتا دینا۔ وہ تو میرے خط کا جواب تک نہ دیتی تھی۔ خدا جانے کیا سمجھتی تھی وہ خود کو' علی کی باتیں سن کر حیران رہ گئی اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مجھے اس بات کا بہت دکھ ہوا کہ اس لڑکے کی وجہ سے ہمارا گھر کا اور باجی پر قیامت ٹوٹی' وہ تعلیم سے محروم کر دی گئیں اور اس کو اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہے۔

میں علی کی باتوں سے بہت غمزدہ ہو گئی' اس کی وجہ سے میں بھی گھر سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ عذرا باجی کا حال یہ تھا کہ وہ کھاتی تھیں اور نہ پیتی تھیں کیونکہ ان کو ناکردہ گناہ کی سزا

Marfat.com

ملی تھی اور ان کو اپنی تعلیم کے چھوٹ جانے کا بہت دکھ تھا اور خاندان والے بھی ان سے نفرت کرنے لگے تھے۔

باجی شروع سے ہی بہت حساس تھیں، ہر بات کو دل پر لے لیتی تھیں۔ ماں باپ بھی ناگہانی حادثے سے چھن گئے تھے۔ ایسی لڑکی کے غم کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں جو پڑھ لکھ کر کچھ بننا چاہتی ہو، اپنے پیروں پر کھڑی ہونا چاہتی ہو اور اچانک ہی اس کی منزل اس سے چھین لی جائے۔

ابو نے میرا گھر سے نکلنا بند کر دیا' صرف بھائی کے ہمراہ اسکول آتی جاتی تھی اور باقی وقت گھر میں قید ہو گئی تھی میں جو ہوا کی طرح گھومتی پھرتی تھی' اب تنہائی میں بیٹھ کر عذرا باجی کے بارے میں سوچتی تھی کہ ان کا کیا قصور تھا۔ وہ اب پاگلوں جیسی لگتی تھیں' اپنے آپ سے تنہائی میں باتیں کرتی تھیں۔ کوئی ان کا دوست نہ تھا جس کو وہ اپنا دکھ بتاتیں۔ ایک میں ہی تھی جو ان کا دکھ سمجھتی تھی باقی کسی کو ان سے ہمدردی نہ تھی۔

والد صاحب تو اتنے سخت دل تھے کہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے پھر کبھی عذرا سے بات تک نہ کی۔ امی البتہ نرمی سے بات کر لیتی تھیں تو والد صاحب ان سے بھی لڑتے تھے کہ اس لڑکی سے بات نہ کرو جس نے میرے خاندان کی عزت کا خیال نہیں کیا۔ ورنہ میں تم کو بھی گھر سے نکال دوں گا۔

خدا کا شکر کہ ابو نے میرے پڑھنے پر پابندی نہ لگائی۔ میں ایف اے میں تھی۔ ایک دن میں کالج سے آئی تو میں نے ٹی وی لگا لیا۔ ابو کو یہ بالکل پسند نہ تھا کہ ہم ٹی وی پر انڈین فلمیں وغیرہ دیکھیں' وہ صرف خبریں اور سنجیدہ پروگرام دیکھتے تھے۔ بہر حال ابو اسی وقت آ گئے اور مجھ کو ٹی وی کے آگے بیٹھا دیکھ کر گالیاں دینے لگے کہ تم ایسی آوارہ ہو گئی ہو ٹی وی پر ناچ گانے دیکھ رہی ہو۔ مجھ سے برداشت نہ ہوا اور میں نے رونا شروع کر دیا۔ میں سوچنے لگی کوئی باپ ایسا نہ ہو گا جو یہ سلوک کرے جو ابو جی ہمارے ساتھ کرتے تھے۔ اگر ماں نہ ہوتی تو سچ کہتی ہوں کہ ابو کی سختیوں کو جھیل نہ پاتے اور ہم مر ہی جاتے۔

پہلے تو ابو یہ کہتے تھے کہ میری بچیاں اگر نہ پڑھ سکیں تو پھر میری زندگی کا کوئی فائدہ

Marfat.com

نہیں۔ بعد میں وہ ہماری پڑھائی کے بھی خلاف ہو گئے تھے۔ میں ان کی نفسیات سمجھ نہ سکتی تھی کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر بھی اتنی سختی کیوں کرتے ہیں۔

میری ماں مجبور تھی' ابو کی ہر بات مانتی تھیں۔ والدہ کبھی غلط کام نہیں کرتی تھیں' والد صاحب پھر بھی لڑائی کے بہانے ڈھونڈتے رہتے تھے۔

ایک بار عید سے چند دن پہلے میں اپنی خالہ کے پاس گئی۔ وہ ہفتہ کی اجازت لے کر گئی تھیں مگر میں ابو کے ڈر سے تین دن بعد ہی گھر لوٹ آئی کہ کہیں اسی بات کو بہانہ بنا کر امی کی پٹائی نہ کر دیں۔

خالہ مجھے بہت پیار کرتی تھیں ان کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ دو ہفتے گزرے خالہ مجھے لینے آ گئیں۔

ابو امی پر خفا ہونے لگے کہ ان کا بیٹا جوان ہے اور تم ان کے گھر بیٹی کو رہنے کیلئے بھیج دیتی ہو۔ کیا زمانے کا کچھ اعتبار ہے اور مجھے تو اپنی اولاد کا اعتبار نہیں' تم زمانے کو کیا کہو گی۔

باپ کے منہ سے ایسی باتیں سن کر میرا کلیجہ چھلنی ہو گیا اور میں رونے لگی' ان کی ایسی باتیں مجھ سے ہرگز برداشت نہ ہوتی تھیں۔ خالہ واپس منہ لٹکا کر چلی گئیں اور میں نے ابا کی باتیں دل پر لے لیں اور میں صدمے سے بیمار ہو گئی۔

میں سوچتی تھی ابو کیوں مجھے ایسی ویسی لڑکی سمجھتے ہیں حالانکہ میں ایسی ویسی لڑکی نہ تھی۔ مجھے اپنے باپ کی عزت ہر شے سے بڑھ کر عزیز تھی۔ ادھر ابو کی باتوں کی وجہ سے خالہ نے ہمارے گھر آنا جانا بند کر دیا اور اپنے بیٹے کو بھی منع کر دیا کہ ادھر مت جانا۔

ایک بار ہمیں ماموں زاد بھائی کی شادی کا کارڈ ملا۔ قریبی رشتہ تھا اس لیے جانا ضروری تھا۔ بارات کے ساتھ جانے کو سب تیار ہوئے۔ امی ابو جا رہے تھے مگر میرا دل نہ چاہتا تھا کہ جاؤں کیونکہ اندیشہ تھا وہاں بھی ابو مجھ پر سختی کریں گے بلکہ سب کے سامنے پھٹکار دیں گے تو میری کیا عزت رہ جائے گی۔ بہر حال پھر امی کے اصرار پر میں چلی گئی۔

وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ ماریہ میری ماموں زاد بہن ہے' اس کا پرس گر گیا شہزاد

Marfat.com

نے اٹھالیا۔ ماریہ نے کہاوہ پرس لا دو۔ شہزادا کیلا کھڑا تھا اس نے مجھے پرس دیا تو ساتھ میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ حالانکہ میں اس کو پسند کرتی تھی پھر بھی مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے دکھی ہو کر کہا۔ شہزاد زیادہ چالاک مت بنو اور میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ میں پرس لیکر بھاگی دیکھا تو آگے ابو کھڑے تھے اور ہمیں دیکھ رہے تھے' ساتھ ماں بھی تھی' وہ حیران مجھے تک رہی تھی۔

وہاں تو ابو نے غصہ پی لیا لیکن جب بارات واپس آئی تو ابو اور ماں اسی وقت مجھے ساتھ لیکر گھر آ گئے اور گھر آ کر ابو نے مجھے بہت برا بھلا کہا' ساتھ ہی میرا ہاتھ جلتے ہوئے چولہے پر رکھ دیا وہ میرا ہاتھ چھوڑ ہی نہ رہے تھے اور میں چیخ رہی تھی۔ آخرامی نے آ کر ان کے ہاتھ سے میری کلائی کو چھڑایا اس وقت تک میری انگلیاں جل گئی تھیں۔

اس ظلم کی نشانی آج بھی موجود ہے۔ میرا ہاتھ جلا ہوا ہے اور انگلیاں مڑ کر جڑ گئی ہیں' جس کی وجہ سے میں ایک ہاتھ سے معذور ہوں اور کام نہیں کر سکتی' ایک ہاتھ سے کام کرتی ہوں' میرا الٹا ہاتھ جل کر مڑ گیا ہے اور انگلیاں ہتھیلی سے چپک گئی ہیں۔

یہ اس باپ کی کہانی جس نے اپنی عزت کی حفاظت کی لیکن اولاد کو بے پناہ دکھ سے دوچار کر دیا۔ میں سوچتی ہوں کاش وہ یہی کام نرمی سے لیتے بے شک ہمیں برائی سے روکتے مگر غصے سے نہیں بلکہ نرم رویے سے' تو آج میں ان سے نفرت نہ کرتی۔

بی اے کے بعد معذور ہونے کی وجہ سے ملازمت نہ مل سکی۔ ہماری پڑوسن نیک دل عورت ہیں' انہوں نے باوجود میرے معذور ہونے کے میرا رشتہ لیا اور اپنے بیٹے سے میری شادی کی۔ ان کا کہنا تھا کہ معذور ہے تو کیا ہوا یہ عزت دار لوگ ہیں اور ہمیں عزت دار لوگ ہی چاہئیں۔

خدا کا شکر ہے میری ساس' سسر اور شوہر اچھے ہیں۔ انہوں نے کبھی مجھے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا کہ میرا ایک ہاتھ ناکارہ ہے۔ میں اپنے گھر میں خوشی اور سکون سے رہتی ہوں' میرے شوہر کو سب پتہ ہے کہ کیوں ابا نے میرا ہاتھ جلایا تھا مگر وہ کچھ نہیں کہتے۔ میرا ایک بیٹا ہے اور شوہر کی سچی محبت ہی میرے صبر کا پھل ہے۔

میرے والدین بھی اس بات پر خوش ہیں کہ میں اپنے گھر میں سکون سے ہوں۔

Marfat.com

عذرا باجی کی شادی اپنے رشتے داروں میں ہوئی لیکن وہ اتنی سکھی نہیں ہیں کیونکہ ان کے شوہر کی عادتیں ٹھیک نہیں بس گزارہ ہو رہا ہے۔ میں والدین سے التجا کروں گی کہ وہ بچیوں پر کڑی نظر ضرور رکھیں مگر اتنی زیادہ سختی نہ کریں۔

Marfat.com

بچے کو ڈرپوک نہ بنائیں

والدین اگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ بڑا ہو کر جرأت مند اور بہادر بنے حق بات کہنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو اور برائی کے خلاف آواز بلند کرنے کا جذبہ اس میں موجود ہو تو والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کو اس کے بچپن سے ہی ایسی تربیت دیں کہ جس سے اس میں جرأت و دلیری پیدا ہو جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ بچے کے اعصاب کو خوف کے اثرات میں نہ رہنے دیا جائے اور ہر طرح کے خوف کو بچے سے دور کرنے کے لیے بچے پر خصوصی توجہ دی جائے اور اس کی ہمت مضبوط کرتے ہوئے اس سے ایسا برتاؤ کیا جائے کہ جس سے بچے پر خوف کا کوئی اثر نہ ہو وہ بزدلی کے پردے سے جرات و دلیری کے ساتھ باہر نکل آئے اور اسے ہر طرح کے خوف کا جرأت و بہادری سے سامنا کرنے کی عادت پڑ جائے۔

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو بیرونی دنیا اس پر اپنا اثر کرتی ہے۔ اس طرح سے اس کے حواس پر جو اثر ہوتا ہے وہ اس کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے قریب تیز روشنی لائیں تو وہ آنکھیں جھپکنے لگتا ہے۔ اگر کوئی سایہ سامنے سے گذارا جائے تو بچہ آنکھ نہیں جھپکتا دودھ پلانے کے لیے ذرا دم دلاسے کی ضرورت نہیں پڑتی بچے کے قریب شور مچائیں یا ذرا اس کا سہارا چھین لیں تو بچہ رونے لگتا ہے' اپنے اعصاب یوں اکڑا لیتا ہے۔ جیسے کسی خطرے کا تدارک کر رہا ہو۔ یہ برتاؤ اور رویہ جن کا اظہار بچہ ناپسند واقعات کے خلاف کرتا ہے' خوف کہلاتے ہیں۔ اس کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ جب بچے کو کسی بات سے غصہ

Marfat.com

لگے تو وہ اضطراری حرکت کرتا ہے۔ چیختا ہے چلاتا ہے' اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ اس کے دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ یہ جسمانی حرکات دراصل بچہ اس لیے کرتا ہے کہ اُسے اپنی زندگی کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور یہ اُس سے بچنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اگر بھاگنا ممکن ہوتا تو بچہ فوراً اُس چیز سے جسے وہ ضرر رساں سمجھتا ہے' دور ہو جاتا' اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ خوف بھاگنے یا دور ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کو فرار کی جبلت بھی کہا جا سکتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے اس سلسلہ میں تجربات کیے ہیں۔ انہوں نے بچے کو پیدا ہوتے ہی ایسی جگہوں میں رکھا۔ جہاں اُن کی تربیت نہایت احتیاط سے کی جاتی تھی۔ یہ عام بچوں سے کچھ مختلف رہے' انہیں غیر محتاط اور زیادہ محتاط دونوں قسموں کے ہاتھوں سے دور رکھا گیا۔ چنانچہ ایسے بچے خوف سے بالکل لاعلم تھے۔ پرندے' بلیاں' مچھلیاں سانپ اور جلتا ہوا کاغذ اُن کے سامنے لایا گیا' لیکن وہ ان چیزوں سے مطلقاً خوفزدہ نہ ہوئے۔

دو قسم کے واقعات سے بچے کے اندر خوف پیدا ہوتا ہے (اس میں ضروری نہیں کہ بیرونی اثر بھی شامل ہو) یہ ہیں اونچی آوازیں اور سہارے کا دور کر لینا۔ اگر کبھی بچہ اندھیرے یا کسی ڈراؤنے جانور یا آگ کے شعلے سے ڈر جاتا ہے' اور یہ واقعہ دو ایک بار دہرایا جاتا ہے تو پھر جب بھی کبھی وہ ایسے حالات سے دوچار ہوگا تو فوراً اس پر خوف طاری ہو جائے گا' اور اس کے اندر کا جذبہ رونما ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ خوف پہلی بار نہ پیدا ہو' لیکن جب ایک ڈراؤنا واقعہ کئی بار واقع ہو تو پھر خوف کا طاری ہو جانا لازمی ہے۔ کتے سے بچہ ڈر جاتا ہے۔ دراصل اس خوف کی ابتدا کتے کے بھونکنے سے شروع ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کے کاٹنے کے خیال سے۔ ایک ماہر نفسیات کا خیال ہے کہ بچے میں سب سے زیادہ دو ہی خوف ہوتے ہیں۔ آواز کا خوف اور گر جانے کا خوف' اس سے تحفظ ذات کی جبلت بیدار ہوتی ہے' پھر لازمی ہو جاتا ہے کہ بچہ اپنے تئیں بچانے کی کوشش کرے۔

بچے سب سے پہلے اس وقت خوف محسوس کرتے ہیں۔ جب ماں انہیں اکیلے چھوڑ جاتی ہے۔ بچے تاریکی سے نہیں بلکہ تنہائی سے ڈرتے ہیں۔ جب انہیں یہ احساس ہوتا

Marfat.com

ہے کہ وہ بالکل اکیلے چھوڑ دیئے گئے ہیں تو وہ خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بچے جانوروں سے نہیں ڈرتے بلکہ وہ اُن آوازوں سے خوف کھاتے ہیں۔ جن سے اُن کی مائیں انہیں ڈراتی ہیں۔ وہ اُن آوازوں اور جانوروں کی ڈراؤنی شکل کو ایک جان کر ڈرنے لگتے ہیں۔

بچوں میں خوف کی زیادہ تر وجہ واقعات کے ایک دوسرے سے تعلق پر مبنی ہے۔ اگر ایک بار بچے نے بلی کی ڈراؤنی آواز سنی اور بلی کو دیکھا تو اس کے ذہن میں ایک اثر پیدا ہوا۔ جب بچے کو یہی تجربہ بار بار ہوتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ خوف اس کے ذہن پر تسلط جمانے لگتا ہے۔ اس لیے آپ کا فرض ہے کہ جب کوئی ایسا واقعہ بار بار رونما ہو تو آپ اس واقعہ سے بچے کی نشو و نما کا کام لیں۔ اُسے روک نہ بننے دیں۔ بچہ اگر ایک بار آگ سے ہاتھ جلا لیتا ہے تو اُس کے لیے آگ سے ڈرنا بہتر ہے جو خوراک بچے کے لیے مضر ہو اُس سے اُس کا دور ہی رہنا اچھا ہے۔ اُس دوسروں سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے یہ سکھانے کے لیے ڈر سے کارآمد کام لیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک ملازمہ زور سے دروازہ بند کرتی اور بلند آواز میں باتیں کرنے کی عادی ہے اور وہ بچے کو خوراک اس طریق سے کھلاتی ہے۔ جس بچہ پسند نہیں کرتا۔ تو یقیناً بچے کے دل میں خوف پیدا ہوگا اور جب ملازمہ وہ ہستی ہوگی جس سے اُسے خوف آتا ہے تو جونہی خوراک دیئے جانے کا وقت آئے گا بچہ بے چین ہونے لگے گا۔ چنانچہ جب ملازمہ اور خوراک اکٹھے سامنے آئیں تو بچہ انہیں ناپسند کرے گا۔ آپ روز دیکھتے ہیں کہ بچہ ماں سے خوراک کس آسانی سے کھا لیتا ہے لیکن ملازمہ سے نہیں' اسی طرح بعض حالات میں ملازمہ سے کھا لیتا ہے لیکن ماں سے نہیں۔ آپ نے اکثر بچے دیکھے ہوں گے جو کسی ایک کی گود میں جاتے ہی اُس سے چمٹ جائیں گے' لیکن جونہی کسی دوسرے نے انہیں گود میں لینا چاہا وہ خوف زدہ ہو گئے اُن کا چہرہ مرجھا گیا۔

ماں باپ کے جھگڑنے سے بچے کی تربیت متاثر ہوتی ہے:

آپ نے دیکھا ہے کہ خوف کی بنیادیں بچے کے ذہن میں کس طرح رکھی جاتی ہیں۔ بہت سے خوف پیچیدہ ہوتے ہیں۔ بچے بعض چیزوں سے محض اس لیے خوف کھاتے

Marfat.com

ہیں کہ ان کا تعلق کسی واقعہ سے ہوتا ہے جس سے وہ ڈرے تھے اس میں آواز کا ذکر ضروری ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی بچہ ڈرتا ہو تو آپ کوشش کریں اور اُس اصل سبب کو تلاش کریں جس کی وجہ سے بچہ ڈرنے لگا۔ لیکن ایک بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ جب ایک بار بچے کے اندر خوف پیدا ہو گیا تو پھر وہ خود خوف کی تلاش کرنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ واقعہ بار بار ہو تو خوف کا بچے کے ذہن پر مسلط ہو جانا لازمی ہے۔ ایک بچے کے والدین رات کو روز جھگڑتے اور شور مچاتے تھے۔ بچہ بیمار ہو گیا۔ علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ جونہی اس کے ماں باپ کی تکرار بند ہوئی۔ وہ بھی اچھا ہوتا گیا۔ جب بچہ کنبہ کی زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس کے اندر بہت سے ایسے پیچیدہ خوف پیدا ہونے لگتے ہیں جن کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہماری اس دنیا میں جو ہماری گھریلو دنیا سے بہت ہی بڑی اور وسیع ہے' بچہ خوف اُن لوگوں سے کھاتا ہے جن سے اس کا واسطہ پڑتا ہے اور اُن کے بارے میں وہ کچھ احساسات کی نشو و نما کرتا ہے۔

بچہ جب والدین سے محبت کرتا ہے تو اس میں جذبات کارفرما ہوتے ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے وہ ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے۔ جو لوگ اس محبت کی راہ میں حائل ہوتے اور اُس کی شکست کا باعث بنتے ہیں بچہ اُن کے خلاف اظہار نفرت اور بغاوت کرتا ہے۔ اس شکست اور محرومی کے احساس کا لازمی نتیجہ غصہ اور ناراضی ہے۔ غصے اور ناراضی سے ناپسندی اور نفرت جنم لیتی ہے۔ بچے کی تعلیم کے ابتدائی زمانے میں ناپسندی کو بڑھنے نہیں دیا جاتا اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس لیے بچہ اُن لوگوں کے متعلق جنہیں اچھا یا بُرا بھلا سمجھتا ہے سادے سے قوانین بنا لیتا ہے۔ جن کے تابع اُس کے احساسات اور جذبات کام کرنے لگتے ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ بعض کام ایسے ہیں جن کے کرنے سے والدین خوش ہوتے ہیں اور کچھ کام اُن کی ناراضی کا موجب بنتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ناراضی' غصہ اور نفرت کے احساسات اگرچہ شدید ہوتے ہیں۔ لیکن بچہ محبت اور گھر کے سکون کے پیش نظر والدین کے احکام کی پابندی کرتا ہے۔ ان احساسات کو چھپا لیتا ہے۔ حالانکہ ان کی شدت اظہار چاہتی ہے۔

Marfat.com

سزا کا خوف:

بچے کی زندگی میں سزا کا خیال بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بچہ اس سے ڈرتا ہے۔ اُسے سزتو اسے دُکھ درد کا احساس ہوتا ہے۔ سزا دینے والے کا خوف اُسے ڈراتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ ان باتوں سے دور رہنے کی سعی کرتا ہے جن کے لیے اس کے اندر خواہش تو ہے لیکن وہ خواہش پر عمل کرنا غلط سمجھتا ہے چنانچہ اس طرح بچہ خود اپنے جذبات سے ڈرنا سیکھ جاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ خود اپنے آپ سے خوف کھاتا ہے۔ آپ نے اکثر بڑی عمر کے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ "میں تو آپ اپنے سے ڈرتا ہوں"۔ جن لوگوں کو کچھ اکثر بڑی عمر کے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ "میں تو آپ اپنے سے ڈرتا ہوں" جن لوگوں کو کچھ اعصابی تکلیف ہو۔ وہ تو بہت زیادہ ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں اُن کے ہیجانات ان پر قابو نہ پالیں۔ اُن کے منہ سے کوئی ایسی بے موقع بات نہ نکل جائے۔ جس سے بعد میں خفت ہو ـــــ ہم یہ بھی کہہ لیا کرتے ہیں "میری زبان کٹ جائے اگر میں یوں کہوں" ـــــ یہ بھی بات نہ کرنے کا ہی خوف ہے۔

بچے کا اپنے ہی احساسات اور ہیجانات سے ڈرنا ایک نہایت اہم موضوع ہے۔ جس پر کچھ مزید روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس معاملے میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ بچے کا اپنے ہی جذبات' خیالات' اور ہیجانات سے خوف کھانا اس کے رویے سے پیدا ہوتا ہے۔ جو وہ اُن لوگوں کے متعلق اختیار کرتا ہے۔ جن کے ذمہ اس کے رویے کی نگہداشت ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ محبت کے ساتھ بچہ ہر بات کو مان جاتا ہے۔ جس بات سے اُسے منع کیا جائے وہ نہیں کرتا اور جو دوسروں کو پسند ہو کرنے لگتا ہے۔ یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جب لڑکا اپنے باپ کو پسند کرتا ہے تو وہ اُسے اپنا آئیڈیل بنا لیتا ہے۔ باپ کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی باپ کی طرح بننا چاہتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہی ہو گیا ہے کہ بچے کے ننھے دماغ میں جذبات کا ایک ہجوم آتا ہے جو اظہار پا کر آسودہ ہونا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ حسد' غصہ اور نفرت ایسے جذبات ننھے کے ذہن کو پہلی قسم کے جذبات سے روکتے ہیں۔ چنانچہ یہ اچھے جذبات اور رویے جو بچے کے ذہن میں موجود ہیں پہرہ دار کا

Marfat.com

کام سرانجام دینے لگتے ہیں۔ تاکہ ذہن میں کوئی غیر موزوں جذبات نہ گھس آئیں اور ذہن کی پُرسکون دنیا میں ہلچل نہ مچا دیں۔ چنانچہ اس پہرہ دار کے سامنے یہ غیر موزوں جذبات ـــــ حسد' نفرت اور غصہ جھک جاتے ہیں۔ یہ گویا بچے کے ضمیر کی ابتدا ہے۔

جب بچے اچھے ہوں۔ ان کے اعمال' والدین کو پسند آئیں تو گویا پہرہ دار مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے بچے خوش رہتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ناراضی کے احساسات ذہن میں اتنے گہرے اور شدید ہوتے ہیں کہ اُن سے بچہ پریشان ہونے لگتا ہے اور وہ ان سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ بچہ کس طرح ان احساسات کے پیش نظر عمل پیرا ہو؟ اُسے سکون کیسے میسر آ سکتا ہے؟ کوشش کرنی چاہیے کہ بچے پر کبھی یہ نوبت نہ آئے کہ وہ پکار اُٹھے "میں تم سے حسد کرتا ہوں" یا "میں ناراض ہوں" یا "مجھے نفرت ہے"۔ ہم بڑی عمر والے اپنے احساسات سے شرمندہ ہو کر کچھ محسوس کرتے ہیں' اُسی طرح بچوں کی بھی حالت ہے۔

ایک واقعہ سنیئے۔ حامد ایک دس سالہ لڑکا تھا جسے اکیلے میں بہت خوف محسوس ہوتا' وہ بہت ذہین تھا۔ لیکن اس کی عادات وہمی سی تھیں۔ ذراسی گرد غبار سے وہ گھبرا جاتا۔ کمرے میں اگر کسی چیز پر گرد کا شائبہ بھی نظر آ جائے تو اُسے ہاتھ نہ لگاتا۔ کہیں اس کے ہاتھ میلے نہ ہو جائیں۔ وہ کوشش کرتا کہ اچھے کام ہی کرے۔ چنانچہ وہ ہر صبح اُٹھتا اور باورچی خانے میں جا کر خود چائے تیار کر کے ماں باپ کے سامنے لا کر رکھ دیا کرتا۔ ایک صبح سات بجے وہ حسب معمول باورچی خانے میں داخل ہونے لگا' اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ اس کے کندھوں پر والد کی چمڑے کی پیٹی جو دروازہ کے اوپر ہی کیل سے ٹنگ رہی تھی گر پڑی۔ وہ خوف سے سرد ہو گیا اور کمرے سے بھاگ آیا۔ اس دن کے بعد وہ کبھی کمرے میں اکیلا نہیں جاتا' اُسے پیچھے سے وہ ہاتھ آتے دکھائی دیتے۔ کمرے میں عجیب وغریب سائے پھیلے نظر آتے۔ جن سے وہ ڈر جاتا ـــــ اُسے یوں محسوس ہوتا کہ جہاں بھی وہ جاتا ـــــ لوگ اُسے تکنے لگتے۔

حالات کے مطالعہ اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کا باپ گھر میں ایک حکمران کی حیثیت رکھتا تھا گھر میں انتظام کا خود خیال رکھتا۔ ہر بات میں اُسی کا دخل ہوتا۔ لیکن اس کے

Marfat.com

باوجود باپ کو بچے بہت پیارے تھے۔ خصوصاً حامد سے وہ بہت پیار کرتا۔ اس کا باپ بیکری کا کام کیا کرتا تھا۔ لڑکا بھی یہی کام کرنا چاہتا' لیکن اُسے ڈر تھا کہ باپ روکے گا۔ اس بات کا اس کے ضمیر پر ایک بوجھ رہتا۔ بچے نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا کہ وہ ہمیشہ اچھے کام کرے گا۔ صاف ستھرا رہے گا اور والدین کی فرماں برداری کرے گا۔ وہ اپنے باپ کی طرح بننا چاہتا اور باپ کی ہر بات کی تعمیل اس نے اپنا فرض جانا۔ اُسے ڈر لگا رہتا کہ کہیں وہ اس معیار سے گر نہ جائے۔ ڈاکٹر نے معلوم کیا کہ درحقیقت بچہ جو کچھ بننا چاہتا تھا' وہ اور کچھ تھا۔ وہ ان پابندیوں سے بھاگتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ ایسے کام کیے جاتا جو اس کو پسند نہ تھے۔ چنانچہ جب وہ چمڑے کی پیٹی اُس کے کندھوں پر گری تو اس نے تازیانے کا کام کیا۔ باپ کی حکمرانی کا خوف اُبھر آیا۔ وہ بات جو بچے کے لاشعور میں دفن تھی باہر آ گئی۔ اس نے اظہار کے لیے خوف کا روپ بھر لیا۔ اب دروازے کے پیچھے سے دو ہاتھ برآمد ہوتے' سائے پھیلتے اور اس کا تعاقب کرتے' لوگ اُسے تکتے معلوم ہوتے ــــــ اُسے ڈر تھا کہ کہیں اُس کے ذہن کی باتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔

بچوں میں خوف کی وجوہات:

جب ہم اُن سارے خوفوں کا جو بچوں میں پیدا ہوتے ہیں' بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوف دو قسم کے ہوتے ہیں اور بچے کی نشوونما کے ساتھ بڑھتے ہیں۔ ایک قسم تو بالکل سادہ اور بالواسطہ ہوتی ہے اور تحفظ نفس کی جبلت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں بچوں کے روزمرہ کے خوف بھی آ جاتے ہیں۔ بچہ تاریکی سے اس لیے بھی ڈرتا ہے کہ اُسے اپنے تئیں ضرر پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ وہ جانوروں سے خوف کھاتا ہے کہ کہیں وہ اُسے کچل نہ ڈالیں۔ چور اور ڈاکو سے اُسے خطرہ ہوتا ہے کہ مبادا وہ اُسے لے کر بھاگ جائیں۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی خوف ہیں۔ جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔ والدین کی ناراضی' کسی اخلاقی کمزوری کے ظاہر ہو جانے کا خطرہ وغیرہ ایسے ہی خوف ہیں۔ اب ذرا پھر تاریکی کو لیجیے۔ یہ درست ہے کہ بچہ تاریکی میں اپنے تئیں اکیلا محسوس کرتا ہے اکیلے میں خطرے کا احساس ہوتا ہے۔ کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہوتا۔ اندھیرے میں کچھ دکھائی

Marfat.com

نہیں دیتا۔ کون جانے کب کوئی حادثہ ہو۔ جس سے زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ اسے ''ان جانی'' ہستی کا خوف بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ وحشی لوگوں میں یہ خوف بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ اسے دور کرنے اور محفوظ رہنے کے لیے یہ لوگ عجیب رسومات ادا کرتے اور جادو ٹونے کرتے ہیں۔ بچے اندھیرے میں سیٹی بجاتے ہیں۔ اُونچی آواز سے گنتی کرتے ہیں' زور زور سے فرش پر پاؤں مارتے ہیں اور یوں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تاریکی سے محفوظ رہ کر نکل جائیں گے۔ بچے بھی بالکل وحشی انسانوں کی طرح عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہ بھی اُس خطرے کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اندھیرے میں کہیں منڈلا رہا ہوتا ہے۔ تاریکی سے ایک خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے بچے کے لیے اس کی حیثیت ایک انسان کی سی ہو جاتی ہے۔ بچہ ڈرتا ہے کہ یہ شخص یا جگہ مجھے سزا دے گی۔ اندھیرے سے شاید کوئی چور' ڈاکو نکل کر مجھے زخمی کر دے گا۔ چنانچہ اندھیرا مختلف ڈراؤنی شکلیں بدل کر بچے کے ضمیر کو دکھ دینے لگتا ہے۔

بچوں کو بہادر بنائیں:

بچوں کو اس خوف سے محفوظ رکھنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ شروع سے ہی بچوں کو اکیلا سلائیں۔ تاکہ وہ تاریکی کو نیند کا ایک لازمی جزو جان لیں۔ اندھیرا اس کے سوا اور کچھ نہ ہو کہ وہ گہری اور میٹھی نیند سو سکیں۔ اگر آپ بچے میں اکیلا سونے کی عادت ڈال دیں تو پھر بڑے ہو کر بچے کو بہادر بننے کی تلقین کی ضرورت نہ ہوگی۔ جب اس میں کوئی خوف ہی نہ ہوگا تو خود بخود بہادر بنے گا۔ بہادر ہونا ایک اخلاقی رویہ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ بچے کو اپنے آپ پر قابو ہے جسے اُسے کسی ایسے شخص سے سیکھا جو اُسے محبوب اور پسند تھا' یا وہ کسی بے خوف و خطر انسان کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرتا ہے۔ اس کی روشن مثال باپ ہوتا ہے ___ مطمئن والدین کے بچے شروع میں بے خوف ہوں گے۔ کیونکہ اُن کے مزاج میں تلون نہیں ہوتا۔ جذبات ٹھہرے ہوتے ہیں۔ والدین چونکہ بچوں کے لیے نمونہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اُن کی ہر بات کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری بات اور بھی ہے' ایسے والدین بچوں کو نیک بننے کے لیے سزا نہیں دیتے۔ بچے کے اندر اچھا بننے کا احساس اس کی

Marfat.com

ضمیر پر سوار ہو کر اس کی طاقت سے زیادہ مطالبہ کرے گا اور چونکہ بچے کا تخیل بالغ سے قوی ہوتا ہے اور اس کے ننھے دماغ پر ہر چیز نقش ہو جاتا ہے۔ اس لیے خوف بھی جلد اثر انداز ہے یہی وجہ ہے کہ بچہ جھٹ پریوں کی دنیا والے سارے ڈراؤنے جانور سامنے لے آتا ہے۔ چنانچہ اُن تمام اشخاص کو جو اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں پریوں والے دیس کے بسنے والوں کو ایسے نام دیتا ہے۔ وہاں کے اژدہے اور درندے انسانی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض بچے اپنی ہی زبان میں بعض درندوں کا نام باپ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو پھر شاعری میں تشبیہ اور استعارے کے ذریعے وہی باتیں کہی جاتی ہیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بچوں کو پریوں کی کہانیاں سنائی جائیں؟ تحقیقات کرنے پر معلوم ہو کہ بعض ماؤں کا خیال ہے کہ انہوں نے بچوں کو کبھی ایسی کہانی نہیں سنائی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بچے خوف نہیں کھاتے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ایسی کہانیاں بچوں کے تخیئل کی غذا ضرور ہیں۔ لیکن ان سے بچے کا تخیل بنتا نہیں۔ بچہ فطرتاً پریوں کی کہانیاں تخلیق کرتا ہے۔ بھلا پودے کو کون روک سکتا ہے کہ وہ پھول نہ لائے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ بچے کی پرورش اس طریق سے کریں کہ اُسے اپنے پر قابو ہو اور اس کی ضمیر پر کسی قسم کا بوجھ نہ ہو۔ جو بعد میں خوف بن سکے۔

بچے کے فطری رجحان کو نہ دبائیں:

آپ پر واضح ہو گیا کی بچوں میں خوف کا موجب غلط پرورش کے تجربات ہوتے ہیں۔ بچہ اپنی حفاظت کی خاطر خوف کھاتا ہے دکھ درد یا زخم لگنے سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے بھی خوف ہیں جو بچے کی فطرت میں داخل نہیں ہوتے بلکہ اُن لوگوں کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے ذمے اس کی دیکھ بھال ہے۔ اگر آپ بچے کے فطری رجحانات کو دبا کر اُسے وہ بنانا چاہتے ہیں جس آپ پسند کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آپ کے احکام کی وہ خلاف ورزی کرے ناراضی کے اظہار کا یہی طریق ہے کہ بچہ باغی ہو جائے' اس کا مزاج بگڑ جائے۔ اور بالآخر خوف اس پر قبضہ جما لے۔ جب بچہ اپنے آپ سے ڈرنے لگتا ہے۔ اس وقت خوف پیدا ہوتا ہے۔ انسان کے اندر نیکی بھی ہے اور بدی بھی۔۔۔

Marfat.com

ان کا اعتدال بچے کے ذہن کو متوازن رکھے گا۔ اس لیے آپ بچے سے اتنی نیکی کی توقع نہ رکھیں۔ جس سے وہ بدی کی طرف مائل ہونے لگے۔

بچوں میں احساس کمتری کی وجہ:

اسی سلسلے میں ایک اُلجھن کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے یہ ہے کمتری کی اُلجھن جسے عام طور پر احساس کمتری بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اُلجھن خوف سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے متعلق کسی کی رائے سے خوف کھاتے ہیں یا کسی کا لباس یا ظاہری شان و شوکت ہمیں مرعوب کرتی ہے تو ہم اپنے آپ کو کمتر محسوس کرنے لگتے ہیں۔ تحقیقات نے بتایا ہے کہ یہ اُلجھن بچپن ہی سے شروع ہو جاتی ہے چنانچہ بچوں کا نفسیاتی مطالعہ بتاتا ہے کہ تین قسم کے بچوں میں یہ اُلجھن اور احساس پایا جاتا ہے ——— لاڈلہ بچہ ——— بچہ اور ایسا بچہ جس میں کوئی جسمانی نقص ہو۔

ا۔ لاڈلا بچہ:

لاڈلا اور زیادہ پیار سے خراب کیا ہوا بچہ عام سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اکثر والدین یہ محسوس تک نہیں کرتے کہ ان کا بے جا پیار بچے کی زندگی تباہ کر رہا ہے۔ وہ جوان ہو کر معاشرے میں اپنے تئیں حالات کے موافق نہیں بنا سکتا۔ بلکہ اپنے بچے میں برتری کا غلط احساس پیدا ہو کر اس میں امارت پرستی کی بنیاد رکھتا ہے۔ لیکن وہ زندگی کی حقیقتوں سے دور اور بے خبر رہا ہے۔ اس لیے وہ زندگی کی کش مکش کو سمجھ نہیں سکتا۔ زندگی اس کے لیے عیش و عشرت کا نام ہوتی ہے۔ جب بھی اس کی اس دنیا کا طلسم ٹوٹ جائے تو شاید وہ اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے۔ اس کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے جو ایسے بچوں میں بہت کم ہوتا ہے۔

اب بچہ حرارت خانے (HOT HOUSE) کے اس پودے کی مانند ہے۔ جو باہر کی سرد ہوا برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بچہ جب زندگی میں قدم رکھتا ہے تو متوقع ہوتا ہے کہ لوگ اس سے وہی سلوک کریں جو گھر پر ماں باپ اس سے روا رکھتے تھے۔ ایسے بچے کسی

Marfat.com

کے ماتحت یا مل کر کام کرنا جانتے ہی نہیں وہ تو ہر بات میں اپنے تئیں بڑا خیال کرتے ہیں نتیجہ سوائے ناکامی اور نقصان کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اکثر لاڈلے بچے جوان ہو کر جب اپنے اور ماحول اور سماجی زندگی میں ہم آہنگی نہیں پاتے تو مایوس ہو کر زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسی زندگی سے راہ فرار تلاش کرتے ہیں۔ اُن کے لیے دنیا دُکھ اور مصیبت بن جاتی ہے۔

ایسے ہی لوگ نشہ آور چیزوں کے عادی ہوتے ہیں' طفیلی بن جاتے ہیں اور اکثر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں۔ قید خانوں اور جرائم کے اڈوں کو دیکھئے وہاں زیادہ تر ایسے ہی زندگی سے بھاگے ہوئے اور لاڈلے "بچے" نظر آئیں گے۔

۲۔ یتیم بچہ:

اگر یتیم بچے کی تربیت ٹھیک طرح سے نہ کی جائے اور اپنی اولاد کی طرح ان کی توجہ سے تربیت نہ کی جائے تو اس سے یتیم بچہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کی شخصیت بری طرح متاثر ہو جاتی ہے۔ اولاد کی تربیت کے ضمن میں ضروری ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت کو یتیم کے حقوق سے آگاہی ہونی چاہیے تاکہ اگر کبھی ایسی صورت حال پیش آجائے تو اسلامی احکامات ان کے پیش نظر رہیں۔

وہ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو یتیم کہلاتا ہے۔ چونکہ اولاد کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے اور اولاد کے لیے باپ ایک انمول سایہ کی طرح ہوتا ہے۔ باپ کے سایۂ شفقت سے محروم ہو جانے والے یتیم بچے اس لحاظ سے تنہا رہ جاتے ہیں کہ ان کو وہ محبت' شفقت' توجہ اور انس نہیں ملتا جو صرف اور صرف ایک باپ ہی اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ ایک لڑکی کے لیے یتیمی کا عرصہ اس کی شادی ہونے تک ہے جبکہ لڑکے کے لیے عرصہ یتیمی والد کے انتقال سے بالغ ہونے تک ہے۔ جن بچوں کے سر سے باپ یا والدین کا سایہ شفقت اُٹھ جائے اُن کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھنا بہت بڑے اجر کے حصول کا باعث ہے جبکہ یتیموں کا مال کھانا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

Marfat.com

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

''اور یتیموں کا مال اُن کے حوالے کر دو اور اُن کے پاکیزہ مال کو اپنے بُرے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔'' (النساء:۲)

قرآن حکیم کی اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

''بے شک جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔''

(النساء:۱۰)

Marfat.com

یتیم کو مت جھڑکو

یتیم کو حقارت سے جھڑکنا نہیں چاہیے اور نہ ہی اس پر غلط دباؤ ڈالنا چاہیے جو کہ اس کے مفاد کے خلاف ہو اس حوالے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝

''پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو'' (الضحیٰ: ۹)

یتیم کے ساتھ بھلائی کرو

اللہ تعالیٰ نے جسے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہو مال و دولت عطا کی ہوئی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یتیموں کے حقوق کا بھی خیال رکھے اور ان کے ساتھ ہی بھلائی کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

''اے محبوب لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں فرما دیجیے کہ جو چاہو خرچ کرو لیکن ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور جو بھلائی تم

Marfat.com

کرو گے اللہ اُس کو جانتا ہے۔" (البقرہ:۲۱۵)

یتیم کے ساتھ حسن سلوک

احادیث مبارکہ میں بھی یتیم کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کے فضائل کا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ تَمُرُّ عَلَیْھَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ وَّمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَۃٍ اَوْیَتِیْمٍ عِنْدَہٗ کُنْتُ اَنَا وَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ۔

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اُس کا ہاتھ پھرے نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو اس کے پاس ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملائیں۔" (ترمذی)

یتیم کو بلاوجہ نہ ڈانٹو

اگر کسی کی سرپرستی میں کوئی یتیم پرورش پا رہا ہو تو اس کی اچھی تربیت کرنی چاہیے اس کے حقوق کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت

Marfat.com

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں اس یتیم کو جو میری سرپرستی میں ہے کن وجوہ کے باعث مار سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن وجوہ سے تم اپنی حقیقی اولاد کو مار سکتے ہو خبردار اپنے مال کو بچانے کی خاطر اس کا مال برباد نہ کرنا۔ اور اُس کے مال سے اپنی جائیداد نہ بنانا۔ (طبرانی)

یعنی جس طرح اپنی اولاد کی اصلاح کی خاطر اُس پر سختی کی جاتی ہے اسی قدر یتیم کی تعلیم و تربیت کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے لیے بھی سختی سے کام لیا جا سکتا ہے اور یہ یتیم کی بھلائی کے لیے ہو نہ کہ اپنے کسی مفاد کے لیے۔

بہترین اور بُرا گھر

یتیم کے ساتھ اچھے اور بُرے سلوک کے حوالے سے ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِی الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِی الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ اِلَيْهِ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہو اور مسلمانوں کا بُرا گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔" (ابن ماجہ)

Marfat.com

یتیم کی کفالت کا اجر

یتیم کی اچھے طرح سے کفالت کرنے کا اجر بہت زیادہ ہے۔ یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے اس کی تعلیم وتربیت و پرورش کرے تو اس کا اجر اس سرپرست کو جنت کی صورت میں ملے گا اور اس جنت میں حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربت کا شرف حاصل ہوگا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' میں اور یتیم کا سرپرست نیز دوسرے محتاجوں کا سرپرست' ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے یہ فرما کر اپنی درمیانی انگشت مبارک اور شہادت کی انگشت مبارک سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

(بخاری شریف)

حکایت

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو کھجوریں چنتے ہوئے دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ کس لیے اکٹھی فرما رہے ہیں؟ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک لڑکے کو آج کے دن روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ میں یتیم ہوں آج عید کا دن ہے سب لڑکوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس لیے کھجوریں چن رہا ہوں کہ ان کو فروخت کر کے اس کو اخروٹ لے دوں تاکہ وہ ان کے ساتھ کھیلے اور روئے نہیں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

سے عرض کیا کہ اس خدمت کو میں سرانجام دے لوں گا۔ آپ اس بارے میں ہرگز فکرمند نہ ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اس یتیم بچہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اس کو نئے کپڑے خرید کر پہنا دیے۔ پھر میں نے اس کو تھوڑے سے اخروٹ بھی لے کر دیے تاکہ وہ ان سے کھیلتا رہے۔ اس حسن سلوک سے لڑکے کا دل بہت خوش ہو گیا اور مجھے اس کام کا فائدہ یہ ہوا کہ میرے دل میں ایسا نور پیدا ہو گیا جس نے میرے دل کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور مجھے معرفت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

یتیم کے حقوق کا احترام کرو

حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یتیموں کے حقوق کو محترم قرار دیا ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔ حضرت خویلد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا' اے میرے اللہ! میں دو کمزور قسم کے لوگوں کے حق کو محترم قرار دیتا ہوں یعنی یتیم اور بیوی کے حق کو۔ (نسائی شریف)

دل کی سختی دور کرنے کا طریقہ

یتیم کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے اور اس کے حقوق کا خیال کرتے ہوئے اس کے ساتھ شفقت و محبت کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ سنگدل آدمی رحم دل ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث مبارکہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اَمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی

Marfat.com

کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی قساوت قلب کی شکایت کی۔ فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھرواور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف)

یتیم بچوں کی پرورش کا بیوہ کو اجر

جو بیوہ عورت اپنے یتیم بچوں کی بہتر پرورش کی خاطر نکاح ثانی نہ کرے تو اسے اجر عظیم عطا ہوگا۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اور جھلسے ہوئے چہرے والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ (یزید بن زریع نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا) یعنی وہ عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا اور وہ خاندانی شرافت اور ذاتی حسن و جمال رکھتی ہے لیکن اس نے اپنے مرنے والے خاوند کے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو نکاح سے روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جدا ہوئے یا مر گئے۔

(ابوداؤد)

۳۔ جسمانی نقص والا بچہ:

جن بچوں میں جسمانی طور پر کوئی نقص یا کمزوری ہو اور ان کی اچھی طرح تربیت نہ کی جائے تو جوان ہو کر اُن میں احساس کمتری پیدا ہوگا۔ وہ بھی زندگی کو مایوسانہ نکتہ نگاہ سے دیکھیں گے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی کام کرنے سے دو شخص مختلف نتائج پر پہنچتے ہیں — ایک کامیاب ہوتا ہے اور دوسرا ناکام۔ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے آپ کو بغور مطالعہ کرنا ہوگا کہ وہ دونوں کس طریق سے کام کرتے ہیں۔ دو شخص کاروبار کرنے بازار میں گئے۔ دونوں کے پاس ایک ایسا مال تھا۔ ایک کامیاب رہا، دوسرا زیادہ کاروبار نہ لا سکا۔ اس کی وجہ اُن کی ذہنی تربیت تھی۔ کامیاب شخص کے ذہن کی مثبت طریق سے نشوونما ہوئی تھی۔ وہ جوان ہو کر جرأت سے کام لینے لگا۔ اُس اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ مگر دوسرا شخص — اس کی

Marfat.com

تربیت میں نقص رہا' اس کے دل میں خوف تھا' خوف نے کمتری کے احساس کو جنم دیا اور یہ احساس ہمیشہ اس کی ترقی کی راہ میں حائل ہوتا رہا۔ دوسروں سے بات کرتے ہوئے وہ گھبراتا تھا۔

جو شخص سماج کے خلاف جذبات کا اظہار کرتا ہے یا زندگی کی تلخیوں کو مے و بادہ میں غرق کرنے کا قائل ہے' یقین کیجیے ایسا شخص احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ اس کی تربیت صحیح نہیں ہوئی ورنہ وہ شخص کبھی سماج کے خلاف زہر نہ اُگلتا۔ زندگی سے فرار نہ کرتا اور نہ مے و بادہ کا اوچھا ہتھیار استعمال کرتا ـــ یہ شخص بچپن سے خوف زدہ رہا ہے۔ ورنہ زندگی اتنی دلچسپ ہے کہ یہاں کی ناکامی اور تلخی مستقبل کی خوشی کی پیام بر ہوتی ہے۔

Marfat.com

اولاد کی تربیت کا غلط انداز

کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ آپ کا بچوں سے سلوک خود آپ کے جذبات کو ظاہر کرتا ہے؟ ماں جسے زندگی میں محبت اور پیار میسر نہیں آسکتے' اس کی کو بچے سے پورا کرتی ہے۔ وہ اپنی ساری محبت کو اس پر نچھاور کرنے کے لیے ہر وقت اُسے چھاتی سے لگائے رکھتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کی صحیح نشو ونما نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جب بچوں کو والدین کی پوری محبت نہیں مل سکتی تو اُن کے اندر غصہ اور حسد پیدا ہونے لگتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بے کار اور راندے ہوئے بچے ہیں۔ وہ انتقام کی سوچتے ہیں اور یوں اُن میں جُرم کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

یہ تو ممکن نہیں کہ سارا کنبہ ایک ہی مثلث رہے۔ یعنی صرف باپ ماں اور بیٹا ہی گھر کے سارے افراد ہوں۔ اگر کہیں ایسی حالت ہے تو لازماً ایسا بچہ لاڈلا ہوگا۔ بعض لوگ اکلوتا بچہ ہونا ایک مرض بتاتے ہیں۔ یہ تو واقعہ ہے کہ پہلا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو والدین اس کی آمد پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کرتے اور اُس پر اپنی ساری خوشیاں نچھاور کرتے ہیں۔ اس کے اکلوتے ہونے کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کی ہر حرکت نوجوان والدین کو حیران کرتی ہے وہ اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ بچے میں

Marfat.com

خود پرستی اور خود بینی آنے لگتی ہے۔ ایسے بچے کو کوئی ٹوکتا نہیں جس سے وہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ مختار کل ہے۔ یہ فطری خیال جو بچپن سے اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی آئندہ زندگی پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اکلوتے بچے میں غصہ اور محبت دونوں جذبات حد سے بڑھے ہوتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے بچے اپنے خیالات اور جذبات پر خود ہی سوچتے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں کنبہ زیادہ ہو وہاں کچھ بچوں کی جمہوریت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ والدین کی محبت بٹ جاتی ہے۔ بچے سیکھنے لگتے ہیں کہ کچھ دے کر ہی کچھ لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ابتدائی سالوں میں ہی بچے کا رویہ سماجی مسائل کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ اس زمانے میں انسانی ذہن لچکیلا ہوتا ہے۔ اس لیے جلد اثر قبول کر لیتا ہے۔

عیال دار کنبوں میں بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ مالی مشکلات کے باعث بچوں کی پیدائش پر کوئی مسرت نہیں ہوتی۔ بلکہ انہیں وبال جان خیال کیا جاتا ہے۔ اقتصادی حالات بعض بچوں کو مصیبت بنا دیتے ہیں۔ بن بلائے مہمان کی طرح انہیں کوئی پوچھتا تک نہیں' ایسا بچہ جب دیکھتا ہے کہ اُسے والدین کی وہ محبت اور پیار نصیب نہیں جو دوسروں کو مل رہا ہے تو وہ اسے بُری طرح محسوس کرتا ہے۔ کردار میں بے ربطگی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بچہ ارادہ کر لیتا ہے کہ وہ والدین سے اپنا کھویا ہوا پیار واپس لے گا۔ اس ارادے سے اس کے کردار میں ایک قوت اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

بڑے کنبے کا سب سے چھوٹا بچہ بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے عجیب ہوتا ہے۔ وہ سب سے آخر دنیا میں آتا ہے۔ اس وقت والدین چھوٹے بچے کو کھلونا سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جس طرح پہلے بچے کی پیدائش پر حیرت اور مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس بچے کی پیدائش پر بھی کیا جائے۔ اس کی مثال حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بھائی بنیامین سے دی جا سکتی ہے۔ بن یامین والدین کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ وہ اُسے بہت

Marfat.com

پیار کرتے تھے۔ اس لیے جس طرح بھائی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حسد کرتے اُسی طرح بنیامین سے بھی ـــــ عموماً ایسا بچہ سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتا ہے۔ دوسرے بھائی بہن اُس سے حسد بھی کرتے ہیں' اس کی وجہ ماں باپ کی محبت اور اس کی اپنی ذہانت ہوتی ہے۔ اس لیے مجبوراً یہ بچہ سب سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کنارہ کشی اس میں خودسری کا باعث بنتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ایسے بچے اکثر اعصاب زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت تیز بھی ہوتے ہیں۔

بچے کے جذبات کا خیال رکھیں:

ذرا ایک کنبے پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ والدین کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور انہیں بچوں کی پرورش میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ بچوں کے حالات اور اُن لوگوں کے ساتھ جن کے اثر سے اُن کی آئندہ بنیادیں استوار ہوں گی۔ کس طرح مطابقت کرنا ہوتی ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے ہمیں اپنے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہوگا۔ کیا والدین بچوں کی نشوونما کی راہ میں ایک روک ہیں؟ ہمارے اس ترقی کے زمانے میں یہ بار بار کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا دور ہے۔ جس میں کنبہ کی زندگی معرضِ خطرہ میں ہے۔ انسانی نفسیات کے متعلق اب ہم بہت کچھ جاننے اور سمجھنے لگے ہیں۔ ہماری ذہنی ترقی کے لیے جذبات بہت اہمیت رکھتے ہیں' یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عام والدین کو خود اپنے ذہن اور اس کے کاروبار کا کوئی علم نہیں اور نہ وہ بچے کے ذہن کو سمجھتے ہیں' یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے طبعی رجحانات کو آزادی سے پنپنے کا موقع نہیں دیتے۔ اس کا باعث شاید یہ ہے کہ ہم اس بات کو اہمیت ہی نہیں دیتے کہ والدین ہی بچے کے کردار کو بنا سکتے ہیں۔ آپ اسے بُرا نہ مانیں' یہ واقعہ ہے کہ ہمارے ہاں والدین نے اس اہم فریضہ کو

Marfat.com

نظر انداز کر رکھا ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ بچے کے بگڑنے کا زمانہ وہی زمانہ ہے۔ جسے وہ بالکل کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ بھلا ناسمجھ بچہ کیا کرے گا ـــــ ہمیں دنیا کے نامور لوگوں کا نفسیاتی تجزیہ بتاتا ہے کہ اُن میں بعض لوگ ایسے تھے جو اپنے پیار سے والدین کی نگاہوں میں ممتاز ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس معیار پر پورا اترنے کے لیے انہوں نے کوشش کی اور بالآخر اُن کی تگ ودو نے قومی خدمت اور محبت کا رُخ کرلیا۔

آپ نے دیکھا ہے کہ بچے کی جذباتی نشوونما میں ماں باپ کا حصہ کس قدر اہم ہے۔ اُسے پیدائشی طور پر بعض جذباتی خصوصیات ملتی ہیں۔ جنہیں والدین کا اثر تشکیل دیتا اور کام میں لاتا ہے۔ اسی سے بچے کا اپنا رجحان نشوونما پاتا ہے۔

بچے کے پہلا سانس لینے کے ساتھ ہی پسند اور ناپسند کا تعین ہونے لگتا ہے۔ جذبات بدلتے رہتے ہیں، رک جاتے ہیں۔ اُس کے اندر متضاد جذبات کی کش مکش آہستہ آہستہ اپنا اثر کیے جاتی ہے۔ محبت، خوف، غصہ، حسد، محتاجی ایسے جذبات ہیں۔ جو فطری عمل پر اپنا رنگ چڑھا دیتے ہیں ـــــ بچے کی سماجی زندگی میں ایک ضروری خصوصیات اس کا اخلاقی رویہ ہے۔ اس کے اندر اخلاقی زندگی پیدا کرنے کے لیے ایک سخت کش مکش ہوتی ہے۔ اس زندگی کی تکمیل اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہمارے جذبات (جو بہت گہرے ہوتے ہیں) اور جبلتیں اخلاقی زندگی کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر رہیں ـــــ یہ ہم آہنگی بڑی احتیاط اور غیر جذباتی طریقے پر پرورش کو چاہتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے خوش رہیں گے اور بڑے ہو کر اُن میں ذہنی توازن پیدا ہوگا اور وہ ایک پر مسرت اور کامیاب زندگی گزاریں گے۔

Marfat.com

بچوں کو ضدی اور چڑچڑا نہ بنائیں:

والدین کے نامناسب رویوں اور توجہ نہ دینے کے باعث بھی بچے ضدی اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں گویا جو لوگ بڑے ہو کر ضدی اور چڑچڑے مزاج کے ہوتے ہیں ان کے اس مزاج کو پختہ کرنے میں والدین کی تربیت کا بہت عمل دخل ہوتا ہے جو وہ بچپن کے دنوں میں اپنے والدین کے زیر سایہ رہ کر حاصل کرتے ہیں۔ بچے حساس ہوتے ہیں اسی لیے بچوں کو نازک پھول کہا جاتا ہے کیونکہ وہ پھولوں کی مانند خوبصورت ہوتے ہیں اور انہی کی طرح حد سے زیادہ حساس بھی۔ بچوں کے لیے فرشتوں کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ فرشتوں کی طرح معصوم ہوتے ہیں اب آپ تصور کر سکتے ہیں کہ پھولوں کی مانند نازک اور فرشتوں کی طرح معصوم مخلوق کو کتنی زیادہ توجہ کی ضرورت ہو گی پھر چونکہ آپ کو ان سے محبت بھی حد سے زیادہ ہے اور آپ اُن کو مستقبل معاشرے کا قابل فخر فرد بھی دیکھنا چاہتے ہیں اس لیے یہ جاننا ضروری ہو گا کہ بچوں کی پرورش صحیح خطوط پر کرنے کے لیے والدین کو چاہیے کہ شروع ہی سے ان پر خصوصی توجہ دیں تاکہ ان کی ایک متوازن شخصیت پروان چڑھ سکے اور وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہونے پائیں۔ لیکن آجکل دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے بہت زیادہ ضدی اور چڑچڑے پن کا شکار ہیں خصوصاً 5 سے 2 اور 12 سے 10 سال کے بچوں میں چڑچڑاپن ہونے کی کئی وجوہات دیکھنے میں آتی ہیں۔

ایسے والدین جو مصروفیت کی بناء پر جاب کرنے کی وجہ سے بچوں کو ٹائم نہیں دے پاتے یا انہیں خصوصی توجہ نہیں دیتے ان کے بچوں میں ضدی پن زیادہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ انہیں اپنے والدین کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہر بات اپنے والدین سے شیئر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن والدین کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ ڈھنگ سے ان کی بات سن سکیں۔

Marfat.com

ایسے بچے حد سے زیادہ حساس ہو جاتے ہیں اور والدین کی توجہ اپنی طرف مرکوز کروانے کیلئے ضد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بات پہ بات جھگڑا کرنا' چیزیں توڑنا پھوڑنا' دوسرے بچوں کو مارنا' کھانا نہ کھانا وغیرہ۔ والدین کو چاہیے کہ ایسے بچوں کو وقت دیں اور انہیں اپنے ہونے کا احساس دلائیں۔

ان بچوں میں ضدی اور چڑچڑا پن زیادہ پایا جاتا ہے جو پہلے تو اپنے والدین کے اکلوتے ہوتے ہیں لیکن اپنے چھوٹے بہن بھائی کے آجانے پر ان سے حسد محسوس کرتے ہیں۔ اس جیلسی کی وجہ سے وہ والدین کی توجہ حاصل کرنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے اپناتے ہیں۔ چھوٹا بچہ کیونکہ سب کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ ایسی صورتحال میں بڑے بچے پر زیادہ توجہ دیں۔ خصوصاً ماں کو چاہیے کہ وہ بڑے بچے کے سارے کام خود سرانجام دیں تاکہ اسے احساس ہو کہ سب اس سے پیار کرتے ہیں۔

ایسے بچے جو مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہیں ان میں بھی غصیلا پن زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ گھر میں رہنے والے دوسرے بچے جان بوجھ کر ایک دوسرے کو اشتعال دلاتے ہیں اور مشتعل ہو کر توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ جبکہ والدین سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے بدتمیز ہو گئے ہیں اکثر مائیں ایسے بچوں کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔ اس طرح بچوں میں چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مزید ضدی ہو جاتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے بچے جن کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں ہوتا چاہے وہ دو بھائی ہوں یا بہنیں ان کی بھی آپس میں نہیں بنتی اور ان کے مابین لڑائیاں جاری رہتی ہیں ایسے بچے آپس میں ضد لگا لیتے ہیں جو چیز بڑے کے پاس ہے وہی چھوٹے کو چاہیے اور رنگوں کا بھی فرق نہ ہو۔ بڑا سوئے گا تو چھوٹا بھی سوئے گا۔ اسی طرح کھانے پینے' پڑھنے' کھیلنے اور آنے جانے میں بھی آپس میں ضد لگاتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں والدین

Marfat.com

کو چاہیے کہ جیسا بچے کہتے ہیں ویسا ہی کریں اور دونوں بچوں کے مابین پیار و دوستی بڑھانے کی کوشش کریں۔

ماہرین نفسیات کے مطابق چونکہ اس Stage پر بچے بڑھ رہے ہوتے ہیں اس لیے زیادہ حساس ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی اور چڑچڑے پن کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں خاص طریقے سے ڈیل کرنا چاہیے اور پیار سے ہر چیز سمجھانی چاہیے۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنے یا سختی کرنے سے ان میں ضدی اور چڑچڑا پن مستحکم ہو جاتا ہے جو کہ ان کی شخصیت کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ متوازن نشوونما کیلئے ضروری ہے کہ انہیں خاص توجہ دی جائے۔ ورنہ وہ اپنی الگ دنیا بنا لیتے ہیں۔

Marfat.com

بچوں کو ٹیلی ویژن کے نقصانات سے بچائیں

شاید ہی کوئی گھر ایسا ہوگا کہ جس میں ٹیلی ویژن موجود نہ ہو لوگوں نے اس کو اپنی ضروریات کا حصہ بنالیا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑوں سے زیادہ بچے اس سہولت کا زیادہ استعمال کرتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے کارٹون دیکھنے کے بہت شوقین ہوتے ہیں اور جب بھی ان کو موقع ملتا ہے وہ ٹیلی ویژن پر کارٹون دیکھنے میں مشغول رہتے ہیں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے اس سے بچوں کے ذہنی رجحان پہ برا اثر پڑتا ہے وہ پڑھائی میں کمزور ہو جاتے ہیں اور اس کا ان کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا۔

''کارٹون ایک ایسی تصوراتی مخلوق ہے جو اپنی شوخ و شنگ حرکتوں شرارتوں اور مضحکہ خیز شکلوں کی بدولت بچے تو کیا بڑوں کو بھی محظوظ کرتی رہی ہے مگر پچھلی چند دہائیوں میں زندگی کے سبھی شعبہ جات میں جس طرح تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں یہ صنف بھی اپنے آپ کو ان تبدیلیوں کی زد میں آنے سے روک نہیں پائی ہے۔ پہلے جہاں ہاتھوں سے کارٹون بنا کر انکی ریکارڈنگ کی جاتی تھی وہاں کمپیوٹر اور بہت سے جدید سوفٹ ویئرز نے جگہ لی ہے جو پلک جھپکتے ہی کارٹون بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جہاں ہر ملک ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہے وہاں آج کل کارٹون فلمیں بھی مار دھاڑ

Marfat.com

لڑائی جھگڑے سے بھرپور دکھائی دیتی ہیں۔

اس ساری تبدیلی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ کارٹون نیٹ ورک سے پہلے کوئی ایسا چینل موجود نہ تھا جو کہ بچوں کیلئے چوبیس گھنٹے کارٹون پیش کرتا۔ ہر چینل اپنے بچوں کے مقررہ اوقات میں کارٹون فلمیں چلایا کرتے تھے جو انتہائی بے مزا معلوم ہوتی تھیں۔ ان کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ ایک گھنٹہ ہوتا تھا مگر کارٹون نیٹ ورک واحد چینل ہے جو ہمہ وقت کارٹون ہی چلاتا رہتا ہے جس کی وجہ سے بچوں میں بہت مقبول ہے اگر اسی چینل کا مدنظر رکھتے ہوئے سوچا جائے تو بچے آج کل (Power Puff Girls) کو دیکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور بعد میں ان کو ہیرو مانتے ہوئے ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔

بچے کی نفسیات میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ جو چیز دیکھتا محسوس کرتا ہے اس پر عمل کرنا چاہتا ہے اس میں تقلید اور حاصل کرنے کا رجحان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ اٹھتا ہے کہ ان تشدد آمیز کارٹون کے ردعمل کے طور پر وہ کیا رویہ اختیار کر رہا ہے؟ اسکے جواب میں بھی بچہ جارحیت ہی سیکھتا ہے۔ اس میں صبر کا مادہ کم ہو جاتا ہے غصہ، ٹینشن، نفرت اسکی شخصیت کا بنیادی حصہ بنتے جاتے ہیں۔ وہ ڈیپرشن کا شکار رہنے لگتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نئی نسل پچھلی نسل کی نسبت زیادہ بے صبری، غصیلی اور ڈیپرشن زدہ ہے۔ ہر بچہ اپنی معصومیت کی وجہ سے ہی جانا جاتا ہے مگر ان فلموں میں دکھائے جانے والے ہتھیار انہیں اپنی عمر سے بہت جلدی بڑا کر رہے ہیں۔ بچے Bablate سے کھیلنا چاہتے ہیں، ان کی پسندیدہ کھیلوں میں گن، ٹینک اور رائفل جیسی اشیاء شامل ہوتی جا رہی ہے گو یہ کھلونے کبھی کسی جانی نقصان کا باعث نہیں بن سکتے مگر بچوں کی نفسیات پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں آج سے پچھلی نسل گلی ڈنڈا کھیلنے اور مٹی کے کھلونے بنانے میں زیادہ دلچسپی لیتی تھی۔ جس سے نہ صرف وہ جسمانی طور پر مضبوط بھی ہوتے تھے بلکہ ان کی تخلیقی صلاحیتیں بھی پروان

Marfat.com

چڑھتی تھیں مگر آج کل سارے کا سارا وقت ان کارٹون فلموں کو دیکھتے ہوئے گزار دیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے جہاں ایک طرف تخلیق صلاحیتیں ماند پڑتی ہیں دوسری طرف بچے کی صحت کو بھی خطرہ لاحق رہتا ہے۔ایک سائنسی تحقیق کے مطابق مسلسل دو گھنٹے ٹی وی دیکھنے سے بچوں کا جسم موٹاپے کی طرف مائل ہو جاتا ہے جبکہ اکثر ایسے بچے ہیں جنہیں بھوک ہی نہیں لگتی چونکہ جسمانی کام صفر ہوتا ہے لہٰذا وہ کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اگر جسم متاثر ہو تو ذہن کا متاثر ہونا یقینی امر ہے۔ان کارٹون فلموں کی گرافک عجیب وغریب ہوتی ہے رنگوں کا امتزاج آنکھوں کیلئے تکلیف دہ ہوتا ہے اور بچے کی آنکھیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔

اس قسم کے کارٹون بچوں پر بہت زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔سوشل لرننگ تھیوری کے مطابق میڈیا پر دکھائی جانیوالی چیزیں بہت جلدی اڈاپٹ کی جاتی ہیں بچے چیزیں دیکھ کر سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ہر دیکھی ہوئی چیز اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے اور جسم ذہن کے زیراثر ہونے کے باعث ویسا ہی عمل شروع کر دیتا ہے جیسے اس کو احکامات ملتے ہیں۔ ایک اور تھیوری کے مطابق جب بچہ تشدد دیکھتا ہے تو اس کے اندر ہلچل پیدا ہوتی ہے جو تھوڑی دیر بعد ختم ہو جاتی ہے مگر ارد گرد کوئی شخص ردعمل ظاہر نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ خود اس پر عمل کرنے لگتا ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ بچے ان کارٹون ہیروز کی طرح ہی زندگی گزارنا چاہتے ہیں وہ عموماً بات کرتے ہوئے بھی اپنے چہرے پر ویسے بگڑے ہوئے تاثرات ہی رکھتے ہیں وہ ان سب باتوں پر عمل صرف اردگرد کی دنیا میں نمایاں ہونے کیلئے کرتے ہیں آج کل بچوں اور والدین کے درمیان مضبوط تعلق ختم ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے بچے اپنے والدین سے دور اور اس قسم کے کارٹون ہیروز کو اپنے قریب محسوس کرتے ہیں۔

Marfat.com

بلاشبہ تفریح بچوں کا بنیادی حق ہے مگر بچوں کو اس قسم کے کارٹون تفریح کے نام پر دکھانا ان کی معصومیت چھیننے کے مترادف ہے اس کی بجائے والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں میں مطالعہ کی عادت پیدا کریں ان کی کھیلوں میں شرکت کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ وہ اس معاشرہ میں ایک کارآمد شہری کی زندگی گزار سکیں۔

Marfat.com

کیبل کے بُرے اثرات سے بچوں کو بچائیں

کیبل نہ صرف بچوں بلکہ بڑوں کے لیے بھی نقصان دہ ہے اب گھر بیٹھے ٹی وی سکرین پر مختلف ممالک کے بے شمار چینل بذریعہ کیبل دیکھے جا سکتے ہیں اوران چینلز پر ایک ہی وقت میں فلمیں' ڈرامے' موسیقی' جیوگرافی' سائنسی' معلوماتی' مذہبی' کارٹون غرضیکہ کئی قسم کے پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہیں مختلف نوعیت کے ان پروگراموں کی وجہ سے اب لوگ زیادہ وقت ٹی وی کو دینے لگے ہیں چنانچہ ہم مجلسی زندگی سے محروم ہو گئے ہیں وہ وقت جو خاندان کے افراد آپس میں مل بیٹھ کر اپنے مسائل پر گفتگو میں گزارتے تھے اب ٹی وی کی نذر ہو جاتا ہے۔ کیبل نے معاشرے میں ایک بگاڑ یہ بھی پیدا کیا ہے کہ بچے والدین سے کٹ کر رہ گئے ہیں وہ اپنا زیادہ وقت پڑھائی کی بجائے ٹی وی کو دینے لگے ہیں جس سے ان کی بینائی بھی متاثر ہو رہی ہے اس کے علاوہ اُلٹے سیدھے پروگرام دیکھ کر اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں بچوں کے طبی معائنے کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے وہ مختلف عوارض کا شکار ہو رہے ہیں۔ تعلیمی نصاب سے ہٹ کر کوئی اچھی کتاب پڑھنے کی بجائے ٹی وی دیکھنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ بھارت کے چینل سٹار پلس کے ڈرامے ہمارے معاشرے پر اس حد تک اثر انداز ہو رہے ہیں کہ خواتین میں وہی ملبوسات خریدنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو ان ڈراموں میں استعمال ہوتے ہیں لوگوں کے وسائل چونکہ کم ہوتے ہیں اس لیے رشوت' ناجائز ذرائع سے دولت کا حصول اور دیگر کئی معاشرتی خرابیاں جنم لے رہی ہیں بھارتی چینلز کے ان ڈراموں میں خاندانی جھگڑوں کو نت نئے انداز میں

Marfat.com

پیش کیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پاکستان میں خاندانی استحکام متاثر ہو رہا ہے۔

کیبل کے ذریعے بھارتی ڈراموں میں ہندو مذہب کی رسومات کثرت سے دکھائی جاتی ہیں جس سے ہماری نئی نسل گمراہ ہو رہی ہے بچے شادی کی تقریبات میں سوال کرتے ہیں کہ پھیرے تو ہوئے نہیں شادی کیسے ہو گئی۔ کیبل کا استعمال پاکستانی معاشرے کو درست بھی کر سکتا ہے اور منفی طریقے سے بُرے اثرات بھی پیدا کر سکتا ہے اگر کیبل پر اخلاقی' مذہبی اور دینی پروگرام دکھائے جائیں تو یقیناً معاشرہ اصلاح پذیر ہوگا لیکن اس وقت میڈیا جس انداز سے کام کر رہا ہے اس میں وہ فحاشی عریانی' بدکاری اور تمام اخلاقی جرائم کو اپنے اندر لیے ہوئے معاشرے کو بے راہ روی کے راستے پر چلا رہا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ دن بدن انحطاط پذیر ہو رہا ہے۔

کیبل ہماری معاشرتی اقدار اور اخلاقیات کو تباہ کرنے میں خطرناک کردار ادا کر رہی ہے کیبل کے ذریعے اچھے اور مفید پروگرام چلا کر اسے معاشرے کی بہتری اور بچوں کی تربیت کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے مگر بدقسمتی سے کیبل کے ذریعے نوجوان نسل کے اخلاق کو تباہ کیا جا رہا ہے کیبل پر ایسے بیہودہ پروگرام چلائے جا رہے ہیں جنہیں دیکھ کر بڑوں کو بھی شرم آجاتی ہے اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کیبل کے نقصانات سے بچائیں۔

Marfat.com

بچوں کو خودغرضی کی عادت نہ ڈالیں

جو عادت بچپن میں پڑ جائے بڑے ہونے پر وہ عادت پختہ ہو جاتی ہے عادت خواہ اچھی ہو یا بری بچپن میں بچے کے والدین اس کی جس طرح تربیت کرتے ہیں اُن کے اثرات سے بچہ ضرور متاثر ہوتا ہے اگر بچے کو اچھی عادات سکھائی جائیں اور اچھے طریقے سے اس کی عادات کو سنوارنے اور اسے ایک اچھا انسان بنانے کے لیے اس کی تربیت کی جائے تو بچے میں اچھی عادات پیدا ہو جاتی ہیں اسی طرح بچوں کی تربیت سے اگر والدین لا پرواہی برتیں اور بچے کی بری عادات کی اصلاح نہ کریں تو رفتہ رفتہ وہ بری عادات بچے کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں لہٰذا والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے حوالے سے خاص طور پر اس بات کا بھی خیال رکھیں نادانستہ طور پر بھی بچوں میں کوئی غلط عادت نہ پنپ سکے یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی شخص مرد ہو یا عورت بے غرض ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ بغیر غرض کے کوئی کام ہی نہیں ہوتا بعض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کی غرض رکھتے ہیں اور اس پر بھی ان کو پیٹ بھرنے اور تن ڈھانکنے کی غرض ستاتی رہتی ہے اور اس غرض سے کوئی بھی خالی نہیں ہو سکتا کیونکہ جسم خاکی کی بناوٹ ہی رب العزت نے ایسی رکھی ہے کہ یہ کھانے کو بھی مانگتا ہے اور سردی گرمی کے بچاؤ کا بھی طالب ہے۔

Marfat.com

ہمارا موضوع کلام اس غرض مذکورہ کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق ہے جس کا دور دورہ خصوصاً ہم مسلمانوں میں سب سے زیادہ ہے اور جس کی بدولت مثل چلی آتی ہے کہ وقت پر گدھے کو بھی باپ بنالینا چاہیے گویا کہ جب اپنا کام نکل جائے تو پھر کوئی تعلق نہ رکھنا چاہیے ایسے معاملات کا ہم کو ذاتی تجربہ بھی ہے اور آج کل عام طور سے اس قسم کی خود غرضی کی چار سو حکومت ہے' اس کے برے نتائج اظہر من الشمس ہیں۔ یہ گھن کی طرح اندر ہی اندر قوم کو کھوکھلا کر رہا ہے اور قطع رحمیاں اسی کی بدولت ظہور پذیر ہو رہی ہیں' کیونکہ مثل مشہور ہے" کاٹھ کی ہانڈی بار بار نہیں چڑھا کرتی' جب ہم کسی کے کام آئیں اور وہ وقت پر طرح دے جائے تو اس کا اثر ہم پر بھی پڑ کر ہم کو بھی ویسا ہی کرنے پر مجبور کرتا ہے اور اس طرح ہمدردی ایثار اور محبت سب اُڑتے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم جنت میں داخل ہی نہیں ہو سکتے جب تک باہم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ (الخ مسلم۔) اور باری تعالیٰ نے بھی محبت کو سورہ آل عمران میں اپنی نعمت فرمایا ہے' (رکوع شروع) معلوم ہوا کہ اس خود غرضی کی بدولت اصل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی نعمت ہمارے پاس سے مفقود ہو رہی ہے اگر ہم غور کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ اپنی اولاد کو ہم نادانستہ کسی طرح خود غرضی میں مبتلا کر کے اس نعمت سے خود ہی محروم کر رہے ہیں۔

اس وصف کو پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بچوں میں لالچ کا مادہ نہ ہونے پائے' بعض والدین جو بچوں کی تربیت کی طرف سے غفلت کرتے ہیں' وہ جب بچوں سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو بچے ان کا کام نہیں کرتے' کیونکہ والدین نے ان کو کہنا ماننا سکھایا ہی نہیں۔ لہٰذا وہ اپنا کام کرانے کے لیے ان کو پیسہ کا یا کسی اور چیز کا لالچ دیتے ہیں۔ اور اس لالچ سے بچے کام کرتے ہیں' یہ صورت عمل کثیر کی وجہ سے طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اور ہر جگہ وہ کسی نہ کسی عوض کے متوقع رہتے ہیں' ورنہ کام نہیں کرتے اور اس طرح خود غرض بن

Marfat.com

جاتے ہیں۔ پس ماں باپ کو چاہیے کہ بچوں کو کسی کام کا معاوضہ نہ دیں' ان کی حوصلہ افزائی کے لیے بصورت انعام اور وہ بھی کبھی کبھار کسی صورت میں اور کبھی کسی صورت میں کچھ دے دینا مضر نہیں کیونکہ وہ اس کو اپنا حق المحنت نہیں سمجھ سکیں گے۔

بعض بچے ایسے دیکھنے میں آئے ہیں کہ کوئی کام نہیں کرتے مگر جس کام کے کرنے کو ان کا جی چاہتا ہے یا ایسا کام ہو کہ جس میں ان کو کچھ ملنے کی اُمید ہو' مثلاً بازار سے کوئی پھل ترکاری یا میوہ منگایا جائے تو وہ ایسے کاموں پر لپکتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس میں ہم کو حصہ ملے گا۔ اور اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جس میں حصہ نہ ہو تو وہ کام چوری کرتے ہیں' یہ عادت بچوں میں دو وجہ سے ہو جاتی ہے ایک تو اس وجہ سے کہ ان کو ہر وقت کھیل کا موقع ملتا ہے اور کھیل بھی ایسا کہ جس چیز سے گھر کی وہ چاہیں کھیلیں' اس سے ان کے خیالات منتشر ہو جانے کے علاوہ ہر وقت کھیل میں پڑے رہتے ہیں اور ان کو کام کرنا ناگوار ہوتا ہے۔

دوم اس وجہ سے کہ ان سے ہر وقت کام لیا جائے اور ان کو کھیل کا موقع نہ دیا جائے کہ وہ اطمینان سے کسی وقت کھیل سکیں' وہ کام سے جی چرا کر کھیل کا وقت نکالنے کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ اگر سختی کی جائے تو کام کو خراب کر دیتے ہیں' جس سے ان کو علاوہ خود غرضی کے خراب کام کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ پس ان ہر دو اُمور سے ان کو پیار محبت سے روکنا چاہیے اور شروع سے موقع ومحل دیکھ کر ان سے کام اس خوبی سے لیا جائے کہ یہ بد عادت پیدا نہ ہونے پائے۔

کبھی کبھی کسی بچہ کو کسی چیز کے لیے دام دینے چاہئیں اور جب وہ چیز لائے تو اس کو محبت سے سمجھا کر اسی کے ہاتھ سے اور بھائی بہنوں کو حصہ دلوانا چاہیے' اسی طرح جب کبھی کوئی بچہ چیز لائے اس کی تقسیم اسی سے کرانی چاہیے یہاں تک کہ بچوں کی عادت میں داخل

Marfat.com

ہو جائے' بچوں کو ایسے قصے سنانے چاہئیں کہ جن سے خودغرضی کے نقصانات اور بُرائیاں ان کے دل میں بیٹھ جائیں۔

کوئی بچہ فطرتاً خودغرضی یا جھوٹا وغیرہ نہیں ہوتا ماں باپ جیسا چاہیں بنا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا مجوسی بنا دیتے ہیں یعنی جیسا وہ اپنے والدین کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے ویسا ہی کرنے لگتا ہے' جیسا کہتے ہوئے سنتا ہے ویسا ہی کہنے لگتا ہے اور بلا سمجھے بوجھے اپنے والدین کا مذہب خود بخود اختیار کر لیتا ہے' یہی وجہ ہے مسلمان کے بچے مسلمان ہندو کے ہندو' اور عیسائی وغیرہ کے عیسائی ہوتے ہیں' عربوں کے بچے عربی' انگریزوں کے انگریزی اور ہمارے ہماری زبان بولتے ہیں' حالانکہ کوئی شخص ان کو اپنی زبان پڑھانے کی زحمت اور کوشش نہیں کرتا' یہ واقعات دلیل ہیں اس امر کے کہ بچے ہر بات میں والدین کی نقل کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم زبان سے کچھ ہی کہا کریں جب تک ان کے سامنے بے غرضی کا نمونہ پیش نہ کرینگے تمام کوشش تحصیل لاحاصل ہوگی۔ ناممکن ہے کہ والدین خودغرض ہوں اور بچے بے غرض بن سکیں والدین آرام پسند ہوں اور بچے کامی اور محنتی ہوسکیں' ماں باپ کاذب ہوں' اور بچے صادق ہوسکیں مثل مشہور ہے اور نہایت صحیح ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑے اور آدمی کو دیکھ کر آدمی ڈھنگ پکڑے الصحبۃ تاثر یعنی تخم تاثیر صحبت کا اثر اس کے خلاف دیکھنے میں نہیں آتا۔ الا ما شاء اللہ۔

سب سے زیادہ ماں سے بچہ متاثر ہوتا ہے پڑھو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لڑکے اور بیوی کا ذکر' حضرت مریمؑ پر جب لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلا باپ پیدا ہونے پر الزام لگایا تو یہی کہا کہ تیری ماں تو ایسی ویسی نہ تھی باپ کا نام کسی نے نہیں لیا۔

Marfat.com

پس اگر عورتیں مردوں سے اپنے حقوق کی طالب ہیں تو پہلے وہ بچوں کو ان کے حقوق دیں بڑے ہو کر وہ احسان کا بدلہ کریں گے مگر جب بچپن میں بچوں کے خود غرضی کی تعلیم دی جائے تو اس کے خلاف توقع رکھنا ہم تو اس کا عقل کا نقص ہی سمجھتے ہیں۔ یہ لازمی ہے۔ کہ قولاً فعلاً کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے بچہ پر خود غرضی کا اثر پڑ سکے۔ اور بچے میں خود غرضی کی عادت پیدا ہو جو زندگی میں اس کے ساتھ ساتھ چلے دیگر معاشرتی برائیوں کی طرح خود غرضی کی بُری عادت اسی لیے معاشرے میں عام دکھائی دیتی ہے اور اس میں دن بدن اضافہ بھی اسی لیے ہوتا جا رہا ہے کہ بچپن کی پڑی ہوئی یہ عادت بڑے ہونے پر لوگوں کی اکثریت میں پختہ ہو چکی ہے۔

Marfat.com

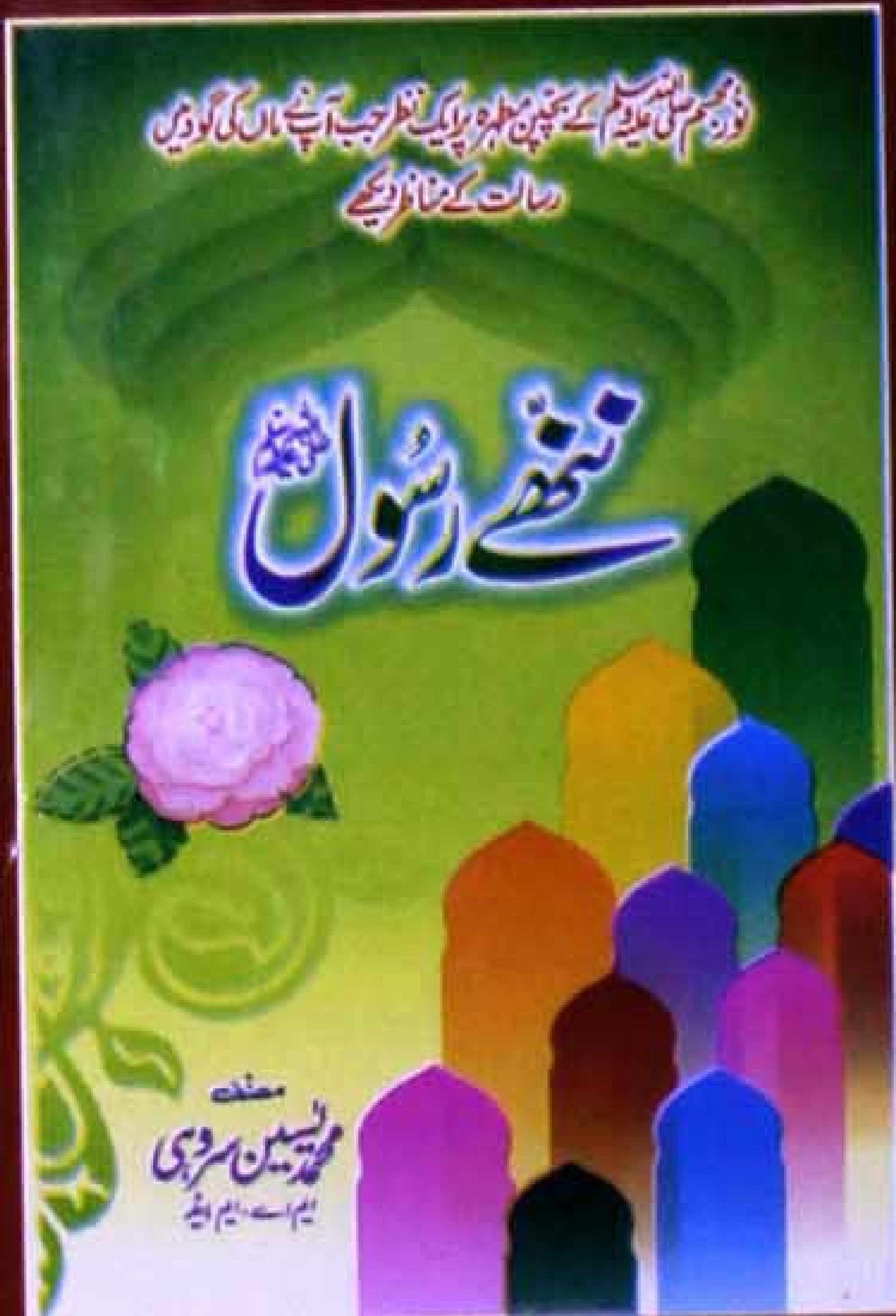

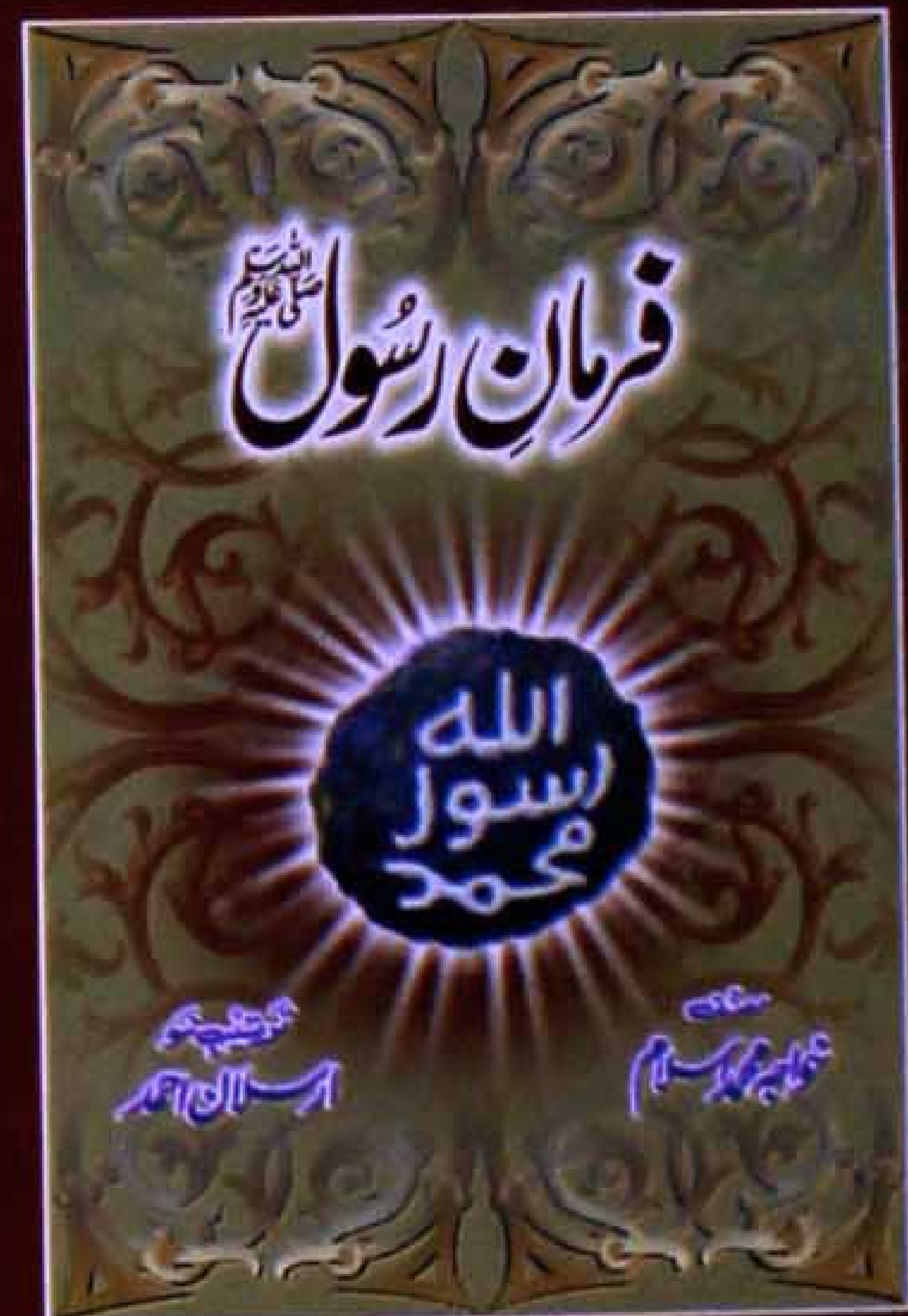

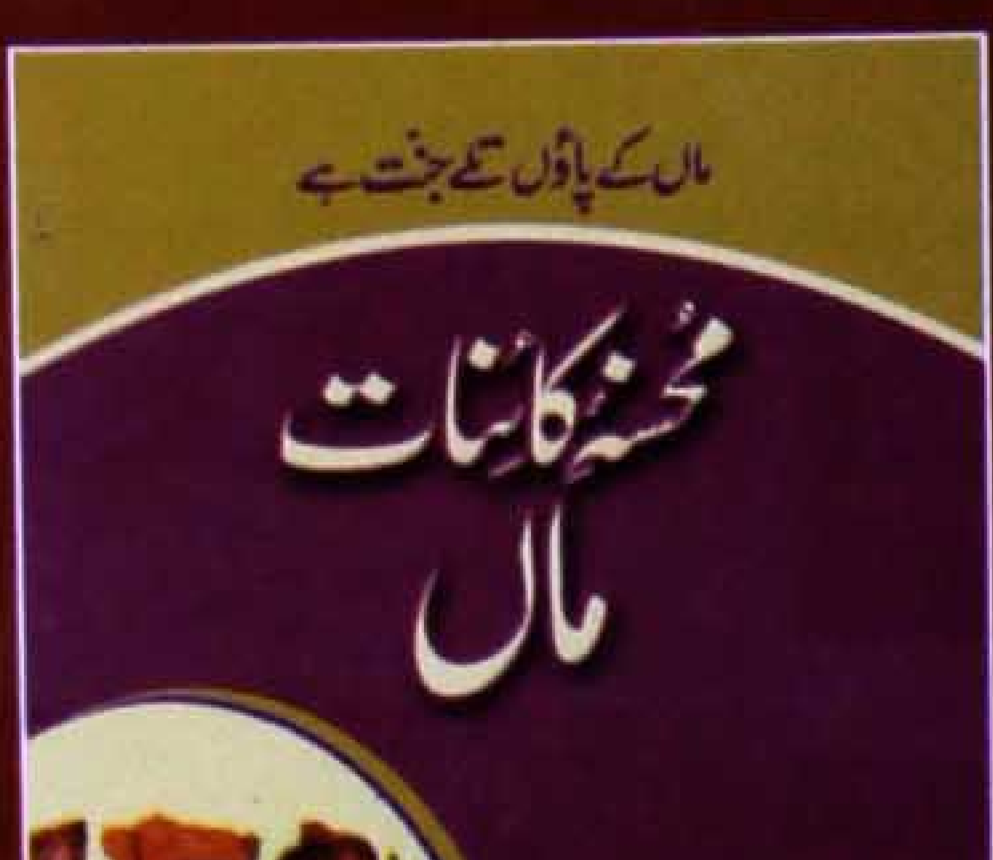

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور